

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟



مولانا محمد منظور نعمانیؒ

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

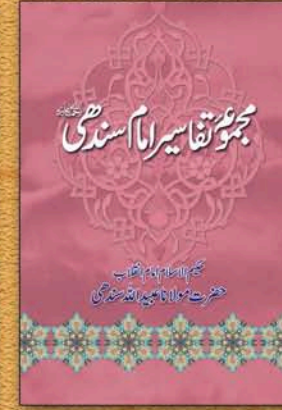
قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

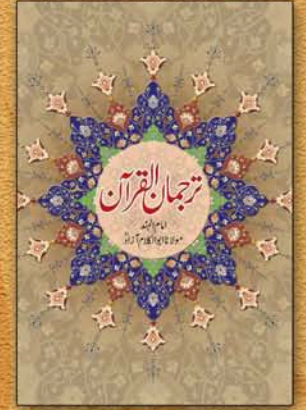
حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ



اس تفسیری مجموعہ کا بنیادی خاکہ وہی ہے جو امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کے لئے قائم فرمایا تھا۔ دیوبند اور دہلی کے زمانہ قیام میں حضرت خواجہ صاحب نے حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کی تفسیر کے حوالے سے جو کچھ پڑھا اور سمجھا تھا یہ تفسیر اس کا مجور ہے۔ حضرت خواجہ صاحب حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی ”الفوز الکبیر“ اور ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں بیان کردہ اصول تفسیر اور قرآنی علوم و معارف کی متعین فلاسفی اور قرآنی تعلیمات کے لازمی اثر کو پیش نظر کر کے اس تفسیری سلسلہ کو مرتب کرتے ہیں۔



حجۃ الاسلام حضرت امام شاہ ولی اللہ کی دینی فکر کے شارح اعظم حکیم الاسلام امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کی قرآن مجید دنیائے اسلام میں ممتاز مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب قرآن حکیم کی متفرقہ سورتوں کا تفسیری مجموعہ ہے، جس میں حکمت و دعوت قرآن، رموز غلبہ اسلام اور دین اسلام کے سیاسی و معاشی اصولوں کو قرآن حکیم کی روشنی میں جامع تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کے انقلابی فکر کی شارح دنیائے اسلام کی یکتا تفسیر



برصغیر میں قرآن مجید کی روایت کا آغاز شاہ ولی اللہ کے خاندان سے ہوا، جسے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد جیسے مجدد العصر نے اپنی خداداد صلاحیت، فطری ذہانت، عقبری دماغ اور مجتہدانہ بصیرت کے ذریعے مسلمانوں کے لیے ارمان ہدایت بنادیا۔ مولانا کی مادری زبان عربی تھی، جس کے باعث انہوں نے قرآن مجید کی اردو ترجمانی کو قرآن مجید کا سب سے بڑا شاہکار بنادیا۔ برصغیر کی اس بلند پایہ تفسیر ترجمان القرآن سے ماخوذ مبسوط ترجمہ:

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

6- سندھی جماعت کوآپریٹو سوسائٹی، جوگی موڑ بس اسٹاپ

نیشنل ہائی وے کراچی - 75030

رابطہ کیلئے 0300-2707097, 021-35000278

www.hikmatequran.org
hikmatequran@gmail.com

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

مولانا محمد منظور نعمانی

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

از

مولانا محمد منظور نعمانی

اشاعت اول: 2011ء

کمپیوٹر لے آؤٹ: ندیم احمد سولنگی

طابع: ذکی سنز پرنٹرس کراچی

ناشر: حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ کراچی

ایڈریس:

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

6 سندھی جماعت کوآپریٹو سوسائٹی، جوگی موڑ بس اسٹاپ

نیشنل ہائی وے کراچی-75030

رابطے کیلئے 021-3500278

0300-2707097

Website: www.hikmatequran.org

Email: hikmatequran@gmail.com

فہرست مضامین

۷	مقدمہ
۱۵	دیباچہ
۱۹	خدا کی ہستی!
۲۶	خدا کی صفات
۳۰	اللہ تعالیٰ علیم کل ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں
۳۲	اللہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں
۳۳	وہی سب کا خالق و رازق اور پروردگار کار ساز ہے
۳۳	اور وہی اپنے حکم سے اس کارخانہ ہستی کو چلا رہا ہے
۳۸	وہی ساری کائنات کا بادشاہ اور فرماں روا ہے، سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے
۴۰	کسی اور کے اختیار میں کچھ بھی نہیں
42	اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے،
۴۲	گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے
۴۸	اللہ کی رحمت اور مغفرت کے حقدار کون سے گنہگار ہیں؟
۴۸	اللہ تعالیٰ میں رحمت کے ساتھ عدالت بھی ہے
۵۱	تنزیہ و تقدیس
۵۴	قرآن مجید کی چند جامع الصفات آیات
۵۸	توحید
۶۰	توحید ذاتی اور توحید الوہیت
۶۱	توحید صفات و افعال

۶۳	ساری کائنات پر صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے
۶۵	نظام عالم کو قائم رکھنے والا صرف اللہ ہے
۶۵	صرف اللہ زندہ جاوید ہے، باقی سب فانی ہیں
۶۶	صرف اللہ ہی عالم الغیب اور علیم کل ہے
۶۷	توحید حقوق
۶۷	صرف اللہ ہی لائق حمد و ستائش ہے
۶۸	اللہ ہی سب سے زیادہ محبت اور خوف کے قابل ہے
۶۹	وہی توکل اور آسرا لگانے کے قابل ہے
۶۹	وہی حاکم ہے اور اسی کا حکم واجب العمل ہے
۷۰	توحید کے بارے میں قرآن مجید کا سب سے اہم مطالبہ
۷۷	توحید کا آخری تکمیلی سبق
۸۲	شرک اور مشرکین کی سخت مذمت اور ان سے اعلان بیزاری
۸۳	آخرت
۸۵	آخرت کیوں ضروری ہے؟
۸۸	آخرت کے ضروری ہونے پر قرآن مجید کی ایک دوسری دلیل
۹۰	آخرت کے بارے میں جاہلانہ و احمقانہ شبہات اور شیطانی وسوس
۹۲	منکرین آخرت کے بے بنیاد شبہات کا جواب
۹۷	آخرت میں کیا کیا ہونے والا ہے؟
۹۷	آخرت کی منزلیں
۱۰۴	جنت اور دوزخ
۱۰۸	جنت
۱۱۲	نبوت و رسالت
۱۱۷	مجرم اور نافرمان سمجھا جائے گا اور اللہ کی محبت و عنایت اور نجات سے محروم رہے گا
۱۲۰	نبی کی حیثیت اور مقام نبوت

- ۱۹۸ استغناء و قناعت
- ۱۹۹ توکل
- ۲۰۰ تواضع
- ۲۰۲ تکبر اور غرور
- ۲۰۳ حلم اور درگزر
- ۲۰۷ جرأت و شجاعت
- ۲۰۹ وقار و خودداری
- ۲۱۰ حیا اور عفت
- ۲۱۲ طہارت و پاکیزگی
- ۲۱۴ معاملات میں پاکبازی اور اکل حلال
- ۲۱۹ حق اور نیکی کو پھیلانے اور عام کرنے کی جدوجہد اور اس راہ میں جانبازی
- ۲۲۵ قرآنی خطبات و مواعظ
- ۲۲۶ بندوں کو ان کے مالک کا بلا و اجنت اور رحمت کی طرف
- ۲۲۷ دین کے بنیادی احکام اور نصائح
- ۲۲۸ اللہ کی بات ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام
- ۲۲۹ سرکش مجرموں کو سخت انتباہ اور قیامت میں ان کا انجام
- ۲۳۱ دین کی بنیادی ہدایتیں اور خداوندی احکام
- ۲۳۴ امت مسلمہ کے خاص فرائض اور اس کا نصب العین
- ۲۳۵ اپنے گناہگار بندوں کو اللہ کا بلا و اور نہ ماننے والوں کا انجام
- ۲۳۸ اللہ کی بات ماننے والوں اور اس کی راہ پر چلنے والوں کو بشارت
- ۲۳۹ اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور گچی توبہ کے آخرت کی سرخروئی اور جنت حاصل کرو

- ۱۲۰ تفریط اور بے ادبی کی گمراہی
- ۱۲۶ افراط اور غلو کا فتنہ
- ۱۳۲ خداوندی ہدایت کی اطاعت و پیروی
- ۱۳۵ عمل صالح
- ۱۴۰ ضروری انتباہ
- ۱۴۱ تقویٰ
- ۱۴۶ تقویٰ ہی اصل نیکی اور عمل صالح کی روح ہے
- ۱۵۲ تقویٰ کی نشانیاں اور اہل تقویٰ کے اوصاف
- ۱۵۷ خدا کی عبادت
- ۱۵۷ عبادت کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں:
- ۱۶۷ بندوں کی خدمت اور حسن سلوک
- ۱۷۰ اہل و عیال
- ۱۷۱ عام انسانوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک
- ۱۷۴ اسلامی برادری کے خاص حقوق
- ۱۷۷ اخلاقی حسنہ
- ۱۷۷ صبر
- ۱۸۰ صبر والوں کا انجام اور مقام
- ۱۸۱ سچائی اور راست بازی
- ۱۸۵ وفائے عہد
- ۱۸۷ امانت
- ۱۸۸ عدل و انصاف
- ۱۹۲ سخاوت و سخاوت
- ۱۹۶ ایثار
- ۱۹۷ بخل

ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، بعض قبیلوں میں باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اس کی بیوہ کی کو اپنی بیوی بنالیتا تھا اور یہ گویا اس کا حق تھا۔ اخلاق و روحانیت کی اس تباہی کے علاوہ دنیا بھی برباد تھی، بہت بڑی تعداد ایسے غریبوں کی تھی، جو غربت و افلاس کی مجبوری سے زمین کے کیڑے مکوڑے اور مردار تک کھا لیتے تھے۔

پوری انسانی دنیا کے اور خاص کر ملک عرب کے یہ حالات تھے کہ اب سے ٹھیک چودہ ۱۴۰۰ سال پہلے عرب کے مرکزی شہر مکہ میں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نبی کی نسل کے ایک معزز قبیلہ قریش کے ایک شریف گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ یہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو چکا تھا، یعنی ابھی یہ ماں کے پیٹ ہی میں تھا کہ باپ عبد اللہ بن عبد المطلب کا انتقال ہو گیا اور بیوہ ماں نے اس کو پالا، عمر کا چھٹا سال تھا کہ ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، توداد عبد المطلب نے اپنے آغوش تربیت میں لے لیا، اس کے دو ہی سال بعد دادا کا بھی انتقال ہو گیا تو آٹھ سالہ بچہ کو چچا ابوطالب نے اپنی کفالت میں لے لیا۔

اس بچہ کا نام ”محمد“ رکھا گیا تھا، جس کے معنی ہیں، وہ ذات جو اپنی صفات اور کارناموں کی وجہ سے بہت ہی قابل تعریف ہو۔ چونکہ عربوں میں اس زمانہ میں تعلیم کا رواج نہیں تھا، اس لئے آپ بھی امی یعنی نوشت و خواند سے بالکل نا آشنا رہے۔ لیکن فطرت کی سلامتی اور روح کی پاکیزگی جو خدا کا خاص عطیہ تھا، اس کی وجہ سے اس انتہائی فاسد ماحول میں بھی آپ کی زندگی نہایت معصومانہ اور شریفانہ رہی۔ جب سن شعور کو پہنچے تو کسب و معاش کی فکر ہوئی تاکہ چچا ابوطالب پر (جن کی خود بھی کافی اولاد تھی) بوجھ نہ پڑے، تجارت خاندانی پیشہ تھا، اسی کا اپنے لئے انتخاب کیا۔ لیکن سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنا ذاتی کاروبار نہیں کر سکتے تھے، اس لئے اپنی محنت دوسروں کے سرمایہ کے ساتھ لگا کر کام شروع کیا، تھوڑے ہی دنوں میں معاملات میں آپ کی امانت و دیانت، سچائی اور نیک کرداری کی شہرت ہو گئی اور آپ کا لقب ہی ”امین“ پڑ گیا، جس نے آپ کے ساتھ کاروباری معاملہ کیا، اس نے آپ کو ایک فرشتہ صفت انسان اور بالکل نئے قسم کا ایک پاکباز تاجر پایا اور وہ متاثر ہوا۔

مکہ میں قریش ہی کے قبیلہ میں خدیجہ ایک دولت مند بیوہ خاتون تھیں، جن کا اپنا کاروبار بھی تھا اور دوسروں کو سرمایہ دے کر بھی وہ تجارت کراتی تھیں، بڑی صاحب فراست اور نیک فطرت خاتون تھیں، ان سے بھی آپ کو کچھ کاروباری واسطہ پڑا تھا۔ وہ اگرچہ صاحب اولاد تھیں اور ان کی عمر چالیس سال کی ہو چکی تھی اور آپ کی عمر ابھی صرف پچیس سال ہی تھی، اس کے

مقدمہ

صاحب قرآن اور قرآن کا تعارف

بسم الله الرحمن الرحيم

یہ ایک مسلم تاریخی حقیقت ہے کہ اب سے قریباً بیڑھ ہزار سال پہلے پانچویں چھٹی صدی عیسوی میں پوری انسانی دنیا نور ہدایت سے محروم اور روحانیت و اخلاق کے لحاظ سے اندھیر نگری بنی ہوئی تھی، یورپ پر قرون وسطی کا اندھیرا چھایا ہوا تھا، ایران اور اس کے زیر اثر ملکوں میں مزدکیت کا دور دورہ تھا، جس نے اخلاق و شرافت کی حدود کو درہم برہم کر کے انسانوں کو حیوان بنادیا تھا، ہندوستان پورا نیک عہد کی تاریخی میں بھٹک رہا تھا، یہاں ایک طرف تو جمادات و حیوانات بلکہ سانپوں تک کی پرستش ہوتی تھی اور دوسری طرف بیچارے ان انسانوں کے ساتھ جن کو نسلی اور پیدا کنشی طور پر چھوٹ قرار دیا گیا تھا، حیوانوں سے بدتر سلوک ہوتا تھا، وہ انسان ہونے کے باوجود انسانی حقوق سے محروم تھے، جس کے کچھ اثرات اتنا طویل زمانہ گزر جانے کے باوجود اب تک بھی باقی ہیں۔ کم و بیش یہی حال انسانیت کی پستی اور انسانوں کی بے راہروی کے لحاظ سے اس وقت دنیا کے ان دوسرے ملکوں کا بھی تھا جن کی تاریخ معلوم ہے۔

پھر ان سب کے گویا قلب میں جزیرہ نمائے عرب تھا جو یورپ، ایشیا اور افریقہ کے مقام اتصال پر واقع تھا اور اسی لئے پرانے زمانے میں اسے ”دنیا کی ناف“ کہا جاتا تھا، یہ بھی اس دور میں خداوندی ہدایت اور تعلیم و تہذیب کی روشنی سے یکسر محروم تھا، تاریکیوں اور گمراہیوں کے بادل تہ بہ تہ چھائے ہوئے تھے، ایک خدا کو چھوڑ کر بے شمار دیویوں، دیوتاؤں اور ان سے نسبت رکھنے والی پتھر کی مورتیوں کی پوجا ہوتی تھی، ان کے لئے انسانوں تک کی قربانی دی جاتی تھی۔ شہر مکہ کا وہ کعبہ جس کو خدا کے پیغمبر ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے خدا کی عبادت کے مرکز کے طور پر اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا، وہ ایک بڑا بڑا خانہ بن گیا تھا، پورے ملک میں جنگل کا قانون چالو تھا، کوئی حکومتی نظام بھی نہ تھا، انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی، قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا، سنگدلی اور قساوت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ خود اپنے نومولود بچوں کو گڑھا کھود کے زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے، بے شری اور بے حیائی کا یہ حال تھا کہ بہت سے لوگ مادر زاد برہمنہ

کسی سخت دہشت زدہ انسان کا ہو جاتا ہے اور جسم پر لرزہ کی سی کیفیت طاری تھی، آپ آتے ہی پڑ گئے اور گھر والوں سے فرمایا: ”مجھے موٹے کپڑے اڑھا دو، مجھ پر موٹے کپڑے ڈال دو۔!“ (ذملین ذملین) پھر جب حالت کچھ سنبھلی تو بیوی خدیجہ کے دریافت کرنے پر غار میں خدا کے فرشتے کا ظاہر ہونا اور خدا کا پیغام پہنچانا اور اس کا کلام پڑھنا اور اس سلسلہ میں جو کچھ پیش آیا تھا اور آپ ﷺ کے قلب اور روح پر اس کا جو غیر معمولی بوجھ پڑا تھا، وہ سب آپ ﷺ نے بیان کیا اور بتلایا کہ میری یہ حالت اس کے اثر سے ہے۔ خدیجہ جو بڑی صاحب فرست خاتون تھی، انھوں نے پہلے تو خود آپ کو تسلی دی کہ آپ جیسے نیک اور سب کے کام آنے والے بندہ کے ساتھ اس کا خدا جو کچھ کرے گا، وہ بہتر ہی ہوگا، اس کے بعد وہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورثہ بن نوفل کے پاس لے گئی، جو بہت بوڑھے تھے، آنکھوں سے بھی معذور ہو چکے تھے، انھوں نے بہت پہلے اپنی بت پرست قوم کے کیش و مذہب کو چھوڑ کے نصرانیت اختیار کر لی تھی، وہ قدیم آسمانی کتابوں تورات و انجیل کے اچھے عالم بلکہ مترجم بھی تھے، انھوں نے غار حرا کا واقعہ سن کر یقین کے ساتھ کہا کہ تمہارے پاس جو فرشتہ آیا تھا، یہ اللہ کا وہی خاص فرشتہ ہے جو پیغمبروں کے پاس خدا کا کلام و پیام اور اس کے احکام لایا کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے تم کو منصب نبوت پر فائز کیا ہے اور پیغمبری کا کار عظیم تمہیں سپرد کیا جائے گا اور سن لو تمہاری قوم تمہاری دشمن ہو جائے گی اور تم کو جلا وطن کر دے گی، پھر بوڑھے نے حسرت سے کہا کہ کاش! میں اس وقت زندہ و توانا ہوتا اور تمہارا ساتھ دے سکتا! بس یہاں سے محمد ﷺ کے دور نبوت کا آغاز ہوا۔

آپ کا اب تک حال یہ تھا کہ اپنی ذات سے معصوم فطرت اور خادم خلق تھے لیکن خاموشی پسند تھے، اس دور میں عربوں میں شعر و سخن سے دلچسپی عام تھی لیکن آپ ﷺ نے اس میں کبھی کوئی دلچسپی نہیں لی۔ نہ قوم کے سامنے کبھی خطیب اور مقرر بن کے کھڑے ہوئے، کبھی مصلحانہ حیثیت سے بھی کسی تحریکیت اور ہنگامہ خیز کار آپ سے ظہور نہیں ہوا، حتیٰ کہ قوم کی حد سے گزری ہوئی بد اخلاقی و بے راہروی کی اصلاح کے لئے بھی آپ ﷺ نے کوئی تحریک کھڑی نہیں کی اور کوئی پیلٹ فارم نہیں بنایا۔ وحی و رسالت، قیامت و آخرت اور دین و شریعت کے موضوع پر بھی ان پورے چالیس سال میں کبھی آپ سے کچھ نہیں سنا گیا، اگلے پیغمبروں اور ان کی امتوں کے بارے میں بھی اس پورے عرصہ میں اپنی قوم کو آپ ﷺ نے کوئی رہنمائی نہیں دی، الغرض چالیس ۴۰ سال کی عمر تک آپ ﷺ کی زندگی کا ان باتوں سے کوئی تعلق ظاہر نہیں ہوا اور کسی نے ایسی بات آپ سے نہیں سنی جس سے اندازہ کیا جاسکتا

باوجود انہوں نے آپ ﷺ سے نکاح کرنا چاہا اور یہ نکاح ہو گیا۔

اس نکاح کے بعد آپ کو اپنے معاشی مسئلہ کی زیادہ فکر نہیں رہی تو آپ زیادہ وقت خلق اللہ کی خدمت، خاص کر غریبوں، آفت رسیدوں اور ضرورت مندوں کی امداد و اعانت اور علاقہ میں امن و امان کی فضا قائم کرنے پر صرف کرنے لگے۔ زندگی اسی طرح چل رہی تھی اور آپ کی معصومانہ سیرت، نیک روی، غربانوازی اور خدمت خلق کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں عام طور سے آپ کی عظمت اور محبت پیدا ہو گئی تھی اور اس طرح پوری قوم کی غیر رسمی سرداری آپ ﷺ کو حاصل تھی، کہ عمر کے چالیسویں سال میں آپ ﷺ کے اندر ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا ہوئی، دل میں شدت سے یہ داعیہ پیدا ہوتا کہ گھر سے اور آبادی سے دور، سب سے الگ بالکل تنہائی میں عبادت اور دعا و مناجات کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کریں۔ مکہ سے قریباً ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر ایک اونچی پہاڑی ہے، جس کی چوٹی پر پتھر کی بڑی بڑی چند چٹانوں سے گھرا ہوا ایک قدرتی غار ہے جو آج بھی غار حرا کے نام سے معروف ہے، آپ ایک ہفتہ کے لئے صرف زندگی کی ضرورت کے بقدر کھانے پینے کا مختصر سامان لے کر وہاں چلے جاتے اور بالکل یک و تنہا اس غار میں رہتے، ہفتہ میں ایک دفعہ گھر آتے اور پھر اسی طرح کھانے پینے کا مختصر سامان لے کر وہیں چلے جاتے اور سارا وقت توجہ الی اللہ اور تفکر و عبادت میں گزارتے۔ اگرچہ اس وقت خدا کی ذات و صفات کی وہ معرفت آپ ﷺ کو حاصل نہیں تھی جو بعد میں وحی الہی سے حاصل ہوئی۔ اسی طرح طریق عبادت کی بھی کوئی خاص تعلیم آپ کو نہیں ملی تھی، لیکن کسی طالب کو جس کی فطرت سلیم، روح پاکیزہ اور دل نورانی ہو، جس درجہ کی خدا کی مجمل معرفت و محبت اور اس کی رضا جوئی اور حصول قرب کا شوق پیدا ہو جانا چاہئے، وہ یقیناً آپ ﷺ کو حاصل تھا اور اپنے قلبی داعیہ کی رہنمائی کے مطابق آپ ﷺ خدا کی عبادت اور اس کے حضور میں دعا کرتے تھے، یہ سلسلہ کئی مہینہ اسی طرح جاری رہا۔ اسی زمانہ میں ایک نئی کیفیت آپ ﷺ میں یہ بھی پیدا ہوئی کہ آپ ﷺ بکثرت خواب دیکھتے اور جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ اگلے دن واقعہ کی شکل میں سامنے آ جاتا لیکن آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار و اعلان بالکل نہ کرتے۔ یہ عالم بالا کے ساتھ آپ ﷺ کے روحانی رابطہ کا آغاز تھا اور شروع ہونے والے دن کی صبح صادق تھی۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ ایک دن جب کہ غار حرا کے اس مجاہد اور اعتکاف کے تسلسل پر چھ مہینے گزر چکے تھے۔ آپ غار حرا سے اس غیر معمولی حالت میں گھر آئے کہ رنگ پیلا تھا جیسا کہ

اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی بھی قوم کو تعلیم و تلقین کی اور فواحش و منکرات اور بد اعمالیوں اور بد اخلاقیوں سے منع بھی فرمایا اور اس کے برے انجام سے ڈرایا۔ اسی طرح آپ ﷺ قوم کو خرید و فروخت، تجارت و سوداگری اور مالی لین دین اور محنت و مزدوری وغیرہ کے بارے میں بھی خدا کی ہدایت پہنچائیں اور بتایا کہ ان میں یہ طریقے صحیح و جائز اور یہ غلط و ناجائز ہیں۔ کھانے پینے کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے بتایا کہ یہ چیزیں خدا نے حلال اور یہ حرام قرار دی ہیں، پھر آپ نے ان باتوں کو صرف بتا کر اور بیان کر کے نہیں چھوڑ دیا بلکہ یہی آپ کی زندگی کا مشن ہو گیا اور ان سچائیوں کی دعوت اور اپنی قوم عرب کی اور پوری انسانی دنیا کی ہدایت کی فکر آپ پر اس طرح چھا گئی کہ اس سے الگ کسی چیز سے گویا کوئی دلچسپی نہیں رہی، دن رات اسی کی فکر اور جد جہد میں مشغول رہتے اور اسی کے لئے اپنے خدا سے دعائیں کرتے۔ اس راستہ میں آپ ﷺ نے سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں، ماریں کھائیں، اذیتیں برداشت کیں، آپ کا اور آپ ﷺ کے کنبہ کا طویل مدت تک بائی کاٹ کیا گیا، کھانے پینے کی چیزوں کی بھی ناکہ بندی کی گئی لیکن آپ ﷺ نے اپنی دعوت اور جد جہد میں کوئی کمی نہیں کی، مخالفین سے کسی آویزش کے بغیر آپ امکان بھر اپنے کام میں اسی طرح لگے رہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ الحاح سے ہدایت اور رحمت کی دعائیں کرتے رہے۔

قوم میں سے جن لوگوں کی روحوں میں نیکی کا جوہر اور حق کو قبول کرنے کی کم و بیش صلاحیت موجود تھی، وہ ایک ایک دو دو کر کے آپ کی سچائی سے متاثر ہو کر آپ کی دعوت کو قبول کرتے رہے اور پھر وہ بھی مکہ کے شرارت پسند عنصر کے مظالم کا نشانہ بنتے رہے، قریباً دس بارہ سال اسی طرح گزرے۔ اس کے بعد جب وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو مکہ سے باہر نکل جانے پر مجبور کر دیا اور اس کا کوئی امکان نہیں رہا کہ مکہ میں رہ کر دین حق کی دعوت اور بندگان خدا کی ہدایت کی خدمت کا سلسلہ جاری رہ سکے تو آپ ﷺ نے خدا کے حکم سے مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ کو اپنا مستقر اور اپنی دعوت و جد جہد کا مرکز بنالیا، یہاں پہنچ کر کام اور زیادہ جذبہ اور محنت سے ہونے لگا اور خدا کے فضل سے دعوت قبول کرنے کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مدینہ میں آپ کے پیروں اور رفیقوں کی اجتماعیت سے ایک عجیب و غریب قسم کا حکومتی نظم و نسق بھی قائم ہو گیا۔ اس حکومت کی کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی، پولیس نہیں تھی، تھانیدار نہیں تھا، تحصیلدار نہیں تھا، جج نہیں تھا، منصف نہیں تھا، کوئی

کہ آپ ﷺ ان مسائل کی الفب سے بھی واقف و باخبر ہیں۔

لیکن عمر کے اکتالیسویں سال میں غار حرا کے مذکورہ بالا واقعہ کے بعد اچانک آپ ﷺ میں ایک محیر العقول انقلاب پیدا ہو گیا، گویا آپ ﷺ کے قالب میں ایک دوسری روح آگئی اور آپ ایک بالکل دوسرے قسم کے انسان بن گئے۔ اب آپ ﷺ کی خاموشی ٹوٹ گئی اور اپنی قوم سے آپ نے کہا کہ مجھے خدا نے وحی والہام سے نوازا ہے اور اپنی پیغمبری کی خدمت میرے سپرد کی ہے، جیسے کہ کبھی پہلے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ، اسحاقؑ و یعقوبؑ اور پھر عیسیٰؑ کو سپرد کی تھی۔ آپ نے قوم کو بتایا کہ وہ خدا میرا اور ساری کائنات کا خالق و پروردگار ہے، ہر نقص سے پاک اور عظمت و کمال کی ساری صفات کا جامع ہے، صرف وہی عبادت اور پرستش کے لائق ہے، میری، تمہاری اور سب کی موت و حیات اسی کے قبضہ میں ہے، ہر طرح کا بناؤ و بگاڑ اور کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا بھی اسی کے اختیار میں ہے، کسی دوسرے کی یہ شان نہیں ہے، اس کے سوا جن بتوں اور دیوبوں، دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے اور جن کو حاجت روا سمجھا جاتا ہے، ان کے قبضہ و اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، ان کی عبادت اور اللہ کے سوا کسی مخلوق کی بھی عبادت بہت بڑا گناہ اور ناقابل معافی جرم ہے، اس لئے صرف ایک خدا کی عبادت کرو جو معبود برحق ہے، اسی سے لو لگاؤ، اسی سے بھرپور محبت کرو اور اس سے بہت زیادہ ڈرو یہ حکم میرے لئے بھی ہے اور تم سب کے لئے بھی۔

آپ نے قوم کو یہ بھی بتایا اور ان کے دلوں میں اس کا یقین اتار دینے کی پوری کوشش کی کہ یہ دنیا جس میں ہم رہ رہے ہیں، ہمیشہ نہیں رہے گی، جس طرح ہر پید ا ہونے والا آدمی اپنی مقررہ زندگی پوری کر کے مرجاتا ہے، اسی طرح یہ پوری دنیا بھی ایک وقت خدا کے حکم سے فنا کر دی جائے گی، وہ قیامت کا دن ہو گا، پھر خدا ہی اپنی قدرت سے سب کو دوبارہ زندگی بخشنے گا اور ایک دوسرا عالم برپا ہو گا، یہ آخرت کا عالم ہو گا، جس میں سب کو اپنے کئے اعمال کے مطابق جزا یا سزا ملے گی، جنہوں نے دنیا میں خدا کو اور خدا کے احکام کو مان کر پابندی اور نیک کرداری کی زندگی گزاری ہو گی، ان پر خدا کی رحمت ہو گی اور ان کو بھرپور لذتوں اور مسرتوں والی زندگی عطا فرمائی جائے گی اور اس کے برعکس جنہوں نے اس دنیا میں اپنے خالق و پروردگار کو بھلا کر اور اس کے احکام سے بے پروا اور آخرت کے انجام سے بے فکر ہو کر مجرمانہ زندگی گزاری ہو گی، وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بندوں پر اللہ کے حقوق اور بندوں پر دوسرے بندوں کے حقوق اور

خدا کا وہ بندہ کہتا تھا کہ خود مجھ میں کچھ نہیں ہے، میں ایک غریب قریشی عورت کا بیٹا ہوں، پڑھا لکھا بھی کچھ نہیں ہوں۔ میں خدا کی ذات و صفات اور توحید وغیرہ کے بارے میں جو بیان کرتا ہوں، قیامت و آخرت اور دوزخ و جنت کے بارے میں جو بتاتا ہوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق جو احکام دیتا ہوں اور جو کچھ تعلیم و تلقین کرتا ہوں، یہ میرے اپنے فہم و فکر کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ سب میرے اور تمہارے خدا کی طرف سے ہے، اس نے مجھے تمہاری ہدایت و خدمت کے لئے آلہ کار اور وسیلہ بنالیا ہے۔ وہ ایک کلام پڑھ کر سناتا تھا، جو اس تعلیم و ہدایت کا سرچشمہ تھا، اس میں بلا کی تاثیر اور کشش تھی، اگرچہ وہ عربی زبان میں تھا جو پوری قوم کی زبان تھی لیکن وہ بالکل نرالا کلام تھا، خود لانے والے (پیغمبر) کے کلام سے بھی بالکل ممتاز۔ اس کے دشمن بھی اس سے متاثر ہوتے تھے اور اس لئے اس کو ”جادو“ کہتے تھے۔ لیکن وہ کلام سنانے والا کہتا تھا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ کلام میرا نہیں ہے بلکہ خدا کا کلام ہے، اس نے مجھ پر نازل فرمایا ہے، یہ میرے لئے بھی اس کا ہدایت نامہ اور حکم نامہ ہے اور تمہارے لئے اور ساری دنیا کے لئے بھی۔ یہ خدا کی آخری کتاب قرآن ہے۔

وہ قرآن آج بھی جوں کا توں محفوظ ہے اور اس میں غور و فکر کر کے آج بھی سچائی کا ہر طالب یہ یقین حاصل کر سکتا ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام ہر گز نہیں ہو سکتا۔

اس میں صفات الہی اور توحید جیسے مضامین کے بارے میں کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ یقیناً معرفت کا آخری نقطہ ہے، جس تک خدا کی ہدایت و تعلیم کے بغیر کسی ذہین انسان کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی، اسی طرح حیات بعد الموت اور اس قسم کے دوسرے مشکل مسائل پر قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ یقیناً انسانی علم و فکر سے بہت آگے کی چیز ہے۔ پھر انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں، ان کے بارے میں ہر گز نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ کسی انسان اور خاص کر محمد بن عبد اللہ ﷺ جیسے کسی امی اور بالکل نا تعلیم یافتہ انسان کے فہم و فکر کا نتیجہ ہیں۔

الغرض قرآن خود ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ خدا کا کلام اور اس کا نازل کیا ہوا ہدایت نامہ ہے اور اس کے لانے والے اور پیش کرنے والے حضرت محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔ امید ہے کہ اس کتاب۔ ”قرآن آپ سے کیا کہتا ہے“ کا مطالعہ اس سلسلہ میں آپ کا مددگار ثابت ہو گا۔

بھی عہدہ دار نہیں تھا اور سب تھے، یعنی حسب ضرورت ان عہدوں کے سارے کام ہوتے تھے اور آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے والے بندگان خدا صرف اللہ کی رضا اور ثواب کے لئے بغیر کسی تنخواہ اور حکومتی منصب و لقب کے یہ ساری خدمات انجام دیتے تھے۔ نئے طرز کی اس حکومت نے جس کے مؤسس اور سربراہ نبی امی حضرت محمد ﷺ تھے، دنیا کو عملی طور سے دکھا دیا کہ بغیر فوج اور خزانے کے بھی حکومت ہو سکتی ہے اور مقاصد حکومت بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام پاسکتے ہیں۔ دشمن طاقتوں سے اس حکومت کی جنگیں بھی ہوئیں جو دنیا کے لئے مختلف پہلوؤں سے جنگوں کا بہترین نمونہ تھیں اور جن سے بہت کچھ سبق سیکھا جاسکتا ہے۔ مخالف طاقتوں سے معاہدے بھی ہوئے، صلحیں بھی ہوئیں، اس حکومت نے اپنوں پر اور پراپوں پر ٹیکس بھی لگائے اور دنیا کو دکھا دیا کہ ٹیکس کے بارے میں اچھی حکومتوں اور ان کے عوام کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد صرف دس سال آپ اس دنیا میں رہے اور اتنی تھوڑی مدت میں قریب قریب پورا عرب آپ کے لئے مسخر ہو گیا اور آبادی کے بہت بڑے حصہ نے آپ ﷺ کی دعوت و ہدایت کو قبول کر لیا، ہزار ہا ہزار وہ آدمی جو پہلے خدا سے نا آشنا تھے، آخرت اور جزا و سزا کے تصور سے جن کا ذہن بالکل خالی تھا اور ساری عمر انتہائی گمراہیوں اور بد اخلاقیوں میں گزاری تھی، وہ آپ کے فیض صحبت اور تعلیم و تربیت سے ایسے معیاری اور کامل انسان بن گئے کہ طویل انسانی تاریخ ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ افراد ہی نہیں بلکہ کامل انسانوں کی ایک پوری قوم پیدا ہو گئی جس کی مثال چشم فلک نے ان سے پہلے دیکھی تھی، نہ اس کے بعد دیکھی۔

یہ سب کچھ صرف دس سال میں۔ اور مکہ کے ابتدائی دور کو بھی شامل کر لیا جائے تو قریباً قریباً بیس بائیس سال میں ایک ایسے آدمی کے ذریعے ہو گیا جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ الف ب بھی نہیں جانتا تھا، اس کو اچھے، مہذب دانشمند اور خدا پرست انسانوں کی کبھی صحبت بھی نہیں ملی تھی، اس کی زندگی میں چالیس سال کی عمر تک (جو اندرونی جذبات اور رجحانات کے ظہور کا خاص زمانہ ہوتا ہے) کسی قسم کی ہنگامہ پسندی، تحریکیت اور کسی مہم کی قیادت کے جذبہ کی ادنیٰ سی جھلک بھی کسی نے نہیں دیکھی تھی، جو نہ شاعر تھا، نہ خطیب، نہ شاعروں یا مقررین کی کوئی ٹیم اس کے ساتھ تھی، رسالوں، اخباروں اور ریڈیوں کا تو وہ زمانہ ہی نہیں تھا۔ تو سوچنے کی بات ہے کہ اتنا عظیم الشان اور دنیا کی تاریخ میں عدیم المثال یہ انقلاب اس آدمی کے ذریعہ کیسے ہو گیا؟

اور بڑھ جاتا ہے۔

کئی سال پہلے کی بات ہے، رمضان المبارک ہی کے ایک دن قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا، یاد نہیں کون سا مقام تھا، بہر حال اس دن طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی اور دل میں یہ داعیہ بھی اس وقت بڑی شدت سے پیدا ہوا کہ قرآن مجید کی اس دعوت و تعلیم کو قرآن مجید ہی کے دعوتی انداز میں اللہ کے ان بندوں تک پہنچانے کی بھی کوئی کوشش اپنی بساط کے مطابق کی جائے جو پیارے اس سے نا آشنا ہیں۔ اس کی ایک عملی شکل اسی وقت یہ ذہن میں آئی کہ متوسط ضخامت کی ایک کتاب لکھی جائے جس میں قرآنی دعوت و تعلیم کو عنوانات کے تحت اس طرح مرتب کر کے پیش کیا جائے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے اس کا سمجھنا آسان ہو اور اس میں اپنی طرف سے کسی دلیل اور بحث کا اضافہ بالکل نہ کیا جائے، البتہ سمجھنے کے لئے جہاں کچھ تشریح اور وضاحت کی ضرورت ہو وہاں صرف بقدر ضرورت ہی وضاحت اور تشریح کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسی وقت اس کام کے کرنے کی نیت کر لی گئی اور ذہن نے کتاب کا ایک خاکہ بھی بنالیا، آیات کے جمع و انتخاب کا کام بھی شروع کر دیا گیا، جو رمضان المبارک ہی میں ختم ہو گیا۔ اس کے بعد اس تالیف و ترتیب کا کام باقی رہ گیا، اس وقت خیال تھا کہ جم کر اور مسلسل کام کیا جاسکتا تو زیادہ سے زیادہ بس تین چار مہینے میں انشاء اللہ کتاب تیار ہو جائے گی، لیکن ہوا یہ کہ بھی مسلسل چار دن بھی اس کام کو نہیں دیئے جاسکے اور اس کے برعکس ایسا بارہا ہوا کہ یہ ایک دو دن بیٹھ کے اگر کبھی دو چار صفحے اس کے لکھے تو پھر مہینوں اس لکھے ہوئے کو اٹھا کر دیکھنے اور اس پر ایک سطر کا بھی اضافہ کرنے کی نوبت نہیں آئی اور ایک دفعہ تو قریباً دو سال کا عرصہ اس درمیان میں ایسا گزرا جس میں اس کام کو ہاتھ بھی نہیں لگایا جاسکا، الغرض یہ رہی رفتار اس کی تالیف اور تیاری کی۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب مرحلوں سے گزر کر اب یہ کام اس کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے ہے، اس میں جو کمی یا غلطی ہے، اس کا ذمہ دار یہ ناچیز بندہ ہے اور جو خیر و خوبی اور نافعیت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فله الحمد ولله الشکر۔

آخر میں مختصر مختصر چند باتیں کتاب کے بارے میں اور بھی عرض کرنی ہیں:

(۱) جس طرح قرآن مجید اس کے ماننے والے مسلمانوں کے لئے بھی ہے، اسی طرح دوسرے سارے انسانوں کے لئے بھی اور اس ناچیز نے اس کتاب کے لکھتے وقت مسلمانوں کے ساتھ دوسرے عام انسانوں کو بھی سامنے رکھا ہے، اس لئے میری قدرتی خواہش ہے کہ یہ

دیباچہ

(از مولف)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وسلام على عباده المرسلين

یہ واقعہ ہے جس کے اظہار میں ذرہ برابر بھی انکسار اور تکلف کو دخل نہیں ہے کہ اس ناچیز نے قرآن مجید کو موضوع بنا کر کبھی کوئی خاص طالب علمانہ محنت نہیں کی اور اس لئے علوم قرآن میں مجھے کسی قسم کا اور کسی درجہ کا بھی امتیاز اور تخصیص حاصل نہیں ہے، بلکہ پرانے عربی مدرسوں کے عام طالب علموں اور تعلیم یافتوں کی طرح قرآن مجید کا بس ترجمہ اور سادہ مطلب سمجھ لیتا ہوں اور جب توفیق ہوتی ہے تو سمجھ کر تلاوت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اور یہ بھی بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لیکن اس سے بڑا انعام اس رب کریم کا اس عاجز بندہ پر یہ ہے کہ تلاوت کے وقت کبھی کبھی دل کو تاثر و تذکر کی دولت نصیب ہو جاتی ہے اور اس کی یہ برکت ہے کہ قرآن مجید کا کلام الہی ہونا میرے لئے ایک بالکل محسوس حقیقت ہے، گویا جس طرح کسی میٹھی یا نمکین چیز کے کھاتے وقت اپنی زبان و تالو کے احساس کی بنا پر مجھے اس کی شیرینی یا نمکینی کا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ بالکل اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کے وقت کبھی میرے قلب کا جو تاثر اور احساس ہوتا ہے، مجھے اس سے قرآن پاک کے کلام الہی ہونے کا قطعی یقین حاصل ہوتا ہے، ان دونوں یقینوں میں میرے لئے کوئی فرق نہیں ہے، ان میں سے کوئی یقین بھی میرے لئے فکری اور استدلالی نہیں ہے۔ فالحمد لله علیٰ ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

قرآن مجید سے دل کے اس تاثر کا اگرچہ کوئی وقت اور موسم مقرر نہیں ہے، لیکن خاص کر رمضان المبارک میں یہ دولت الحمد للہ زیادہ نصیب ہوتی ہے اور جب بھی اللہ نصیب فرمائے، قدرتی طور پر اس وقت قرآن مجید اور اس کی دعوت و تعلیم کی عظمت کا احساس و یقین

کتاب مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں تک بھی کسی طرح زیادہ سے زیادہ پہنچ سکے، اپنے امکان اور وسائل کی حدود تک یہ عاجز تو انشاء اللہ اس کے لئے کوشش کرے گا، دوسرے حضرات بھی مطالعہ کے بعد اگر کتاب کو اس لائق سمجھیں تو اردو خواں غیر مسلموں تک بھی اس کو پہنچانے کے ذرائع سوچیں اور ان کو بروئے کار لائیں۔

(۲) ناظرین کو یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ قرآنی آیات کے ترجمہ میں لفظی ترجمہ اور نحوی ترکیب کی زیادہ پابندی میں نے نہیں کی ہے، بلکہ ناظرین کی سہولت فہم کا زیادہ لحاظ رکھا ہے، اگر کسی کو لفظی ترجمہ ہی دیکھنا ہو، تو اس عاجز کے خیال میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے اس کی بہت اچھی کفالت کی ہے۔

(۳) جس خاص مقصد کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے چونکہ اس کا اہم تقاضا تھا کہ کتاب کی ضخامت بہت زیادہ نہ ہو، اس لئے قرآن مجید کی دعوت و تعلیم کے سارے گوشوں کو اس میں سمیٹ لینے کی گنجائش نہ تھی تاہم اس عاجز کا خیال ہے کہ اس کا اہم حصہ اس میں سب ہی آگیا ہے اور امید ہے کہ پیش نظر مقصد کے لئے انشاء اللہ یہ کافی ثابت ہوگا۔

آخری گزارش اپنے ناظرین کرام سے

بس یہ ہے کہ وہ کتاب کے لئے مقبولیت و نافعیت کی اور اس کے مصنف کے لئے مغفرت و رحمت کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ اس عاجز و مسکین بندہ کے لئے اللہ کی رحمت کے بعد سب سے بڑا آسر اس کے صاحب ایمان بندوں کی دعاؤں ہی کا ہے۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

کی کھلی نشانیاں مجسم خود دیکھ لو گے اور تمہارا یہ غور و فکر اور مطالعہ ہی یقین و اطمینان کی ٹھنڈک تمہارے دلوں میں پیدا کر دے گا، اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر ذرا پڑھئے قرآن مجید کی یہ آیتیں:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (البقرة: ۱۶۴)

ترجمہ: بلاشبہ آسمانوں و زمین کی ساخت میں اور رات دن کے یکے بعد دیگر آنے میں اور ان کشتیوں، جہازوں میں جو انسانوں کے کام کی چیزیں لے کر دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں اور اس بارش میں جسے اللہ آسمان سے برساتا ہے پھر اس سے زمین کو ایک زندگی بخشتا ہے، بعد اس کے کہ وہ مردہ ہو چکی ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ ہر قسم کے جاندار زمین کی وسعت میں پھیلا دیتا ہے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ان بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر رہتے ہیں (تو ان سب چیزوں میں جن کو سب آنکھوں والے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں) عقل سے کام لینے والے لوگوں کے لئے کھلی نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید نے یہاں آسمان و زمین کی ساخت، رات دن کی آمد و رفت کے مقررہ نظام، سمندروں میں جہازوں کی چلت پھرت، بارش اور اس کے آثار و نتائج، ہواؤں کے تغیرات اور آسمان و زمین کے درمیان ایک خاص نظام کے تحت رہنے والے بادلوں کی طرف اشارہ کر کے انسانوں سے کہا ہے کہ ان چیزوں میں غور کرو، اگر تم عقل سلیم سے کام لو گے تو ان میں کی ہر چیز تمہیں زبان حال سے صاف صاف بتائے گی کہ وہ جو کچھ ہے اور جس حال میں ہے، آپ سے آپ نہیں بنی ہے بلکہ کسی حکیم و خبیر اور کامل قدرت ہستی نے اسے ایسا بنادیا ہے۔ پھر سورہ انعام میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ فَآلِیْ تُوْفِكُوْنَ (الانعام: ۹۵)

ترجمہ: یقیناً اللہ ہے دانے اور گٹھلی کا پھاڑنے والا، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور

خدا کی ہستی!

دین و مذہب کے سلسلہ کی بنیاد اس حقیقت کے ماننے پر قائم ہوئی ہے کہ ہمارا اور ساری کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہی اپنی قدرت اور حکم سے اس سارے جہان کو چلا رہا ہے۔ اگر کوئی شخص اس بنیاد ہی کو نہ مانے تو اس کے نزدیک دین اور دھرم کے سلسلہ کی تمام باتیں بے قوف انسانوں کے ”توہمات“ ہیں۔

بہر حال خدا کی ہستی کا مسئلہ دین و مذہب کا پہلا بنیادی مسئلہ ہے اور کوئی دینی دعوت ان ہی لوگوں کو دی جاسکتی ہے جو پہلے اس بنیاد کو تسلیم کر لیں، مگر چونکہ واقعہ یہ ہے کہ خدا کی ہستی کا علم انسانوں کے لئے خود اپنی ہستی کے علم کی طرح بالکل فطری اور بدیہی ہے، جس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے دنیا کی عام انسانی آبادی ہمیشہ سے اس بنیاد کی ماننے والی رہی ہے، حتیٰ کہ ہمارے اس دور میں بھی جس کو لادینیت اور دہریت کا دور کہا جاتا ہے، انسانوں کی غالب ترین اکثریت خدا کی ہستی کی ماننے والی ہی ہے، اس لئے قرآن مجید نے اپنے دعوت کے سلسلہ میں اس مسئلہ پر براہ راست زیادہ بحث نہیں کی، لیکن پھر بھی جب اس نے اشاروں ہی اشاروں میں اس مسئلہ پر ایسے دلائل و براہین قائم کئے ہیں جو ہر اس شخص کے دل میں خدا کی ہستی کا یقین پیدا کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں جس کے ہوش و حواس صحیح و سالم ہوں اور جس نے اپنے عقل و بصیرت کی آنکھوں کو بالکل پھوڑ نہ لیا ہو۔

ہاں! اس سلسلہ میں یہ ایک بات پہلے سمجھ لینے کی ہے کہ قرآن پاک خدا کی ہستی (اور اسی طرح دوسری ایمانی حقیقتوں) کو منوانے کے لئے منطقیوں کے طریقے پر بحث و مناظرہ نہیں کرتا ہے جس کے مقابلہ میں مخاطب اگر چہ لاجواب ہو جائے، لیکن اس کے دل میں اس سے یقین کی ٹھنڈک پیدا نہیں ہو سکتی، بلکہ قرآن پاک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کی صحیح اور سلیم فطرت سے اپیل کرتا ہے کہ کائنات کا نظام جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، بلکہ تم خود اسی کا ایک جز ہو، اس میں ذرا غور و فکر کرو، تم خود حقیقت کو پا لو گے اور جو تم کو بتلایا جا رہا ہے، اس

اور پھر ان میں سے بعض کو بعض پر ہم مزہ میں فوقیت اور برتری دیتے ہیں، ان سب میں بڑی نشانیاں ہیں عقل سے کام لینے والوں کے لئے۔

قرآن کہتا ہے، زمین جس پر تم چلتے ہو اور جس سے تمہاری غذا پیدا ہوتی ہے، ذرا اس کی اس حالت پر تو غور کرو کہ اسکے باہم ملے ہوئے قطعوں میں بسا اوقات کیسا کیسا فرق ہوتا ہے، ایک زیادہ پیداوار والا ہے دوسرا کم پیداوار والا، ایک مثلاً گیہوں کی کاشت کیلئے زیادہ مناسب ہے اور دوسرا مثلاً کپاس یا اکیک کی کاشت کیلئے۔ پھر کسی ٹکڑے میں انگوڑ کی بیلین ہیں اور ان سے انگوڑ اترتے ہیں اور اسی کے برابر والے دوسرے ٹکڑے میں مثلاً غلہ کا کھیت ہے جس میں سے غلہ پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی کے تیسرے ٹکڑے میں کھجور کے درخت ہیں اور وہ بھی سب یکساں نہیں بلکہ مختلف طرح کے ہیں، الگ الگ اکہرے اکہرے بھی ہیں اور ایک ہی جڑ سے نکلے ہوئے کئی کئی جڑے ہوئے بھی ہیں، پھر حال یہ ہے کہ سب کو ایک پانی ملتا ہے، ایک ہی ہوا لگتی ہے، ایک ہی سورج کی شعاعیں سب پر پڑتی ہیں، اسکے باوجود ان کی ظاہری شکل و صورت کے علاوہ انکے ذائقوں میں بھی کتنا فرق ہے۔ کیا یہ فرق، یہ چھوٹائی بڑائی اور یہ اونچ نیچ آپ سے آپ ہے، کسی ارادہ اور قدرت کے عمل کے بغیر یہ یوں ہی خود بخود ہو رہا ہے؟ ہرگز نہیں! قطعاً زمین کے اس کیفیتی فرق و اختلاف میں اور اسکی پیداوار کی اس رنگارنگی میں عقل و بصیرت سے کام لینے والوں کیلئے کھلی نشانیاں موجود ہیں جن سے وہ حقیقت کے بارے میں یقین حاصل کر سکتے ہیں اور جسکی حکمت و قدرت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اس کو جان سکتے ہیں۔ اور سورہ عبس میں ارشاد ہے:

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۚ أَأَنَّا صَبَّأْنَا الْهَاءَ صَبًّا ۚ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۚ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۚ وَعَيْنًا وَقَضْبًا ۚ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۚ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۚ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۚ (عبس: ۲۴-۳۱)

ترجمہ: انسان ذرا اپنی غذا پر نظر ڈالے اور اس میں غور کرے، ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں، پھر اس زمین کی سطح کو شق کرتے ہیں، پھر ہم اس میں غلہ، انگوڑ، ترکاریاں، زیتون، کھجور کے درخت اور گنجان باغ اور میوے اور جانوروں کے لئے چارہ پیدا کرتے ہیں۔

پس ہماری پیدا کی ہوئی ان غذاؤں کو استعمال کرنے والے انسان کو چاہئے کہ وہ سوچے کہ

مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، یہ سب کچھ کرنے والا اللہ ہی ہے پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو؟

قرآن کہتا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ کسی اتاج کے ایک دانے یا کسی پھل کی گٹھلی کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے، نہ اس دانے یا گٹھلی میں کوئی شعور و احساس ہے، نہ زمین میں، نہ ان میں سے کسی میں ارادہ کی کوئی طاقت ہے، یہ سب چیزیں بالکل بے جان ہیں، لیکن چند دنوں کے بعد کسی نظر نہ آنے والی طاقت کا مخفی ہاتھ زمین کے اندر ہی اندر اس دانے اور گٹھلی کو پھاڑتا ہے اور اس میں سے نہایت نرم و نازک ایک ریشہ نکلتا ہے، پھر وہ اپنے اوپر والی مٹی کی تہوں کو چیرتا ہوا اوپر نمودار ہو جاتا ہے، تو ذرا سوچو کہ مٹی میں دفن شدہ اس بے جان دانے یا گٹھلی کو کس نے پھاڑا؟ کس نے اس میں سے وہ جاندار اکھوا نکالا؟ پھر سوت کے دھاگے جیسے نرم و نازک اس اکھوے نے کس طاقت سے زمین کو چیر ڈالا؟ کیا تمہاری عقل میں یہ آسکتا ہے کہ اس بے جان دانے یا گٹھلی نے یہ سارے کام خود کر لئے، یا بغیر کسی کرنے والے کے آپ سے آپ یہ سب کچھ ہو گیا؟ ہرگز نہیں! یہ سب ایک حکمت و قدرت والی ہستی نے کیا اور وہ ہستی ہے إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْخَيْبِ وَاللَّوَى۔

اور اس کی قدرت صرف بے جان دانے اور گٹھلی ہی کے ساتھ یہ عمل نہیں کرتی ہے، بلکہ اور بھی کتنی بے جان چیزوں سے وہ جاندار چیزیں پیدا کرتا ہے اور اسی طرح کتنی ہی جاندار چیزوں سے بے جان چیزوں کو برآمد کرتا ہے اور تم یہ سب دیکھتے ہو، مثلاً بے جان انڈوں سے جاندار بچوں کا نکلتا بھی دیکھتے ہو اور جانداروں میں سے بے جان مادوں کے برآمد ہونے کا بھی مشاہدہ کرتے ہو۔ خدا کی قدرت کی یہ کیسی کھلی کھلی نشانیاں تمہارے سامنے ہیں، پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیوں اور کدھر بہک رہے ہو؟ اور سورہ مد میں ارشاد ہے:

وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُتَمُجُّرَاتٌ وَجَنَّتْ مِنْ أَعْيَابٍ وَزَرَعَ وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفِضْلٌ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (الرعد: ۴)

ترجمہ: اور دیکھو! زمین میں مختلف قطعے ہیں، جو باہم ملے ہوئے اور پاس پاس ہیں اور انگوڑوں کے باغات ہیں اور غلہ کے کھیت ہیں اور کھجور کے درخت ہیں، ان میں کچھ ایسے ہیں جو جڑ سے دوسرے درخت کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے جو اس طرح جڑے نہیں ہوتے، ان سب چیزوں کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے

إِنِّي اللَّهُ شَنَّكَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (ابراہیم: ۱۰)

ترجمہ: کیا تمہیں اس اللہ کی ہستی میں شک ہے جو تمام آسمانوں و زمین (اور ان کے اندر کی ساری کائنات) کا بنایو والا ہے؟

اس مختصر سے سوالیہ جملہ کے ذریعہ قرآن پاک نے انسانوں کے غور و فکر کیلئے ان کے سامنے زمین و آسمان کی ساری وسعتیں رکھ دی ہیں۔

آنکھوں والا انسان آسمان کو دیکھتا ہے، سورج، ستاروں کو دیکھتا ہے، انکی روشنی اور انکی گرمی یا خشکی کو دیکھتا ہے، زمین کو اپنے نیچے پاتا ہے، اس میں باغات دیکھتا ہے، اس سے پیدا ہونیوالا غلہ اور پھل کھاتا ہے، اس کے خوش رنگ پھول دیکھتا ہے، اور ان کی خوشبو سونگھتا ہے، اس سے پیدا ہونے والی بے شمار چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور انکے عجیب و غریب خواص اور منافع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پھر جب تک کہ اس کی عقل بالکل مسخ نہ ہو جائے وہ یہ نہیں سوچ سکتا کہ یہ سب چیزیں خود اپنے ارادہ اور فیصلہ سے ایسی بن گئی ہیں، وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتا کہ کسی فلسفی یا صانع انسان کی فلسفہ دانی یا کاریگری کے یہ سب کرشمے ہیں، اس کی سلیم عقل و بصیرت اس کے سوا کسی توجیہ کو قبول ہی نہیں سکتی کہ یہ سب کسی حکیم و خیر ہستی کی قدرت اور صنعت کا کرشمہ ہے۔ اور سورہ ذاریت میں ارشاد ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ (الذاریت: ۲۳-۲۴)

ترجمہ: اور یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور خود تمہارے اندر میں بھی موجود ہیں پھر کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا؟

یہاں انسانوں سے کہا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں ہماری قدرت کی جو نشانیاں ہیں، ان کے علاوہ خود تمہارے اندر بھی ہماری نشانیاں موجود ہیں، تم اگر اپنی فطری بصیرت سے کام لو تو خود اپنے وجود اور اپنے نظام زندگی میں غور کر کے یقین حاصل کر سکتے ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان اگر صرف اپنے وجود، اپنے اعضاء اور اپنے نظام زندگی ہی پر غور کرے تو فاطر ہستی کے بارے میں اسے ہرگز کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ وہ اپنی ابتداء کو سوچے، رحم مادر میں میری یہ صورت کس نے بنائی؟ میرے قالب میں یہ روح کہاں سے آئی؟ میری زندگی کے یہ سامان کس نے پیدا کئے؟ میری آنکھ میں روشنی کس نے ڈالی؟ میرے کان

یہ غلہ جس سے تیار کی ہوئی روٹی میں کھاتا ہوں اور یہ ترکاریاں اور یہ طرح طرح کے میوے اور یہ پھل اور ہمارے جانوروں کے کام آنے والے یہ چارے، یہ سب چیزیں کہاں سے آئی ہیں اور کون ان کو پیدا کرتا ہے؟ جس پانی سے یہ سب چیزیں پیدا ہوتی ہیں، وہ کون برساتا ہے اور پھر کس کے حکم اور کس کی قدرت سے زمین کے اندر دبے ہوئے دانوں یا گٹھلیوں سے ان چیزوں کے پودے اگتے ہیں اور بالکل ابتداء میں زمین میں سے ان پودوں کے نکلنے کے لئے کون سطح زمین کو انکے واسطے چیر دیتا ہے؟ تو انسان اگر حقیقت کا طالب بن کر اپنی غذا ہی پر غور کرے گا تو وہ حقیقت کو پالے گا اور غذا کے خالق کا اور اس کی قدرت و حکمت کا اسکو علم ہو جائے گا۔ اور سورہ نحل میں ارشاد ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَذَمِّ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّيْبِ بَيْنَ (النحل: ۶۶)

ترجمہ: اور تمہارے لئے مویشیوں میں بھی غور و عبرت کا سامان ہے، ہم تم کو ان کے پیٹ میں سے خون اور غلیظ فضلہ کے درمیان سے پاک صاف دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لئے بڑا خوشگوار ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ جن مویشیوں کا تم دودھ پیتے ہو، ذرا ان ہی میں تم غور کرو، انکے پیٹ میں خون کی نالیاں ہیں، غلیظ فضلہ کے رہنے کی جگہ اور اسکے راستے ہیں اور کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا ہے کہ ان مویشیوں کے جسم میں سرخ ناپاک خون اور بدبو دار غلیظ فضلہ کی کافی مقدار بھری نہ رہتی ہو، لیکن ان مویشیوں کے جسم کے جن حصوں میں خون اور غلاظت بھری رہتی ہے، اسی کے قریب سے لطیف اور صاف دودھ نکلتا ہے، جس میں نہ خون کے رنگ کا کوئی شائبہ ہوتا ہے اور نہ غلیظ فضلہ کی بدبو کا کوئی اثر، وہ پینے والوں کے لئے کیسا خوشگوار، خوش ذائقہ اور نفیس مشروب ہے، تم خود اسکو جانتے ہو۔ تو ذرا سوچو! کہ یہ کس کی کاریگری ہے؟ کیا جس گائے یا بھینس میں سے یہ دودھ نکلتا ہے، یہ اس کا فعل ہے؟ کیا کسی انسانی عقل نے دودھ کی یہ عجیب و غریب زندہ مشین بنائی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! یہ صرف اس حکیم و خیر ہستی کی قدرت کا کرشمہ ہے، جس نے اس ساری دنیا کو اور تم کو بھی پیدا کیا ہے۔ اور ایک موقع پر سوالیہ انداز میں ”خدا کی ہستی“ ہی کے متعلق نہایت مختصر لفظوں میں کتنی بلیغ اور کیسی تشفی بخش بات کہی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

خدا کی صفات

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، خدا کی ہستی کا علم تو انسانوں کے لئے وجدانی، فطری اور بدیہی علم ہے۔ یعنی صرف اتنی سادی سی حقیقت کہ ہمارا اور اس کائنات کا کوئی پیدا کرنے اور چلانے والا ہے۔ ہر آدمی کیلئے یہ اتنی ہی روشن اور اتنی ہی یقینی ہے جتنی کہ اس کی نظر میں خود اپنی ہستی اور اپنا وجود۔ لیکن آگے یہ بات کہ وہ ہستی کیسی ہے اور اس کی صفات کیا ہیں؟ اگرچہ اس کا جاننا ہمارے لئے ضروری ہے (کیونکہ اسکے بغیر نہ خدا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہم اس کے ساتھ اپنے تعلق کی نوعیت کو جان سکتے ہیں) لیکن انسان بطور خود اس کی دریافت سے عاجز ہے۔ الغرض انسان کیلئے جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے اور جن کا صحیح علم حاصل کرنے میں وہ اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں کی رہنمائی کا محتاج ہے، ان میں سے ایک صفات الہی کا مسئلہ بھی ہے۔

نزول قرآن کے وقت خدا کی ہستی کا عقیدہ تو قریب سب قوموں میں اور سب مذاہب میں موجود تھا، لیکن اس کی صفات کا صحیح تصور کہیں بھی نہیں تھا اور اس بارے میں دنیا بڑی سخت غلطیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھی۔ اس وقت کے بڑے بڑے مذاہب اور ان کی ماننے والی قومیں اور ان کی بنیادی کتابیں آج بھی موجود ہیں، یا کم سے کم ان کے بارے میں گواہی دینے والی تاریخ موجود ہے، تھوڑا سا وقت اور تھوڑی سی محنت صرف کر کے دیکھا جاسکتا ہے کہ خدا کے متعلق ان کے تصورات کتنے غلط اور کتنے پست تھے اور ان مذہبوں یا فلسفوں کے ماننے والے جواب تک دنیا میں موجود ہیں، وہ صفات الہی کے بارے میں کیسی کیسی گمراہیوں میں آج تک بھی مبتلا ہیں۔ بہر حال قرآن مجید نے اپنی دعوت و تعلیم کے ذریعے اقوام و مذاہب کے جن سنگین غلطیوں کی اصلاح اور تصحیح کی ہے، ان میں سے ایک صفات الہی کا مسئلہ بھی ہے۔

قرآن مجید نے اس بارے میں جو کچھ دنیا کو بتایا ہے، اس کی صحیح قدر و قیمت جاننے کے لئے

کے پردوں میں آوازیں سننے کی قابلیت کس نے رکھ دی؟ میری ناک کے غدودوں کو خوشبودار اور بدبودار کا یہ احساس کس نے دیا؟ میری زبان اور میرے تالوں میں یہ چٹخارہ اور ذائقہ کس نے رکھ دیا جس سے کھانے پینے کے سارے لطف ہیں؟ اور مجھے یہ گویائی کی قوت کس نے دی؟ کیا میرے ساتھ یہ مہربانیاں میری ماں نے کیں؟ میرے باپ نے کیں؟ کیا میرے ان کاموں کے لئے کسی ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی گئیں؟ کیا میں نے خود اپنے آپ کو ایسا بنالیا؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے اور یہ سوچنا تو اور بھی زیادہ غلط ہو گا کہ میں اپنے یا کسی اور کے ارادہ کے بغیر ہی آپ سے آپ ایسا بن گیا۔ پس حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک بڑی حکیم و خبیر اور بڑی کامل القدرت ہستی نے مجھے پیدا کیا ہے اور یہ سب مہربانیاں میرے ساتھ اُسی نے اور صرف اُسی نے کی ہیں۔

فتبارك الله احسن الخالقين

کے وقت اپنے غیظ و غضب کی تسکین کیلئے لوگوں پر بے حساب تباہیاں اور بربادیاں نازل کرتا ہو اور رحم اور درگزر سے اس کی فطرت خالی ہو۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ان سب گمراہیوں کی بلکہ انکے علاوہ اور بھی جو گمراہیاں خدا کی صفات کے بارے میں اقوام و مذاہب میں تھیں (اور اسی طرح جو آج بھی ہیں) ان سب کی یا کم از کم ان میں سے اکثر کی اساس و بنیاد صرف یہ ہے کہ دنیا کی نظر میں سب سے بڑی چیز بادشاہی تھی اور سب سے بڑی ہستیاں بادشاہوں کی تھیں، اس لئے جو باتیں اور جو صفتیں بادشاہوں میں ہوتی تھیں، ان ہی کو زیادہ بڑے اور اونچے پیمانے پر خدا میں مان لیا گیا تھا اور الوہیت کو شامیت سمجھنے کے اس مغالطے ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ خدا کا تصور عام طور سے بس قہر اور غضب اور جلال و جبروت ہی کے ساتھ کیا جاتا تھا اور اس کو دہشت اور خوف ہی کی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس سے بس ڈرا ہی جاتا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے نزول قرآن سے کئی صدیاں پہلے اسی غلطی کی اصلاح کیلئے اللہ کی صفت رحمت پر بہت زیادہ زور دیا، اور اسکو سمجھانے کیلئے (جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے) باپ کی محبت و شفقت کی تمثیل و تعبیر سے کام لیا لیکن کچھ مدت کے بعد ان کی ماننے والی امت کی تجروی نے اسی سے ابنیت اور کفارہ کے عقیدے پیدا کر لئے۔ بہر حال مسیحی امت میں ابنیت اور کفارہ کے عقیدے صفات الہی کے غلط تصور ہی سے پیدا ہوئے۔

الغرض خدا کی صفات کے بارے میں اس قسم کی غلطیوں اور گمراہیوں میں نزول قرآن کے وقت دنیا کی عام قومیوں اور امتیں مبتلا تھیں۔ اب ذرا دیکھئے کہ قرآن نے آکر اس بارے میں دنیا کو کیا بتلایا۔

سورہ فاتحہ جس سے قرآن مجید شروع ہوتا ہے، اس میں سب سے پہلے خدا کی صفات کی رونمائی اس طرح کرائی گئی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مُلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝
(الفاتحہ: ۳۱)

ترجمہ: ساری حمد و ستائش اس اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سب کائنات کا پروردگار ہے۔

بہرحمت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ جزاء اور انصاف کے دن کا مالک ہے۔

پہلی صفت (رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) نے یہ بتلایا کہ کائنات کے ساتھ خدا کا تعلق صرف یہی نہیں ہے کہ وہ اس کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے، بلکہ پیدا کرنے کے بعد جس کو جو کچھ بھی مل رہا ہے اور

بلکہ اسکو سمجھنے کے لئے بھی کم از کم اجمالاً ہی یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ دنیا کے اقوام و مذاہب نزول قرآن کے وقت خدا کی صفات کے بارے میں کیسی غلط فہمیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے اور خدا کو کیسا سمجھتے تھے؟

تفصیل تو ان مذاہب کی تاریخ سے متعلق کتابوں ہی میں دیکھی جاسکتی ہے، یہاں تو ہم بس ان چند اصولی گمراہیوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں نزول قرآن کے وقت خدا کو ماننے والی دنیا عام طور سے مبتلا تھی۔

بہت سی قومیں اس دنیا کو ایک خدا کی پیدا کی ہوئی دنیا ماننے کے باوجود اس وہم میں مبتلا تھیں کہ جس طرح دنیا میں ایک بادشاہ یا راجہ ہوتا ہے لیکن ملک اور حکومت کے کام زیادہ تر وہ خود نہیں کرتا بلکہ اسکے وزراء اور دیگر ماتحت لوگ کرتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں کرتے ہیں اسی طرح خدا کا بھی معاملہ ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب براہ راست خدا خود نہیں کرتا بلکہ اسکی مقرب کچھ اور روحانی ہستیاں (دیوی دیوتا) ہیں جن کو اس نے بہت سے کام اور بہت سے اختیارات سپرد کر رکھے ہیں اور ان کاموں کو وہی انجام دیتے ہیں اور اسی لئے لوگوں کی بھلائی یا برائی کا تعلق عملی طور پر ان ہی دیوتاؤں کی خوشی یا ناخوشی سے ہے۔

نیز اسی قسم کی گمراہیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس طرح دنیا کے بادشاہوں، راجاؤں، مہاراجوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ بعض لوگوں سے رشتہ قرابت کا یا پیار و محبت کا ایسا تعلق ہوتا ہے کہ وہ ان کی کسی خواہش اور کسی سفارش اور کسی بات کو رد نہیں کر سکتے بلکہ جو وہ چاہیں وہی کرنا پڑتا ہے، اسی طرح معاذ اللہ! خدا کا بھی بعض خاص ہستیوں سے ایسا تعلق ہے، جو وہ خدا سے کرنا چاہیں وہ خدا کو چار و ناچار کرنا ہی پڑتا ہے۔ بعض قوموں کی گمراہی یہ تھی کہ وہ خدا کا تصور مادی شکل و صورت اور مادی صفات کے ساتھ کرتی تھیں اور سمجھتی تھیں کہ مثلاً غم و مسرت اور رنج و راحت جیسے طبعی حالات جو انسانوں پر آتے ہیں، یہ سب خدا پر بھی آتے ہیں اور انسانوں پر ان حالات کے جو اثرات پڑتے ہیں وہی خدا پر بھی پڑتے ہیں، اور انسان ان حالات سے متاثر ہو کر جیسے کام کرتا ہے ویسے ہی افعال اللہ تعالیٰ سے بھی سرزد ہوتے ہیں۔

عام مشرک اور بت پرست قوموں کے خیالات خدا کے بارے میں کچھ ایسے ہی تھے اور ان کے شرک کی بنیاد ان ہی غلط اور گمراہانہ خیالات پر تھی۔

ان کے علاوہ بعض قومیں خدا کو قہر و غضب اور جلال و جبروت سے بھرپور ایک ایسے مطلق العنان بادشاہ کی طرح سمجھتی تھیں جس کا کوئی اصول اور آئین نہ ہو اور جو غصہ اور ناراضی

کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں ہے، اس لئے اس قسم کے کسی بھی اہم مسئلہ میں اس نے اختصار اور کفایت سے کام نہیں لیا ہے اور بلا مبالغہ ہزاروں جگہ۔ واقعاً ہزاروں جگہ۔ اس میں خدا کی صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے، چند آیتیں ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں۔ ناظرین کی سہولت کے لئے ہم صفات کے عنوانات قائم کر کے ان کے متعلق آیات درج کریں گے۔

اللہ تعالیٰ علیم کل ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں

قرآن کریم بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چھوٹی بڑی اور کھلی چھپی چیز کا علم ہے، وہ سب دیکھتا اور سنتا ہے، وہ ہر ایک کے قریب اور ہر ایک کے ساتھ ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (آل عمران: ۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (علیم کل ہے)، زمین اور آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

یہی بات کچھ اور اضافہ کے ساتھ سورہ انعام میں یوں بیان فرمائی گئی ہے:

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمُوتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُُونَ (الانعام: ۳)

ترجمہ: اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں اور زمین میں (یعنی زمین و آسمان کی ساری کائنات کا وہی خدا ہے، وہی مالک اور رب ہے)، وہ تمہاری چھپی اور کھلی سب باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اسکو اس کا بھی پورا علم ہے۔

نیز اسی سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کی اسی صفت کو آگے ایک آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

عَلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْحَمِيدُ (الانعام: ۷۳)

ترجمہ: وہ غیب اور شہادت سب کا جاننے والا ہے اور (اس علم کل کے ساتھ) حکمت بھی رکھتا ہے اور ہر چیز اور ہر بات سے ہر وقت باخبر رہنے والا ہے۔

اور سورہ قصص میں یہی مضمون اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

جس طرح بھی اس کی پرورش ہو رہی ہے، وہ سب براہ راست اسی کی طرف سے ہے، وہی سب کی تربیت اور پرورش کر رہا ہے، حتیٰ کہ درختوں کو بظاہر ہوا، پانی اور زمین سے جو غذا ملتی ہے، جس سے ان کی حیات اور ان کا نشوونما ہے اور بچہ کومان کے پستانوں سے جو دودھ ملتا ہے، تو یہ سب بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی ربوبیت ہے اور اصل دینے والا وہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے کہ خود پیدا کر کے اور جو دیکے پرورش (یعنی ضروریات مہیا کرنے کا کام) کسی اور کے سپرد کر دیا ہو، بلکہ جس طرح پیدا کُنش اسی کے پیدا کرنے سے ہے، اسی طرح سب کی پرورش بھی اسی کی طرف سے ہو رہی ہے اور اس کی ربوبیت اور پروردگاری کا کائنات کے ہر ذرہ سے براہ راست تعلق ہے۔

دوسری اور تیسری صفت (الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ) نے بتلایا کہ جس خدا کو لوگوں نے صرف قہار اور جبار سمجھ رکھا ہے وہ تو بے حد رحمت والا نہایت ہی مہربان ہے اور مخلوق کو وجود بخشنا اور پھر اس کی پرورش کرنا اور اس کی ضروریات مہیا کرتے رہنا اسکی رحمت ہی کا کرشمہ ہے اور رحمت کی صفت اس میں اتنی ہے کہ اس کے بیان کرنے کے لئے ”الرَّحْمَنُ“ کہنے کے بعد ”الرَّحِيمُ“ کہنے کی بھی ضرورت ہے۔

چوتھی صفت (مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ) نے بتلایا کہ سب کا پروردگار اور رحمن و رحیم ہونے کے ساتھ وہ عادل اور انصاف کرنے والا بھی ہے اور اسکی اس صفت کا پورا پورا ظہور اس دن ہو گا جو خالص انصاف اور جزاء و سزا ہی کا دن ہو گا، گویا اس صفت کو بیان کر کے سب کو خبردار کر دیا گیا کہ اس کی پروردگاری اور انتہائی رحمت اور مہربان کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ وہ مجرموں کو بھی سزا نہ دے گا اور اس ماں کی طرح جو نالائق بیٹے پر بھی پیار کرنے پر اپنی مامت سے مجبور ہوتی ہے، مجرموں اور نافرمانوں پر بھی وہ رحمت ہی کرے گا۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ رب اور الرحمن اور الرحیم ہونے کے ساتھ وہ جزا و سزا دینے والا بھی ہے اور ایک آنے والے دور میں اسکی اس صفت کا ایسا ظہور ہونے والا ہے کہ وہ پورا دور ہی صرف جزا و سزا کا دور ہو گا یعنی وہ دنیا نہ کھانے کمانے کی دنیا ہو گی، نہ عبادت کرنے کی دنیا ہو گی، بلکہ صرف جزا و سزا اور انصاف وعدالت کی دنیا ہو گی۔ اسی لئے اسے ”یوم الدین“ کہا گیا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے بالکل ابتدائی ان چھوٹے چھوٹے تین بولوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو کچھ بیان کر دیا ہے، اگر غور کیا جائے اور اسکی گہرائیوں میں اترا جائے تو صرف اتنا بھی ناکافی نہیں ہے، لیکن قرآن پاک چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہدایت ہے اور اسکے بعد

آتے ہیں، ہم ان کو بھی جانتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

اور سورہ مجادلہ میں بندوں کے ساتھ اپنے اسی قرب و معیت کا بیان اس طرح فرمایا:

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَاسِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آخِزٍ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرُ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا (المجادلہ: ۷)

ترجمہ: کہیں نہیں ہوتا تین کا خفیہ مشورہ مگر اللہ ان کا چوتھا وہاں ہوتا ہے اور نہ پانچ کا مگر اللہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم کا نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔

اور سورہ نساء میں ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو آدمیوں سے شرم کرتے ہیں، لیکن اللہ سے شرم نہیں کرتے، فرمایا گیا:

يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ (النساء: ۱۰۸)

ترجمہ: وہ شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے ہیں اللہ سے، حالانکہ وہ ہر حال میں اور ہر وقت ان کے ساتھ ہے۔

ان آیات کے علاوہ قرآن پاک نے اتنے مقامات پر کہ ان کا شمار کرنا بھی آسان نہیں، اللہ تعالیٰ کی اسی علم کُل کی صفت کو علیم، خبیر، بصیر، شہید، محیط کے الفاظ سے بیان کیا ہے، ان تمام آیات کا حاصل بھی یہی ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے، ذرہ ذرہ کو اس کا علم محیط ہے، کوئی چیز اور کسی کا کوئی عمل اور کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اللہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور علم کُل کی طرح اس کے کمال قدرت کو بھی قرآن پاک نے طرح طرح سے اور اتنے مقامات پر بیان کیا ہے کہ اس سلسلہ کی آیات کا بھی شمار کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

”إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ اور ”وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ قرآن مجید کی وہ آیتیں ہیں جن کو موقع بہ موقع پچاسوں جگہ دوہرایا گیا ہے اور بہت سے مقامات پر اس کی قدرت کے کمال کو دوسرے عنوانات سے بیان فرمایا گیا ہے، ذرا ذیل کی آیات پڑھئے:

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْخِزْيُ فِي الْأَوَّلَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (القصص: ۷۰ تا ۷۹)

ترجمہ: اور تمہارا رب جانتا ہے ان رازوں کو بھی جو وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان باتوں اور ان کاموں کو بھی جو وہ علانیہ کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، اسی کے لئے ساری حمد اور ستائش ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کے ہاتھ میں حکم ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کے جانا ہے۔

سورہ یونس میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِغْثَالٍ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (يونس: ۶۱)

ترجمہ: اور تم کوئی کام نہیں کرتے مگر یہ کہ ہم تمہارے پاس اس وقت موجود ہوتے ہیں جب تم اس میں لگے ہوتے ہو (یعنی تم جو کچھ بھی کرتے ہو ہماری آنکھوں کے سامنے کرتے ہو اور تم اگرچہ نہیں دیکھتے مگر ہم وہیں موجود ہوتے ہیں اور سب کچھ دیکھتے ہیں) اور زمین و آسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز بھی تمہارے رب سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

اور بندوں سے اپنا قرب بیان فرمانے کے لئے سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۚ (البقرہ: ۱۸۶)

ترجمہ: اور اے پیغمبر! جب میرے بندے تم سے میرے بابت دریافت کریں، تو (انہیں بتاؤ کہ) میں ان سے قریب ہی ہوں۔

اور سورہ بقرہ میں فرمایا گیا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۚ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق: ۱۶)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو وسوساں اور خیالات

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا (فاطر: ۴۴)

ترجمہ: اللہ نہیں ایسا کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز اس کے بس سے باہر جاسکے، وہ سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

بہر حال قرآن مجید خالق ہستی کے متعلق جو کچھ لوگوں کو بتانا چاہتا ہے اور اسکی جن صفات سے انسانوں کو خاص طور سے روشناس کرانا چاہتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی قدرت وسیع اور بے انتہا ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور اپنے کسی ارادہ کو پورا کرنے میں وہ نہ کسی کی مدد کا محتاج ہے اور نہ اسے آلات و اسباب کی ضرورت ہے، وہ صرف اپنی مشیت کے اشارہ سے اور صرف اپنے ارادہ اور فیصلہ سے سب کچھ کر سکتا ہے۔

وہی سب کا خالق و رازق اور پروردگار کار ساز ہے

اور وہی اپنے حکم سے اس کارخانہ ہستی کو چلا رہا ہے

قرآن مجید بڑے زور کے ساتھ اور بڑے تفصیل سے یہ بھی بتلاتا ہے اور دلوں میں اس کا یقین پیدا کرنا چاہتا ہے کہ ساری کائنات کو پیدا اور نیست سے ہست بھی خدا نے کیا ہے اور وہی اس کارخانہ عالم کے سارے نظام کو بلا شرکت غیرے چلا رہا ہے۔ زندگی اور رزق وغیرہ، زندگی کے جو سامان جس کو مل رہے ہیں، وہ اللہ ہی دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں نہ زندگی ہے نہ زندگی کی ضروریات اور نہ اس کا سامان ہے، بلکہ وہی جس کو جب تک جتنا دینا چاہتا ہے، دیتا ہے اور جس کو دینا نہیں چاہتا، نہیں دیتا۔

قرآن مجید کا کافی حصہ اسی مضمون سے متعلق ہے، چند آیتیں اس سلسلہ کی بھی یہاں پڑھ لیجئے۔ سورہ اعراف میں فرمایا:

اِلٰلٰهَ الْحَقُّ وَالْاَمْرُ ۚ تَبٰرَكَ الَّذِیْ رَّبُّ الْعٰلَمِیْنَ (الاعراف: ۵۴)

ترجمہ: سن لو! اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم چلانا، بابرکت ہے اللہ جو پروردگار ہے ساری کائنات کا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ اِنْ یَّشَآءْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ وَمَا ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ (ابراہیم: ۲۰ تا ۱۹)

ترجمہ: کیا تم نہیں دیکھتے، نہیں جانتے کہ اللہ نے بنائے آسمان و زمین ٹھیک ٹھیک جیسا کہ چاہئے تھے (اور اس میں یہ قدرت ہے کہ) اگر چاہے تو فنا کر دے تم کو اور لے آئے (تمہاری جگہ) نئی مخلوق اور اللہ کے لئے یہ ذرا بھی مشکل نہیں۔

اسی کو سورہ نساء میں یوں فرمایا گیا:

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ ۚ وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا (النساء: ۱۳۱ تا ۱۳۲)

ترجمہ: اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ کافی ہے کار ساز، اے لوگو! وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے اور اللہ کو اس پر پوری قدرت ہے۔

اور سورہ انعام میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ اَرَاَیْتُكُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِہِ (الانعام: ۴۶)

ترجمہ: اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ بتاؤ اگر اللہ تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے، تو کون خدا ہے، اس کے سوا جو تمہیں یہ چیزیں لادے۔

اور سورہ یس میں اس کی قدرت کی کچھ نشانیاں ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

اِیْمًا اَمْرًا ۚ اِذَا اَرَادَ شَیْءًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝ فَنَسُْبْحَنَ الَّذِیْ یَبْدِیْہٖ مَلٰکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (یس: ۸۲ تا ۸۳)

ترجمہ: اس کا معاملہ یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو بس کہتا ہے کہ ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے، پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

سورہ فاطر میں فرمایا:

اور سورہ ابراہیم میں فرمایا:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۖ وَآتَاكُم مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۖ وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (ابراہیم: ۳۲-۳۴)

ترجمہ: اللہ ہی وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا آسمان سے پانی، پھر پیدا کئے اس کے ذریعے غلے اور میوے تمہاری روزی کے لئے اور تمہارے قابو میں کیا کشتیوں کو کہ اسکے حکم سے (تمہارے کاموں میں) سمندر میں رواں دواں رہتی ہیں اور اس نے تمہارے کام کے لئے بنایا نہروں ندیوں کو (جن میں تم اپنی کشتیاں دوڑاتے ہو اور انکے پانی سے اپنے بہت سے کام کرتے ہو) اور اس نے تمہارے کام میں لگایا ہے سورج اور چاند کو جو براہِ ایک نظام کے مطابق چلتے رہتے ہیں (اور جن سے تمہارے بہت سے منافع وابستہ ہیں) اور اسی نے تمہارے کام کے لئے بنایا ہے دن اور رات کو (یعنی اس نے دن اور رات کا نظام ایسا قائم کیا جیسا کہ تمہاری ضروریات اور مصالح کا تقاضا تھا اور صرف یہی چیزیں تمہاری ضروریات کی اس نے نہیں بنائی ہیں، بلکہ انکے علاوہ بھی جو تمہاری زندگی کی ضروریات تھیں) اور زبان حال یا زبانِ قال سے جو کچھ تم نے اس سے مانگا، اس میں سے تم کو اس نے دیا اور (اس کے اسی فضل و کرم سے تمہاری زندگی کا نظام چل رہا ہے اور تم پر اس کے اتنے احسانات ہیں کہ اگر تم شمار کرو تو نہ کر سکو گے، واقعہ یہ ہے کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکر ہے۔

اور سورہ مومنوں میں فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۖ وَهُوَ الَّذِي خَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۖ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (المؤمنون: ۷۸-۸۰)

اور سورہ زمر میں فرمایا:

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۖ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط (الزمر: ۶۲ تا ۶۳)

ترجمہ: اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا ذمہ دار ہے، زمین و آسمان (کے خزانے اور ان) کی کنجیاں اسی کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔

اور سورہ روم میں مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ط هَلْ مِنْ شَرٍّ كَلِمَ كَمْ مَن يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ط سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (الروم: ۴۰)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور وہی تمہارا رازق ہے، پھر (وقت آنے پر) وہی تم کو موت دے گا اور پھر تم کو وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے ان شریکوں (جن کو تم عبادت اور دعا میں خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو) کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے۔ پاک ہے وہ اللہ اور برتر ہے ان کے شرک سے اور شریکوں سے۔

اور سورہ شوریٰ میں فرمایا:

فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَنْدَرُوكُمْ فِيهِ ط لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۖ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ط إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الشوریٰ: ۱۲ تا ۱۱)

ترجمہ: وہ اللہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے، اسی نے تم میں سے تمہارے واسطے جوڑے بنائے اور چوپایوں میں سے جوڑے بنائے، وہی تمہیں زمین میں پھیلا اور بڑھا رہا ہے، نہیں ہے اس کی مثال کوئی، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (سب کی سنتا اور سب کو دیکھتا ہے) زمین و آسمان (کے خزانے اور ان) کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، جسے چاہتا ہے، روزی میں وسعت دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے، تنگی کرتا ہے، وہ سب کچھ خوب جانتا ہے۔

اسکی پرورش سے فیضاب ہیں۔ آسمان وزمین میں عظمت و کبریائی بھی صرف اسی کیلئے ہے اور وہ زبردست اور ہر کام اور فیصلہ حکمت سے کرنے والا ہے۔
وہی ساری کائنات کا بادشاہ اور فرماں روا ہے، سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے

یہ بھی قرآن مجید کے ان مضامین میں سے ہے جن کو اتنی کثرت سے بیان کیا گیا ہے کہ شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ صرف نمونہ کے طور پر ذیل کی چند آیتیں پڑھ لیجئے! ارشاد ہے:

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تُؤْتِي الْمَلِكَ مَن تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مَن تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (آل عمران: ۲۶)

ترجمہ: کہو! اے اللہ سارے ملک اور ساری کائنات کے مالک! تو ہی ہے جس کو چاہے حکومت و بادشاہت دے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے تو چاہے عزت دے اور جسے چاہے رسوائی اور ذلت دے، ہر خیر اور ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی قبضہ اور اختیار میں ہے (اور صرف خیر اور بھلائی ہی نہیں بلکہ) ہر چیز (بھلی ہو یا بری) تیری قدرت میں ہے۔

اور سورہ توبہ میں فرمایا گیا:

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُعْطِي وَيُمِيتُ ۖ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۱۶﴾ (التوبہ: ۱۱۶)

ترجمہ: بیشک اللہ اور صرف اللہ ہی کی فرمانروائی اور بادشاہت ہے آسمانوں وزمین میں، وہی زندگی دیتا ہے وہی مارتا ہے اور اس کے سوا کوئی بھی تمہارا حمایتی اور مددگار نہیں ہے۔

اور سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا:

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (المائدہ: ۱۲۰)

ترجمہ وہی اللہ ہے جس نے تمہارے (سننے کے لئے) کان، (دیکھنے کیلئے) آنکھیں اور (سوچنے سمجھنے کیلئے) دل پیدا کئے (مگر) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور وہی ہے جس نے تم کو (اس زندگی میں) زمین میں پھیلایا اور بڑھایا ہے اور (یہاں سے جانے کے بعد) تم سب اسی کی طرف لے جائے جاؤ گے اور وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے (یعنی اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا نظام ہے) اور اسی کا کام ہے رات دن کا الٹ پھیر اور یکے بعد دیگرے ان کی آمد و رفت، تو کیا تم عقل و خرد سے بالکل کام نہیں لیتے (اور نہیں سوچتے کہ تمہارا رویہ اس خالق و مالک اور محسن کے ساتھ کیا ہونا چاہئے) اور سورہ مومن میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَصَوَّرَكُمُ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ۖ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَتَذَكَّرُ أَنَّ اللَّهَ رَبُّ الْعَالَمِينَ (المومن: ۶۴)

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کو مستقر بنایا اور آسمان کو چھت کی طرح بلند کیا اور اس نے تمہاری صورت گری کی ایسی اچھی صورتیں بنائیں اور نفیس نفیس غذاؤں سے تمہیں رزق دیا، وہی اللہ تمہارا رب ہے، بڑی برکت اور عظمت والا ہے، جو ساری کائنات کا پروردگار ہے۔

اور سورہ انعام میں فرمایا:

قُلْ أَغْيَرُ اللَّهُ أَيْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۖ (الانعام: ۱۶۴)

ترجمہ: کہو! اللہ کے سوا کسی اور کو میں اپنا رب بناؤں، حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے اور اس کی طرف سے سب کی پروردگاری ہو رہی ہے۔

اور سورہ جاثیہ میں ارشاد فرمایا:

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمُوتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾ وَلَهُ الْكِبَرِيَّاتُ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجاثیہ: ۳۷ تا ۳۸)

ترجمہ: پس ساری حمد و ستائش صرف اللہ ہی کیلئے ہے (اور اسکے سوا کسی کیلئے حمد سزا وار نہیں، کیونکہ تنہا وہی ہے) جو زمین و آسمان اور ساری کائنات کا رب ہے اور سب

اور سورہ فرقان میں اللہ کی لاشریک حکومت و بادشاہی اور اولاد سے بھی اس کی پاکی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

ترجمہ: وہ اللہ جس کی بادشاہی اور جس کا راج ہے آسمان وزمین میں اور اس نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا اور کوئی نہیں اس کا شریک حکومت اور بادشاہت میں۔

کسی اور کے اختیار میں کچھ بھی نہیں

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِيكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۖ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (الاحزاب: ٤٤)

ترجمہ: اے نبی! آپ ان مشرکوں سے کہئے: بتاؤ! وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے

اور سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کی اسی ہمہ گیری بادشاہت اور قدرت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

ترجمہ: اللہ ہی کی حکومت اور اسی کا راج ہے آسمانوں اور زمین میں، پیدا کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹھاتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹھ کر عطا کرتا ہے، یا ان دونوں صنفوں کو کور و ناٹ کو جمع کر دیتا ہے اور رکھتا ہے جسکو چاہتا ہے بے اولاد، وہ سب کچھ جاننے والا اور پوری قدرت والا ہے۔

اور سورہ مومنوں میں فرمایا:

ترجمہ: پس عالیشان اور برتر ہے وہ ہستی جو حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، عرش عظیم کا مالک ہے۔

اور سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کی شان اور بندوں پر اسکے انعامات تفصیل سے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْعٍ ۖ إِنَّ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۖ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝١٣ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝١٤ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝١٥ وَمَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ (فاطر: ١٣-١٥)

غائب ہو جائے (یعنی اللہ اسے بالکل غائب اور معدوم کر دے) تو کون تمہارے لئے زمین کے سوتے کا پانی لا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے،

گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنیوالا ہے

جیسا کہ چند ورق پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ خدا کے بارے میں بہت سی قومیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہیں کہ انہوں نے اس کو ایک جلالی شہنشاہ سمجھا جو قہر و غضب سے بھرپور ہے اور جس کو راضی اور خوش کرنا بڑا ہی مشکل ہے، گویا عام انسانوں کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور جس کے پاس گنہگار اور خطاکار بندوں کے لئے بس لعنت ہی لعنت ہے اور غضب ہی غضب اور عذاب ہی عذاب ہے۔

اور اگر وہ رحیم اور مہربان ہے بھی تو اس کی رحمت اور مہربانی بس کسی خاص خاندان یا خاص نسل اور قوم کیلئے محدود ہے، باقی ساری دنیا کیلئے وہ بڑا سخت اور جبار و قہار حاکم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ خدا کے بارے میں یہی غلط فہمی اور گمراہی بہت سی قوموں کے شرک کا سبب بنی ہے، انہوں نے اپنے کو دیکھا کہ ان کی زندگی گناہوں سے پاک نہیں ہے اور اس دنیا میں نیکی اور پاکی والی زندگی گزارنا گویا ان کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور اپنی جہالت سے انہوں نے سمجھا کہ خدا ایسا سخت گیر اور جلالی ہے کہ خطاکاروں اور گنہگاروں پر وہ ہر گز رحم اور مہربانی نہیں کر سکتا، اس لئے وہ خدا کی طرف سے تو بالکل ناامید ہو گئے اور شیطان نے ان کے کان میں پھونکا کہ خدا کی مخلوق میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جو اپنی نیکی اور پاکی کی وجہ سے اللہ کی بڑی مقرب اور بڑی پیاری ہیں اور اللہ نے انہیں بھی بہت کچھ اختیار دے رکھا ہے اور ان میں خدا کا سا جلال اور غصہ بھی نہیں ہے اور انہیں راضی کرنا خدا کی طرح زیادہ مشکل بھی نہیں ہے، اس لئے ان کے دامنوں میں تم جیسے گنہگاروں کو بھی پناہ مل سکتی ہے اور ان سے تعلق جوڑنے سے خدا کے عذاب اور گرفت سے بچا بھی جاسکتا ہے۔

بس اسی کو انہوں نے آسان سمجھا اور خدا سے ناامید ہو کر شیطان کی بتلائی ہوئی ان ہستیوں کی تعظیم و عبادت اور ان کے نام کی نذر و نیاز اس امید پر کرنے لگے کہ ان کی مہربانی سے ہم سرسبز رہیں گے اور ان کی توجہ اور عنایت سے ہمارے کام بنتے رہیں گے اور خدا کی گرفت اور اسکے

بچا سکے اگر وہ کسی بُری حالت میں تمہیں مبتلا کرنا چاہے، یا تمہارے ساتھ کچھ مہربانی کا ارادہ کرے اور نہیں پاسکتے وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور مددگار۔

اور سورہ فاطر میں فرمایا:

مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (فاطر: ۲)

ترجمہ: اللہ اپنے بندوں کیلئے جس رحمت کا دروازہ کھولے، اس کو کوئی روک سکنے والا نہیں اور وہ جو کچھ روکے اس کو کوئی جاری کر سکنے والا نہیں، سوا اسکے اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

اور سورہ انعام میں فرمایا:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ مِّنْ إِلَهِ غَيْرِ اللَّهِ يَتَّبِعِكُمْ بِهِ ۚ (الانعام: ۴۶)

ترجمہ: اے نبی! آپ ان سے کہئے: بتلاؤ! اگر اللہ تمہاری شنوائی کی طاقت اور تمہاری بینائیاں چھین لے اور تمہیں اندھا بہرہ بنادے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے (یعنی فکر و فہم کی صلاحیت سلب کر لے اور تمہاری عقلیں مسخ کر دے) تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں دے سکے؟

اور سورہ ملک میں فرمایا:

أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَزُفُّكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ (الملک: ۲۱)

ترجمہ: اللہ اپنا رزق روک لے اور بند کر دے، تو وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے سکے؟

پھر اسی سورہ میں چند آیتوں کے بعد فرمایا:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ (الملک: ۳۰)

ترجمہ: اے نبی! ان سے کہئے: بتلاؤ کہ تمہارا پانی (جو کنوؤں کی تہہ سے نکلتا ہے) اگر

ترجمہ: اور خدا تمہیں اپنے (مواخذہ) سے ڈراتا ہے اور خدا بندوں کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔

گویا قرآن مجید نے اس موقع پر بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو آخرت کے مواخذہ سے اور قیامت کے دن کی پکڑ سے ڈرانا بھی اس کی رحمت اور مہربانی ہی کا تقاضا ہے، جس طرح کہ شفیق باپ اپنی اولاد کو برے کاموں کی بد انجامی سے ڈراتے اور آنے والے خطرات سے ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔

اور بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اسی مہربانی اور شفقت کی صفت کو سورہ شوریٰ میں ایک جگہ ان لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے:

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ (الشوریٰ: ۱۹)

ترجمہ: اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت نرم معاملہ کرنے والا مہربان ہے۔

اور سورہ نحل میں بندوں پر اپنے بعض ایسے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمانے کے بعد جن سے اس دنیا میں ہر قسم کے لوگ متمتع ہو رہے ہیں، ارشاد فرمایا:

إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ (النحل: ۷)

ترجمہ: یقین کرو کہ تمہارا پروردگار بڑا ہی مہربان اور نہایت رحم والا ہے (اور یہ اس کی مہربانی اور رحمت ہی کا کرشمہ ہے کہ تمہیں اس دنیا میں یہ آرام مل رہے ہیں)۔

اور سورہ انعام میں ایک جگہ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ بندے جو اچھے برے عمل کرتے ہیں اللہ ان سے پوری طرح باخبر ہے، ارشاد فرمایا:

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاءُ (الانعام: ۱۳۳)

ترجمہ: اور تمہارا پروردگار سب سے بے نیاز ہے (اسے کسی کی پروا نہیں اور کسی سے اس کی کوئی حاجت انگی ہوئی نہیں، ہاں) اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر کے تمہارے بعد جسے چاہے تمہاری جگہ دنیا میں آباد کرے۔

سورہ کہف میں ایک موقع پر فرمایا:

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يَوَّاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَلْ لَهُمْ

عذاب سے بھی انکا یہ تعلق ہمیں بچالے گا۔

الغرض اکثر مشرک قوموں کے حالات اور خیالات پر گہری نظر ڈالنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ شرک میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ انکی یہی گمراہی رہی ہے کہ خدا کی رحمت و بخشش اور جود و کرم کی صفت کو انہوں نے نہیں جانا اور اس کو صرف قہار و جبار اور نہایت سخت گیر قسم کا جلالی بادشاہ سمجھ کر اسکی طرف سے ناامید ہو گئے اور شیطان کی بتلائی ہوئی واقعی یا محض فرضی اور وہمی ہستیوں کو انہوں نے اپنی امیدوں کو قبلہ بنالیا۔ اگر وہ خدا کی رحمت کی بے انتہا وسعت اور اس کی غفاریت اور بخشش کی شان سے واقف ہوتے، تو اس شرک میں ہرگز گرفتار نہ ہوتے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جو اس دنیا کیلئے آخری ہدیت نامہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اس شان اور اس صفت کو بہت زیادہ اجاگر کیا گیا ہے اور بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ مختلف عنوانوں اور مختلف پیرایوں میں اللہ کی شانِ رحمت و رافت اور بخشش و غفاریت اور مخلوق کے ساتھ اسکی عنایت و محبت کو بیان فرمایا گیا ہے، جن خوش بختوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے، وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنی جگہ اللہ تعالیٰ کو غفور، رحیم، رؤف، رحیم، تواب، رحیم، خیر الراحمین کی صفات سے یاد کیا گیا ہے یہاں تک کہ ”بسم اللہ“ جو قرآن مجید کا سرنامہ ہے، اس میں اسکی صفت رحمت ہی کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسی طرح اس کی بالکل ابتدائی آیتوں میں سب سے پہلے اس کی صفت ربوبیت اور رحمت ہی کا تعارف کرایا گیا ہے، فرمایا گیا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝

اس اجمالی بیان کے بعد چند آیتوں پر ذرا تفصیلی نظر بھی ڈال لیجئے! سورہ بقرہ ہی میں ارشاد ہے:

وَالْهُدَىٰ لِلَّهِ وَاحِدٌ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (البقرہ: ۱۶۳)

ترجمہ: اور تم سب کا خدا ایک ہی خدا ہے، اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اور سورہ آل عمرآن میں ایک جگہ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ قیامت کے دن ہر شخص کے اچھے برے اعمال کا انجام اسکے سامنے آنے والا ہے اور اس وقت ہر آدمی اپنے اعمال کی جانچ اور اپنے نتیجہ عمل سے سخت ہراساں ہو گا، ارشاد فرمایا:

وَيُحِذِّرُ كُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۖ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ (آل عمران: ۳۰)

سبحان اللہ! اس آیت کا پہلا جملہ ”کَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ“ (اللہ نے رحمت کو اپنے پر لازم اور مقرر کر لیا ہے) ہم بندوں کیلئے کتنے اطمینان اور کتنی امیدوں کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایسے رحمت والے پروردگار سے ناامید اگر کفر نہیں تو کیا ہے۔ اور پھر اسی سورہ انعام میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا اور کیسے پیارے انداز میں فرمایا گیا ہے:

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا إِيحْثَالَةً ثُمَّ تَابَ مِنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَصْلَحَ ۖ فَإِنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الانعام: ۵۴)

ترجمہ: اور جب تمہارے پاس ہمارے وہ بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اسے پیغمبر! تم (شفقت اور محبت سے ان کا استقبال کرو اور) کہو تم پر سلام! (اور انہیں خوشخبری سناؤ کہ) تمہارے پروردگار نے اپنے پر رحمت و مہربانی کو لازم کر لیا ہے (اس لئے تمہیں مطمئن رہنا چاہئے کہ) تم میں سے جس نے نادانی سے کوئی برا عمل کیا، پھر اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی تو بلاشبہ تمہارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

یقیناً بڑا شفیق اور بد بخت ہے وہ انسان جو ایسے رحمت والے پروردگار کی رحمت سے بھی محروم رہے جو اپنے پیغمبر، رحمت عالم ﷺ کی زبان سے اپنے خطا کار اور گنہگار بندوں کو سلام کے بعد رحمت کا یہ پیام دلاتا ہے کہ ”اپنے پروردگار سے مایوس نہ ہو اور نہ بھاگو! اس نے توبہ رحمت کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے، اگر نادانی میں تم سے گناہ ہو گئے ہیں تو اب توبہ کر لو اور اپنی حالت ٹھیک کر لو، میں بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہوں۔“ اور سورہ شوریٰ میں ایک جگہ فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ (الشوریٰ: ۲۵)

ترجمہ: اور وہ ہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے (گنہگار) بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو، اس سب کو پوری طرح جانتا ہے۔

اور سورہ نساء میں زنا جیسے ناپاک اور خبیث گناہ سے آلودہ ہو جانے والے خطا کار بندوں

الْعَذَابِ ۖ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَّنْ يَجْعَدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْعِدًا (الکہف: ۵۸)
ترجمہ: اور تیرا رب بڑا ہی بخشنے والا اور بڑی رحمت والا ہے، اگر وہ ان کے اعمال پر ان کو پکڑنا چاہتا تو فوراً ان کے لئے عذاب بھیج دیتا، بلکہ ان کے واسطے ایک وقت معین کر رکھا ہے اور وہ اسکے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پاسکتے۔

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جو یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے شریر اور سرکش اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں، اسکی مقرر کی ہوئی حدود کو توڑتے ہیں، اس کے احکام کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اسکے باوجود زندہ رہتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب نہیں آتا، نہ ان پر آسمان سے بجلی گرتی ہے اور نہ زمین انہیں نگلتی ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ یہ اللہ کی صفت رحمت اور بخشش ہی کا صدقہ ہے، اگر اللہ اپنے بندوں پر اتنا مہربان نہ ہوتا تو ایسے بدکاروں نافرمانوں پر فوراً عذاب آجایا کرتا اور انہیں کوئی مہلت نہ دی جاتی، لیکن چونکہ وہ بندوں کے ساتھ مغفرت اور رحمت کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، اس لئے اس نے سب گنہگاروں کو اس دنیا کی پوری زندگی میں مہلت دینا طے کر دیا ہے تاکہ جو بھی ان میں سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگ کے اور اپنے رویہ کو درست کر کے کسی وقت اللہ کو راضی کرنا چاہے تو کر سکے اور اسکے عذاب سے بچ سکے، اسی واسطے اس نے مواخذہ اور جزا سزا کیلئے اس دنیوی زندگی کے خاتمہ کے بعد ایک وقت مقرر کیا ہے اور اس وقت پر سب کو وہاں حاضر ہونا ہو گا اور کسی کیلئے اس کا کوئی امکان نہیں ہو گا کہ وہ کہیں روپوش ہو کر اس وقت اور اس مقام کی حاضری سے بچ سکے اور کسی جگہ پناہ لے سکے اور اسی کو سورہ انعام میں یوں فرمایا:

كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ لِيَجْزِيَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لََّا رَيْبَ فِيهِ ۚ (الانعام: ۱۲)

ترجمہ: اللہ نے لازم کر لی ہے اپنے پر رحمت اور مہربانی۔ (اس لئے وہ مجرموں کو یہاں سزا نہیں دیتا بلکہ اس نے اس پوری زندگی کی سب کو مہلت دے رکھی ہے تاکہ جو چاہے معافی مانگ کے اور اپنے کو درست کر کے عذاب سے بچ سکے) اس نے مقرر کیا ہے کہ (انصاف اور جزا کیلئے) تم سب کو قیامت کے دن جوڑے گا (اور اس دن ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ مل جائے گا، یہ بالکل یقینی اور اٹل بات ہے) اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

رَبِّكُمْ وَأَسْلَبُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ
(الزمر: ۵۳ تا ۵۴)

ترجمہ: اے میرے بندو! جنہوں نے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ و برباد کیا ہے) تم اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ناامید مت ہو، اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اور اب بھی رجوع ہو جاؤ اور رخ کر لو اپنے اس غفور و رحیم پر در و گار کی طرف اور اس کا حکم ماننے لگو قبل اسکے کہ تمہارے گناہوں کا وبال اور عذاب تمہیں آپکڑے اور پھر کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے اور کوئی تم کو بچانہ سکے۔

اللہ کی رحمت اور مغفرت کے حقدار کون سے گنہگار ہیں؟

سورہ زمر کی اس آیت رحمت سے بھی معلوم ہوا اور اس سے اوپر جو آیتیں اس مضمون کی درج کی جا چکی ہیں، (جن میں خاص طور سے گنہگاروں اور خطاکاروں کیلئے اللہ کی رحمت و مغفرت میں گنجائش کا اعلان کیا گیا ہے) ان سب سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت کی وسعت اور بے پایانی کا حال تو یہی ہے کہ دنیا بھر کے بڑے سے بڑے مجرموں اور سیہ کاروں کیلئے اس میں گنجائش ہے لیکن اسکے دروازہ میں داخلہ کی یہ لازمی شرط ہے کہ بندہ اس رحمت والے آقا کی طرف رجوع ہو اور اس کے ساتھ اپنے معاملہ کو درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اگرچہ اس سے پہلے اپنی ساری عمر میں باغی اور نافرمان رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ میں رحمت کے ساتھ عدالت بھی ہے

اسی لئے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ کی رحمت اور اسکی بخشش و غفاریت کے بیان کے ساتھ اسکی دوسری صفت عدالت اور سرکش مجرموں کی سزا دہی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے، جیسا کہ سورہ فاتحہ ہی میں ”رب العلمین“ اور ”الرحمن الرحیم“ کے ساتھ اسکی صفت ”مالک يوم الدين“ کا بھی ذکر فرمایا گیا۔

اس کا مقصد اور منشا یہی ہے کہ اللہ کی رحمت و مغفرت کی وسعت کے ان قرآنی اعلانوں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اب گناہوں کی چھٹی ہے اور زندگی خواہ کیسی ہی گزاری

کے متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَأْتِيَنِهَا مِنْكُمْ فَأَذُوهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا
إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء: ۱۶)

ترجمہ: اور تم میں سے جو اس بد فعلی کا ارتکاب کریں تو انکو سزا دو، پھر اگر وہ اس فعل حرام سے تائب ہو جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے تعرض نہ کرو، بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے یہ خبیث اور حرام کام کیا ہے تو ان کو قانون کے مطابق سزا تو دی جائے لیکن اگر وہ اسکے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کر لیں تو پھر ان سے کچھ نہ کہا جائے، کیونکہ انہوں نے دراصل اپنے جس مالک اور آقا کا گناہ کیا ہے، وہ خود توبہ کرنے والے مجرموں کو خوشی سے معاف کر دینے والا اور پھر ان کے ساتھ رحمت اور مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

اور اسی سورہ نساء میں آگے فرمایا اور ہر قسم کے گناہ گاروں اور خطاکاروں کو مژدہ سنایا:
وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا
(النساء: ۱۱۰)

ترجمہ: اور جو کوئی کسی قسم کا گناہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کرے پھر وہ پچھتائے اور اللہ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو پائے گا وہ اللہ کو توبہ قبول کر نیوالا اور بڑا شفیق اور مہربان۔

اور سورہ زمر میں اپنے کو تباہ کرنے والے خطاکار بندوں ہی کیلئے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا اور جس شفقت اور پیار کے انداز میں انہیں پکارا گیا، وہ تو اللہ کی صفت رحمت کی ایسی منادی ہے کہ بڑے سے بڑا سیہ کار اور عمر بھر کا سخت پانی بھی اگر دل کے کانوں سے اس کو سن لے تو بے تحاشا اللہ کے در رحمت کی طرف دوڑ پڑے، اپنے رسول رحمتہ للعالمین ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ میرے مجرم اور خطاکار بندوں کو میری طرف سے یہ پیام دو:

قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۶﴾ وَاَنِیْبُوا اِلٰی

عنوانوں سے بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ قلم میں سوالیہ پیرایہ میں ارشاد ہے:

أَفَتَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٥﴾ مَا لَكُمْ ۖ كَيْفَ تَحْكُمُونَ
(قلم: ۳۵ تا ۳۶)

ترجمہ: کیا ہم اپنے فرمانبردار بندوں کو نافرمان مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے! تم کیسے حکم لگاتے ہو، (یعنی اللہ کے متعلق تم ایسی ناانصافی اور خلاف حکمت بات کا تصور کیسے کرتے ہو کہ وہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے ساتھ یکساں سلوک اور ایک جیسا معاملہ کریگا)

اور اسی کو سورہ ص میں فرمایا:

أَمْ تَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ أَمْ تَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (ص: ۲۸)

ترجمہ: کیا ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد برپا کرنے والوں کے برابر کر سکتے ہیں، کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں کے برابر کر سکتے ہیں؟ (ہمارے عدل و انصاف سے یہ کیسے ممکن ہے)

اور اسی کو سورہ جاثیہ میں یوں فرمایا:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ سَوَاءٌ قُلُوبُهُمْ ۖ وَفُتِنَتْهُمْ ۖ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ مِمَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (الجاثیہ: ۲۲ تا ۲۱)

ترجمہ: جو لوگ برائیاں کرتے ہیں، کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان بدکاروں کو اپنے ان بندوں کے برابر کر دیں گے جن کی زندگی ایمان اور اعمال صالحہ والی زندگی ہے کہ یکساں ہو ان کا جینا مرنا؟ (ایسا خیال کرنے والے احمق بڑا غلط اور) بہت برا حکم لگاتے ہیں۔ (نہیں دیکھتے کہ) اللہ نے زمین و آسمان کو (اور ساری کائنات کو) بالکل حکمت کے مطابق پیدا کیا ہے (اور وہ عالم کا سارا نظام حکمت ہی سے چلا رہا ہے، پھر اس سے ایسی خلاف حکمت اور خلاف عدل بات کی توقع کیوں رکھتے ہیں؟) اس عالم

جائے، اللہ کی رحمت کا دروازہ ہمارے لئے کھلا ہوا ہے۔

بہر حال اسی غلط فہمی سے بچانے کے لئے قرآن مجید میں جا بجا رحمت کے ساتھ خدا کی صفت عدالت کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ ذیل کی چند آیتیں پڑھئے:

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ (الانعام: ۱۴)

ترجمہ: اے پیغمبر! اگر یہ لوگ (اس واضح بیان اور اتمام حجت کے بعد بھی) تمہاری تکذیب ہی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے (اور اسی کی رحمت کا صدقہ ہے کہ اس نے تم کو مہلت دے رکھی ہے، لیکن یاد رہے کہ مجرموں کو سزا دینا بھی اس کا قانون ہے، اس لئے اگر تم اس باغیانہ اور مجرمانہ زندگی سے باز نہ آئے تو ضرور اس کی سخت سزا پاؤ گے) اور مجرموں پر سے اس کا عذاب ہٹا نہیں جاسکتا۔

اور سورہ حجر میں فرمایا:

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۱۰۰﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ (الحجر: ۳۹ تا ۵۰)

ترجمہ: اے پیغمبر! میرے بندوں کو خبردار کر دیجئے کہ بیشک میں بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہوں اور اسی طرح اس میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ (مجرموں کیلئے) میری سزا بھی بڑی دردناک سزا ہے۔

اور سورہ مومن کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ۖ ذِي الطَّوْلِ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ إِلَهِهِ الْمَصِيرُ (المومن: ۳)

ترجمہ: وہ گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے (اور اسی کے ساتھ سرکش مجرموں کے لئے وہ) بڑی سخت سزا دینے والا ہے، سب کچھ قدرت رکھتا ہے، اسکے سوا کوئی بندگی اور عبادت کے لائق نہیں ہے، سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اور بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ کی اس صفت یعنی عدالت اور مجرموں کی سزا دہی کو دوسرے

نیکو کاروں اور فرمانبرداروں کو وہ اپنے خاص فضل و انعام سے نوازنے والا ہے اور سرکش مجرموں کو اپنی شان کے مطابق سزا اور عذاب دینے والا بھی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان اور اس کا تعارف ناقص اور ناممکن رہتا ہے جب تک کہ ان چیزوں اور ان باتوں سے اس کا منظرہ اور مبرہ ہونا بھی بیان نہ کیا جائے جو اسکی شانِ قدوسیت اور عظمت و کبریائی کے خلاف ہیں اور جسکے بارے میں جاہلوں اور خدا شناس لوگوں کو کبھی مغالطہ ہوایا ہو سکتا ہے، اس لئے قرآن مجید میں صرف ایجابی صفات کمال کے بیان پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کی تنزیہ و تقدیس کو بھی پوری طرح نمایاں کیا گیا ہے، چند آیتیں اس سلسلہ کی بھی پڑھ لیجئے! سورہ بنی اسرائیل کے بالکل آخر میں ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وِليٌّ مِنَ الذَّلِيلِ وَكِدَّةٌ تَكْبِيرًا (بنی اسرائیل: ۱۱۱)

ترجمہ: اور کہو! ساری حمد و ستائش اللہ ہی کے لئے ہے جو نہ کوئی اولاد رکھتا ہے اور نہ حکومت و فرمانروائی میں کوئی اس کا شریک اور ساجھی ہے اور نہ کمزوری و درماندگی کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائی اور کبریائی بیان کرو۔

اور سورہ انعام میں ایک موقع پر یہ بیان کرنے کے بعد کہ ”جاہلوں نا خدا شناسوں نے اللہ کیلئے شریک، ساجھی اور بیٹیاں اور بیٹے ٹھہرائے“ ارشاد فرمایا گیا:

سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ ۚ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَلَّذِي يَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً ۚ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۰ ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ فَاَعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِیْلٌ (الانعام: ۱۰۰ تا ۱۰۲)

ترجمہ: وہ پاک اور بالاتر ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ اس کی نسبت بیان کرتے ہیں، وہ تو آسمانوں کا اور زمین کا موجد ہے (اور خود یہ نادان بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ یہ شان اس کے سوا کسی کی بھی نہیں، مگر یہ ظالم اس کے باوجود اس کے ساتھ شریک اور بیٹیاں اور بیٹے ٹھہراتے ہیں) حالانکہ کیسے اسکی کوئی اولاد ہو سکتی ہے جبکہ کوئی اس کی شریک زندگی ہی نہیں ہے۔ (بہر حال اسکی کوئی اولاد اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے، بلکہ سب اسکی مخلوقات ہیں) اس نے سب کو پیدا کیا اور اسکو ہر چیز کا پورا پورا

کی تخلیق کا تو مقصد اور منشا ہی یہ ہے کہ (بندے یہاں عمل کریں اور) وقت پر ہر شخص کو اسکے کئے کی سزا ملے اور (اس جزا و سزا کے معاملہ میں ہر گز) کسی کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔

بہر حال قرآن مجید کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے اور اسکی رحمت میں سب کے لئے پوری گنجائش ہے (درحقیقت وسعت کل شے)۔ بڑے سے بڑا مجرم اور گنہگار بھی اگر اس کی رحمت اور مغفرت کا طالب بن کر اس کی طرف بڑھے تو وہ اسے بخشنے کے لئے اور اپنے آغوش رحمت میں جگہ دینے کے لئے تیار ہے لیکن اسی کے ساتھ وہ صاحب عدالت بھی ہے اور سرکش مجرموں کو سزا دینا بھی اس کی عدالت اور حکمت کا تقاضا ہے۔ اس لئے جو شریر اور مفسد سرکشی اور شرارت سے باز نہ آئیں گے اور تذکیر و نصیحت کے باوجود نافرمانی اور بغاوت اور کفر و شرک ہی پر جمے رہیں گے، وہ آنے والے اس عالم میں جس میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت عدل کا پورا ظہور ہو گا، اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ذرہ برابر بھی حصہ نہ پاسکیں گے۔ سورہ السجدہ میں ایسے ہی مجرموں کے بارے میں ارشاد ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ دُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۚ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنتَقِمُوْنَ (السجدہ: ۲۲)

ترجمہ: اور ان سے زیادہ کوئی ظالم نہیں جن کو ان کے پروردگار کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی جائے اور پھر بھی وہ ان سے بے رخی اور بے پرواہی اختیار کریں اور اپنے حال کو درست نہ کریں، ہم ایسے مجرموں کو سخت سزا دینے والے ہیں۔

تنزیہ و تقدیس

حق تعالیٰ کی صفات کے متعلق یہاں تک جو قرآنی بیانات نقل کئے گئے، یہ سب اس کی ایجابی صفات کے متعلق تھے۔ ان سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ علیم کل ہے، کوئی چھوٹی بڑی اور کھلی یا چھپی چیز اسکے علم سے باہر نہیں، وہ قادر مطلق ہے، سب کچھ اس کی قدرت میں ہے، وہ سب کا خالق و رازق اور سب کا کار ساز و پروردگار ہے، ساری کائنات کا وہی مالک اور حاکم ہے اور ہر چیز اسکے زیر حکومت ہے، کوئی چیز بھی اسکے تصرف اور اقتدار سے باہر نہیں، پھر وہ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے اور اسی کے ساتھ اس میں عدالت کی صفت بھی ہے، یعنی

وصفات پر قیاس کر لیتے ہیں۔

پس قرآن مجید نے ”لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ“ فرما کر اس غلط بنیادی کو اکھاڑ دیا اور بتلادیا کہ اسکی کوئی مثال اور کوئی نمونہ نہیں، وہ موجود ہے لیکن اس کا وجود اس طرح کا نہیں جس طرح دوسری موجودات کا ہے۔ وہ الحی یعنی زندہ ہے لیکن دوسرے زندوں کی زندگی اور اسکی زندگی میں کوئی مشارکت اور مشابہت نہیں۔ وہ علیم ہے، سمیع و بصیر ہے، لیکن اس کا علم اور اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے علم اور ہماری سماعت و بصارت سے ورا ہے، وہ سب کے قریب ہے، سب کے ساتھ ہے، لیکن یہ قریب اور ساتھ ہونا ایسا نہیں جیسا کہ اس دنیا کی کوئی چیز کسی کے قریب اور کسی کے ساتھ ہوتی ہے، اسی طرح رحمت و محبت اور غضب و انتقام اس کی صفیتیں ہیں، لیکن ان کی نوعیت وہ بالکل نہیں جو ہماری ان صفیتوں کی ہے۔

بہر حال قرآن مجید کے اس نہایت مختصر تنزیہی بیان نے ان سب چیزوں کی نفی کر دی جو حق تعالیٰ کی شانِ قدوسیت کے خلاف تشبیہ و تمثیل کی وجہ سے خدا شناس لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ”لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ“ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ“

قرآن مجید کی چند جامع الصفات آیات

اب ہم قرآنی تعلیم و دعوت کے اس باب (بیان صفات) کو چند ایسی آیات سنا کے ختم کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مختلف شئون و صفات کو جامع ہیں اور جن میں اللہ تعالیٰ کی ایجابی صفات کمال کے ساتھ اسکی تنزیہی شان کو بھی جمع کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے سورہ بقرہ کی وہ مشہور جامع الصفات آیت پڑھئے، جو آیت انکری کے نام سے معروف ہے:

لِلّٰهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ۚ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (البقرہ: ۲۵۵)

ترجمہ: اللہ کی شان یہ ہے کہ (صرف وہی الہ حق ہے) اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ ”الحی“ زندہ جاوید ہے (یعنی حیات اسکی ذاتی صفت ہے اس

علم ہے۔ لوگو! یہ پاک و برتر اللہ تمہارا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ سب کا خالق ہے، لہذا تم سب اسی کی عبادت اور بندگی اختیار کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل اور کار ساز ہے۔

اس سب کے بعد تنزیہ کے سلسلہ میں آخری بات یہ فرمائی:

لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ ۖ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام: ۱۰۳)

ترجمہ: اس کی شان یہ ہے کہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ بڑا ہی باریک بین باخبر ہے۔

ان آیتوں میں قریب قریب ان سب باتوں سے اللہ کا منزه اور مبرہ ہونا فرما دیا گیا ہے جو اس کی شان الوہیت و قدوسیت کے خلاف ہیں اور جن کے بارے میں خدا شناسوں اور مشرکوں نے عام طور سے غلطی کھائی ہے۔ پھر قرآن پاک کے اس تنزیہی بیان کی آخری بات ”لَا تُدْرِكُهُ الْبَصَارُ ۖ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ“ (انسانوں کی بینائیاں جو یہاں ان کو ملی ہوئی ہیں، اللہ کو نہیں پاسکتیں اور وہ سب بینائیوں کو پار ہے) بلاشبہ بڑی اعلیٰ اور بڑی لطیف اور بڑی جامع تنزیہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی ہستی اس قدر لطیف اور ورا ہے کہ ہر وقت قریب تر اور بالکل ساتھ ہونے کے باوجود کوئی نگاہ اس کو نہیں پاسکتی اور وہ سب کی نگاہوں کو پار ہے۔ اسی طرح سورہ شوریٰ میں ایک جگہ گنتی کے دو حرفوں میں حق تعالیٰ کی پوری تنزیہ و تقدیس بیان فرمادی گئی ہے، ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ: ۱۱)

ترجمہ: کوئی شے بھی (جس کو تم جانتے ہو اور جس کا تصور کر سکتے ہو) اس کے مثل نہیں۔

قرآن مجید کے اس دو حرفی بیان پر غور کیجئے، واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کا کوئی پہلو اس سے باہر نہیں رہا اور ان ہی دو حرفوں نے ان سب چیزوں سے حق تعالیٰ کا منزه اور مبرہ ہونا بیان کر دیا جو اسکی شان الوہیت و قدوسیت کے خلاف ہیں، کیونکہ اس باب میں جتنی غلطیاں اور گمراہیاں ہوئی ہیں، یا ہوتی ہیں، ان سب کی جڑ بنیاد یہی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے افعال و صفات کو اس عالم کی اپنی دیکھی بھالی اور جانی بوجھی چیزوں پر اور ان کے افعال

اسکے سوا کوئی موجود نہ تھا اور سب کے فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ موجود رہنے والا ہے) وہی ظاہر ہے وہی باطن (یعنی ظاہر ایسا کہ ہر معمول عقل والا اس کو جانتا ہے اور اسکی خدائی کائناتیں رکھتا ہے اور مخفی ایسا کہ کوئی آنکھ اسکو دیکھ نہیں سکتی) اور وہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے۔ وہی ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں (چھ دوروں میں) بنایا، پھر وہ اپنے تخت حکومت پر متمکن ہو گیا، جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے، وہ اس سب کو جانتا ہے اور اسی طرح جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اسکی طرف چڑھتا ہے وہ اس سب کا بھی علم رکھتا ہے۔ اور تم جہاں بھی ہو، وہ (ہر جگہ اور ہر حال میں) تمہارے ساتھ ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو، وہ اللہ اس سب کو خوب دیکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں سورہ حشر کی یہ آخری آیتیں اور پڑھ لیجئے:

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ أَلْهَكَ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّبِينَ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الحشر: ۲۲-۲۴)

ترجمہ: وہ اللہ جس کی شان یہ ہے کہ صرف وہی معبود حق ہے، اسکے سوا کوئی ہستی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ سب چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحمت والا ہے۔ وہ اللہ وہی الہ حق ہے، اسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ ”وہ القدوس“ ہے، (عیب و نقص کی ہر نسبت سے پاک ہے) ”السلام“ ہے، (سلامتی اسکی ایسی صفت ہے کہ اس کیلئے کوئی خطرہ اور اس کو کبھی زوال نہیں) ”المومن“ ہے، (بندوں کو امن دینے والا ہے) ”المہيمن“ ہے (ان کا رکھوالا اور نگہبان) ”العزيز“ ہے (زبر دست اور غالب ہے) ”الجلبار“ ہے (سب پر اس کا دباؤ اور تسلط ہے، کوئی اسکی مشیت کے خلاف حرکت نہیں کر سکتا) ”المتکبر“ ہے، (بے انتہا عظمت و کبریائی اسکی صفت ہے) پاک ہے انکے شریک بتلانے سے۔ وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا، ٹھیک ٹھیک بنانے والا، صورت

کیلئے فنا و زوال نہیں)، وہ ”قیوم“ ہے، ساری کائنات اسی کے حکم سے قائم ہے (وہ ہمہ وقت بیدار اور خبر دار رہنے والا ہے)۔ نہ اسے اونگھ لگتی ہے اور نہ نیند آتی ہے (ایسے عوارض کا اسکے پاس گزر ہی نہیں)۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے (وہی سب کا مالک و مختار ہے)۔ کون ہے، جو اس کی جناب میں اسکی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش بھی کر سکے (کسی کی یہ مجال نہیں) جو کچھ بندوں کے سامنے اور حاضر ہے وہ اسکو بھی جانتا ہے اور جو انکے پیچھے اور ان سے غائب اور او جھل ہے، وہ اس سے بھی واقف ہے اور مخلوقات اور بندوں کا حال یہ ہے کہ اللہ کے غیر متناہی اور لامحدود علم میں سے وہ کسی ایک چیز کو بھی پوری طرح نہیں جان سکتے، الا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی انکو دینا چاہے (تو وہ صرف اسی کو اور اسکے بتائے ہوئے بقدر جان سکتے ہیں) اور اس کا تخت حکومت زمین و آسمان کی وسعتوں پر چھایا ہوا ہے اور انکے تھمنے سے وہ ٹھکتا نہیں اور وہ اونچی شان والا بڑی عظمت والا ہے۔

اسی طرح سورہ حدید کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی شئون و صفات کا بڑی جامعیت کے ساتھ اور بڑا روح پرور بیان کیا گیا ہے، ارشاد ہے:

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (الحديد: ۲-۴)

ترجمہ: اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتی ہیں (یعنی اسکی پاکی بیان کرتی ہیں) وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہ بڑا زبردست اور صاحب حکمت ہے، اسی کی حکومت اور فرمانروائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں، وہی (جسے چاہتا ہے) جلاتا ہے اور مارتا ہے (یعنی موت و حیات کا سارا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ (یعنی وہ اس وقت بھی موجود تھا جبکہ

توحید

اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو قرآنی بیانات یہاں تک نقل کئے گئے، ان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ اور علیم کل ہے، سب کے ساتھ اور سب سے قریب ہے، قادر مطلق ہے، سب کا خالق و رازق اور سب کا کار ساز و پروردگار ہے اور وہ ہی اس ساری کائنات کا مالک و حاکم اور قیوم ہے اور یہاں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے اسکے علاوہ کوئی ہستی نہیں جو بلا اسکے حکم کے یہاں کچھ کر سکے، ہر قسم کی عظمت و کبریائی اسی کے لئے ہے۔ وہ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے اور ساتھ ہی وہ بڑا بے نیاز بھی ہے، سب سے اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کو کسی کی پرواہ نہیں اور وہ صاحب عدالت بھی ہے، یعنی ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے۔ اور ان صفات کمال سے موصوف ہونے کے ساتھ وہ ہر اس بات اور ہر اس چیز سے بری بھی ہے، جس میں نقص و عیب کا کوئی پہلو اور کوئی شائبہ ہو اور جو اس کی شان قدوسیت کے خلاف ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کوئی ہستی ایسی ہے جس میں یہ ساری صفات اور سارے کمالات جمع ہوں؟ آپ سے آپ یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ بس وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے اور وہی اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے اور محبت و عظمت کے ساتھ اسکے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس کو اپنا مولا اور اپنے کو اس کا بندہ سمجھ کر اسکے حکموں پر چلا جائے، اسی سے آس لگائی جائے، اپنی ضرورتوں کے لئے اسی سے دعا کی جائے، مصائب و مشکلات میں اسی سے مدد مانگی جائے، اسی سے امید باندھی جائے اور اسی پر بھروسہ کیا جائے، اسی کی رضا جوئی میں جیا جائے اور مر اجائے، اسی کی حمد و ثناء اور اسی کی تسبیح و تقدیس کی جائے اور اسی کی یاد کو اپنا وظیفہ بنایا جائے۔

اسی لئے قرآن مجید میں بیان صفات کے ساتھ ساتھ اکثر مقامات پر ایک ثابت شدہ حقیقت اور لازمی نتیجہ کے طور پر توحید کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ ناظرین نے صفات کے سلسلہ کی مندرجہ قبل آیات کو پڑھتے ہوئے خود بھی جا بجا محسوس کیا ہو گا، اس لحاظ سے توحید

گری کرنے والا، اسی کے لئے ہیں سب عمدہ نام (اور اچھے القاب)۔ آسمان و زمین کی سب چیزیں اسکی تسبیح و تقدیس کرتی ہیں (اور اس کی پاکی اور برتری کے گیت گاتی ہیں) اور وہ نہایت زبردست اور صاحب حکمت ہے۔

خدائی صفات کے متعلق قرآن مجید کے ان مفصل بیانات کے بعد سورہ اخلاص کا نہایت مختصر ایک بیان اور پڑھ لیجئے، جو بڑا سادہ ہونے کے ساتھ بڑی غیر معمولی دلکشی اور دلاویزی اپنے اندر رکھتا ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (الاخلاص)

ترجمہ: کہو! وہ اللہ ایک ہے، یگانہ و یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے (اسکو کسی کی احتیاج نہیں اور سب اسکے محتاج ہیں)، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی ہستی اسکی ہمسر اور اسکے برابر کی ہے۔

جو شخص خدا کو مانتا ہے اور اپنے کو اس کی مخلوق و مملوک اور بندہ یقین کرتا ہے، اسکے دل میں اس چیز کی طلب اور پیاس کا ہونا بالکل قدرتی بات ہے کہ مجھے اپنے اس خالق اور رب کی معرفت حاصل ہو اور اسکے بارے میں جو کچھ میں جان سکتا ہوں، وہ کسی طرح جانوں اور بلاشبہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق سب سے زیادہ صحیح، مکمل اور واضح اور اطمینان بخش بیان صرف قرآن مجید کا ہے، اس سے ایک طرف تو وہ دلوں میں اللہ کی شایان شان عظمت پیدا ہوتی ہے اور امکان کی حد تک اس کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف اس و محبت کا چشمہ بھی ابھرتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیتا ہے اور یہی انسان کی کامیابی کی اعلیٰ اور آخری منزل ہے۔

کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہیں۔ قرآن ہی کا بیان ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف: ۱۰۶)

ترجمہ: اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور اسی کے ساتھ وہ شرک میں بھی مبتلا ہیں۔

بہر حال ہمیشہ سے شرک انسانوں کی بڑی خطرناک اور عام بیماری رہی ہے، اسی لئے قرآن مجید میں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب ہدایت ہے اور جس کے بعد انسانوں کیلئے کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں ہے۔ توحید کے مسئلہ کو زیادہ سے زیادہ روشن اور واضح کیا گیا ہے، بلکہ ان تمام دروازوں کو بھی بند کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے، جن سے اگلی امتوں میں شرک آیا، یا اسکے آنے کا امکان ہو سکتا تھا۔

قرآن مجید نے صرف یہ کہہ کر ختم نہیں کر دیا کہ ”خدا ایک ہے، اسکے سوا کسی کی عبادت اور بندگی نہ کی جائے“، بلکہ توحید فی الذات کے علاوہ اس نے ایک ایک خدائی صفت کا ذکر کر کے بتلایا یہ صفت صرف اللہ ہی میں ہے اور وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہ لا شریک لہ ہے، اسی طرح اپنے افعال و اختیارات میں بھی وہ وحدہ لا شریک لہ ہے اور پھر اپنے خدائی حقوق میں بھی وہ اسی طرح وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اس نے توحید کے ان پہلوؤں کو اتنا واضح کیا کہ کسی قسم کے اعتقادی یا عقلی یا عملی، جلی یا خفی شرک کیلئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ ہم قرآن مجید کی دعوت توحید کے سلسلہ کی چند آیات کو یہاں چند عنوانوں کے تحت ایک خاص ترتیب سے مرتب کر کے پیش کرتے ہیں۔

توحید ذاتی اور توحید الوہیت

توحید کا ایک سادہ سا اجمالی اور جامع عنوان یہ ہے کہ اللہ یعنی معبود بس ایک ہے، صرف وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے۔ قرآن مجید میں موقع بہ موقع اس کو بیسیوں جگہ دہرا گیا ہے۔ چند آیتیں یہ ہیں:

وَالْهَكْمَةُ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (البقرہ: ۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا معبود بس ایک معبود ہے، اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق

کے مستقل بیان کی اب زیادہ ضرورت باقی نہیں رہی، لیکن چونکہ توحید قرآن پاک کا خاص الخاص موضوع دعوت ہے اور اس میں دوسرے تمام مسئلوں سے زیادہ زور اسی پر دیا گیا ہے اور قرآن سے پہلے آنے والی اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں کی تعلیم و دعوت کا مرکز نقطہ بھی چونکہ توحید ہی کا مسئلہ رہا ہے، اس لئے ہم توحید کے بارے میں قرآن مجید کے بیان کو کسی قدر تفصیل سے اور مستقلاً بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید میں توحید کی تعلیم اتنی وضاحت اور ایسی تفصیل سے دی گئی ہے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہا ہے جو پوری طرح روشنی میں نہ آگیا ہو اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا، کیونکہ امتوں اور قوموں نے توحید ہی کے بارے میں ہمیشہ سخت ٹھوکریں کھائی ہیں، بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہو گا کہ جتنی غلطیوں اور گمراہیوں میں قومیں توحید کے بارے میں مبتلا ہوئیں اتنی کسی دوسرے مسئلہ میں گمراہ نہیں ہوئیں۔ حالانکہ اللہ کے تمام پیغمبروں اور مذاہب کے سب سچے داعیوں نے اپنی قوموں کو ہمیشہ توحید ہی تعلیم دی تھی، بلکہ قرآن مجید کا بیان ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کو اللہ کے پیغمبروں اور ہادیوں نے توحید کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ
(النحل: ۲۶)

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے قوم میں اپنا پیغامبر (اس دعوت اور اس پیام کے ساتھ) کہ صرف اللہ کی بندگی کرو (جو سچا معبود ہے) اور ہر جھوٹے خدا سے بچو۔

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (الانبیاء: ۲۵)

ترجمہ: اور جو پیغمبر بھی ہم نے تم سے پہلے بھیجے، ان کی طرف یہی وحی کی اور ان کو یہی پیام دیا کہ میرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، لہذا صرف میری ہی عبادت اور بندگی کرو۔

الغرض یہ واقعہ ہے کہ ہر قوم میں آنے والے اللہ کے پیغمبر اور ہادی نے ہمیشہ توحید کی تعلیم دی لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد اکثر قومیں کسی نہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہو گئیں اور اب بھی یہی ہے کہ بہت سے لوگ اللہ کو ماننے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن کسی نہ

روم میں فرمایا:

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۚ هَلْ مِنْ شَرِّ كَاذِبٍ مَّنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ (الروم: ۴۰)

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر اسی نے تم کو رزق دیا اور تمہاری زندگی کی ضرورتیں مہیا کیں، پھر وہی تم کو وقت آنے پر موت دے گا اور وہی تم کو جلانے گا۔ بتاؤ! جن (واقعی یا فرضی ہستیوں) کو تم نے خدائی حقوق میں شریک ٹھہرا رکھا ہے، کیا ان میں سے کوئی ان میں کا کوئی کام بھی کرتا ہے، یا کر سکتا ہے؟ پاک ہے اللہ اور برتر ہے ان کے شرک سے اور شریکوں سے۔

اور سورہ فاطر میں ارشاد ہے:

قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ (فاطر: ۴۰)

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ! آپ ان مشرکوں سے کہئے کہ بتاؤ، تو اللہ کے سوا جن شریکوں کو پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کیا چیز پیدا کی ہے انہوں نے زمین میں یا ان کی کوئی شرکت ہے آسمانوں میں؟

اور سورہ فاطر میں ایک جگہ فرمایا:

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرِزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَآتٰنِیْ تَوْفِیْکُوْنَ (فاطر: ۳)

ترجمہ: کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو زمین و آسمان سے تمہاری روزی کا (انتظام کرتا ہے، اس کے سوا کوئی بھی الہ و معبود نہیں، پھر کہاں بےکے جا رہے ہو؟

اور سورہ عنکبوت میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَاتَّبِعُوا عِندَ اللَّهِ الزَّرْیٰقَ وَاعْبُدُوا اللَّهَ ۚ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ إِلَیْهِ تُرْجَعُونَ (العنکبوت: ۱۷)

ترجمہ: اللہ کے سوا جن ہستیوں کی تم عبادت کرتے ہو، وہ تمہاری روزی کی مالک

نہیں، وہ بڑی رحمت والا نہایت مہربان ہے

ایک موقع پر فرمایا:

وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (آل عمران: ۶۲)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ اللہ ہر چیز پر قابو رکھنے والا اور حکمت والا ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۚ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (الصُّفٰت: ۵۳)

ترجمہ: حق یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، وہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ساری مخلوق کا پروردگار ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ معبود برحق بس ایک ہی معبود ہے اور میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا:

فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَلَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ (الحج: ۳۵)

ترجمہ: پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، لہذا اسی کی فرمانبرداری کرو اور اپنے کو اسی کے سامنے جھکا دو۔

توحید صفات و افعال

توحید الوہیت کے اس سادہ اجمالی بیان کے علاوہ قرآن مجید صفات و افعال میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بھی جا بجا تفصیل سے بیان کرتا ہے، وہ بتلاتا ہے کہ سب کا پیدا کرنا والا، سب کی پرورش کرنا والا، سب کو روزی دینے والا، جلانے والا اور مارنے والا اللہ ہی ہے۔ اس مضمون کی متعدد آیات صفات کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں، چند آیتیں یہاں بھی پڑھ لیجئے! سورہ

سورہ فاطر میں فرمایا:

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْعٍ (فاطر: ۱۳)

ترجمہ: یہی اللہ تمہارا پروردگار اور مالک ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو، وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے (جیسی کسی بے قیمت اور حقیر چیز) کی بھی مالک نہیں۔

سورہ حج میں فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۚ (الحج: ۷۳)

ترجمہ: اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو، وہ تو ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے، اگر سب مل کر اس کے لئے کوشش کریں۔

سورہ سبائیں فرمایا:

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمَا فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ ۚ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ (سبا: ۲۲)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ ان سے کہئے کہ تم اللہ کے سوا جن کو اپنا کار ساز اور حاجت روا سمجھتے ہو، ان کو پکار کے تو دیکھو، زمین و آسمان میں ان کا ذرہ برابر بھی اختیار نہیں ہے اور نہ ان میں کسی قسم کی ان کی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ نہ کوئی چیز ان کی ملکیت میں ہے نہ ان کا سا جھا ہے اور نہ اللہ کو ان سے اپنے کاموں میں مدد لینے کی ضرورت ہے)

سورہ زمر میں فرمایا:

قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مِمَّا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۚ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ (الزمر: ۳۸)

نہیں اور تم کو کچھ نہیں دے سکتیں، پس اللہ ہی سے رزق مانگو اور اسی کی عبادت کرو، اسی کا شکر کرو، تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ساری کائنات پر صرف اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے

قرآن مجید بتلاتا ہے کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات صرف اللہ کے زیر حکم ہے، جس طرح سب کا خالق و رازق اللہ ہے، اسی طرح سب پر حکم بھی صرف اسی کا چلتا ہے۔

لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الاعراف: ۵۴)

ترجمہ: تخلیق بھی اسی کی اور حکم و فرمان بھی اسی کا۔

سورہ قصص میں ارشاد فرمایا:

وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (القصص: ۷۰)

ترجمہ: بس صرف اسی کا حکم چلتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

وہی جو کچھ کرنا چاہتا ہے، کرتا ہے۔ اسکے سوا کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں، نہ کوئی کسی کو وجود دے سکتا ہے نہ کسی سے کوئی وجود لے سکتا ہے، نہ موت و حیات پر کسی کا اختیار ہے، نہ کوئی کسی کے نفع یا نقصان کا مختار ہے۔ اور نادان اور گمراہ لوگ اپنی نادانی اور جہالت سے جن ہستیوں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے نظام میں ان کا بھی کوئی دخل ہے اور یہ بھی جسے چاہیں نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ قرآن مجید جا بجا کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے، ان کے بس میں کچھ بھی نہیں، اگر وہ سب بھی جمع ہو جائیں تو اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتے، حتیٰ کہ ایک مکھی اور ایک چیونٹی بھی نہیں بنا سکتے، کسی کی بگڑی کو نہیں بنا سکتے، کسی کی مدد اور حمایت نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کا یہ بیان ذرا اسی کے الفاظ میں سنئے:

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (توبہ: ۱۱۶)

ترجمہ: زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہی زندگی اور موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا کار ساز اور مددگار نہیں۔

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (المومن: ۶۵)

ترجمہ: صرف وہی زندہ جاوید ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں۔

سورہ قصص میں فرمایا:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص: ۸۸)

ترجمہ: اس ذات کے سوا جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے۔

صرف اللہ ہی عالم الغیب اور علیم کل ہے

اسی طرح قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ یہ شان صرف اللہ ہی کی ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور غیب و شہود سب یکساں طور پر اسکے سامنے ہے، کسی کی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں۔ ارشاد ہے:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ (البقرہ: ۲۵۵)

ترجمہ: اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو بندوں کے سامنے حاضر ہے، اس سب کو بھی جانتا ہے جو ان کے پیچھے اور ان سے غائب ہے اور مخلوقات اور بندوں کا حال یہ ہے کہ وہ اس کے بے انتہا علم میں سے ایک چیز کو بھی پوری طرح نہیں جان سکتے، الایہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

لَهُ غَيْبُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ (الکہف: ۶۶)

ترجمہ: آسمان و زمین کے چھپے بھیدوں کا اسی کو علم ہے، کیسا عجیب دیکھنے والا اور سننے والا ہے؟

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ (النمل: ۶۵)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ ان سے کہئے کہ تم بتاؤ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اس کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر اللہ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اللہ کی رحمت کو مجھ سے روک سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں!) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ مجھے کافی ہے اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

سورہ شوریٰ میں فرمایا:

أَمَّا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۚ قَالَ اللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ (الشوریٰ: ۹)

ترجمہ: کیا انہوں نے اللہ کے سوا کچھ کار ساز بنائے ہیں؟ پس اللہ ہی سب کا کار ساز ہے۔

نظام عالم کو قائم رکھنے والا صرف اللہ ہے

قرآن کہتا ہے کہ زمین و آسمان کے اس نظام کو بلا شرکت غیرے صرف اللہ ہی چلا رہا ہے اور وہی اس کو تھامے ہوئے ہے، اگر وہ ایک لمحہ کے لئے اس کو چھوڑ دے تو کوئی دوسرا اس کو تھام نہیں سکتا اور پھر ساری کائنات آن کی آن میں فنا کے گھاٹ اتر جائے۔

إِنَّ اللَّهَ يُمِيتُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَ ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ (فاطر: ۴۱)

ترجمہ: اللہ ہی تھامے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو اسکے سوا کوئی ان کو تھام نہیں سکتا۔

صرف اللہ زندہ جاوید ہے، باقی سب فانی ہیں

قرآن مجید یہ بتلاتا ہے کہ اصلی اور ذاتی زندگی جس کو کبھی فنا نہیں، صرف اللہ کی ہے اور اسکے سوا جو ہستیاں ہیں ان سب کی زندگی مستعار ہے اور سب کو فنا کے گھاٹ سے گزرنا ہے۔ ارشاد ہے:

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (الجماعہ: ۳۶ تا ۳۷)

ترجمہ: ساری حمد و ستائش اللہ کیلئے ہے جو آسمان و زمین اور ساری کائنات کا پروردگار ہے اور صرف اسی کیلئے عظمت و کبریائی اور بڑائی ہے آسمان و زمین میں اور وہی ہے زبردست اور صاحب حکمت۔

اللہ ہی سب سے زیادہ محبت اور خوف کے قابل ہے

یعنی اپنے بے انتہا احسانات اور کمالات کے لحاظ سے وہی اس کا مستحق ہے کہ بندے سب سے زیادہ محبت اسی سے کریں اور سب سے زیادہ اسی سے ڈریں۔
جن نادانوں اور گمراہوں نے اللہ کے سوا کچھ ہستیاں ایسی بنا رکھی ہیں جن سے وہ بندگی اور نیاز مندی کا تعلق رکھتے ہیں اور ان سے اللہ کے برابر محبت کرتے ہیں، ان کے متعلق قرآن مجید کا بیان ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ اٰنْدَادًا يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (البقرہ: ۱۶۵)

ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسرا اور مقابل بناتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کرنی چاہئے۔ اور جو اہل ایمان ہیں، وہ سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے رکھتے ہیں۔

اور خوف کے متعلق ارشاد ہے:

قَالَ اللهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (التوبہ: ۱۳)

ترجمہ: اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اور اس کا خوف کرو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوُا اللَّهَ (المائدہ: ۴۴)

ترجمہ: تم انسانوں سے خوف نہ کھاؤ، بلکہ مجھ سے اور صرف مجھ سے ڈرو۔

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے اور بتا دیجئے کہ آسمان و زمین میں جو مخلوقات ہیں، وہ غیب کا علم نہیں رکھتے بجز اللہ کے، بس وہی عالم الغیب ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

وَ عِنْدَكَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (الانعام: ۵۹)

ترجمہ: اللہ کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، اسکے سوا کوئی ان کی خبر نہیں رکھتا۔ (مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کے پاس کوئی ایسا آلہ اور ذریعہ نہیں، جس سے غیب کے مخفی بھیدوں کا علم حاصل ہو سکے۔)

توحید حقوق

ذات و صفات اور افعال و اختیارات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی بیان کرنے کے ساتھ قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ وہ حقوق میں بھی وحدہ لا شریک لہ ہے، بندوں پر جو حقوق اس کے ہیں، وہ اس کے سوا کسی کے نہیں۔

حمد و ستائش اسی کا حق ہے، وہی محبت اور خوف کے قابل ہے، وہی اس لائق ہے کہ اس پر توکل اور آسرا کیا جائے اور اس سے لو لگائی جائے، وہی اصلی آقا اور حاکم ہے کہ اس کا قانون مانا جائے، یعنی بندوں کیلئے شریعت مقرر کرنا اسی کا حق ہے، وہی دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے، لہذا اسی سے دعائیں کی جائیں اور وہی الہ و معبود ہے، لہذا اس کی اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کس کو شریک نہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں سنئے قرآن کا بیان:

صرف اللہ ہی لائق حمد و ستائش ہے

وَهُوَ اللَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُولٰی وَالْاٰخِرَةِ (القصص: ۷۰)

ترجمہ: اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں اور دنیا و آخرت میں صرف وہی حمد و ستائش کا سزاوار ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ

توحید کے بارے میں قرآن مجید کا سب سے اہم مطالبہ

ہر مقصد کے لئے دعا اور مدد طلبی صرف اللہ سے اور ہر عبادت صرف اسی کیلئے ہونی چاہئے قرآن مجید نے توحید کے اس پہلو پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور یہ اس لئے کہ شرک میں مبتلا ہونے والی دنیا کی قومیں اور امتیں شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادۃ ہی میں زیادہ تر مبتلا ہوئی ہیں اور ہمیشہ ناخدا شناس اور کم عقل انسانوں سے یہی شرک زیادہ ہوا کہ انہوں نے اللہ کے سوا اور ہستیوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان سے دعائیں کیں، اپنی حاجتیں اور مرادیں ان سے مانگیں، انہیں راضی اور خوش کرنے کے لئے طرح طرح سے انکی عبادت اور پوجا کی، لکن آگے سجدے کئے، انکے نام کی خیر خیرات کی اور ان کیلئے نذریں اور منین مانیں اور ہر آنکھ والا دیکھ سکتا ہے کہ بڑی مشرکانہ گمراہیوں میں آج بھی یہی گمراہی سب سے زیادہ عام ہے حتیٰ کہ مسلمان کہلانے والوں میں بھی ایک خاصی تعداد اس شرک میں مبتلا ہے۔

بہر حال شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادۃ چونکہ سب سے بڑی مذہبی گمراہی ہے اور ناخدا شناس انسان زیادہ تر اسی میں مبتلا ہوتے ہیں، اس لئے قرآن مجید نے توحید کے سلسلے میں توحید فی الدعاء اور توحید فی العبادۃ پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ پہلے چند آیتیں توحید فی الدعاء کے سلسلہ کی پڑھ لیجئے۔

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ (الرعد: ۱۴)

ترجمہ: حاجتوں اور ضرورتوں میں صرف اسی اللہ کو پکارنا سچا پکارنا ہے اور اسکے سوا جن ہستیوں کو وہ مشرک پکارتے ہیں اور جن سے دعائیں کرتے ہیں، وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتیں۔

اللہ کے سوا دوسری ہستیوں سے دعائیں کرنے والوں اور اپنی حاجتیں مانگنے والوں سے ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتِطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ (الاعراف: ۱۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو اور جن سے دعائیں کرتے ہو اور

وہی توکل اور آسرا لگانے کے قابل ہے

هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (التوبہ: ۵۱)

ترجمہ: وہ اللہ ہمارا کارساز اور آقا ہے اور بس اسی اللہ پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

سورہ حج میں فرمایا:

وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اور بس اللہ کا سہارا مضبوطی سے پکڑ لو، وہی تمہارا کارساز ہے اور جس کا کارساز اللہ ہو تو کیا ہی اچھا کارساز اور کیا ہی اچھا مددگار ہے؟

سورہ مزمل میں فرمایا:

رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا (الزلزلہ: ۹)

ترجمہ: وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، وہی معبود برحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، لہذا اسی کو اپنا کارساز بنا لو اور حاجت اور ضرورت میں اسی کی طرف رجوع کرو۔

وہی حاکم ہے اور اسی کا حکم واجب العمل ہے

أَفَعَيِّرَ اللَّهُ أَتَّبِعِي حَكْمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (الانعام: ۱۱۴)

ترجمہ: کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ دینے والا حکم تلاش کروں، حالانکہ اس نے تمہاری طرف کتاب مفصل نازل کر دی ہے۔

جو نادان اللہ کے سوا بعض دوسری ہستیوں کی بتائی ہوئی باتوں کو ”شریعت“ بنا لیتے ہیں اور ان کی پیروی ضروری سمجھتے ہیں، ان کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ (الشوریٰ: ۲۱)

ترجمہ: کیا ان کیلئے اور شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے وہ دین اور وہ قانون مقرر کیا ہے، جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ
(القصص: ۲۸)

ترجمہ: اور مت پکارو اللہ کے ساتھ اور فرضی اور من گھڑت الہ کو۔ صرف اللہ ہی الہ حق ہے، اسکے سوا کوئی الہ نہیں، اس کی پاک ذات کے علاوہ جو کچھ اس عالم موجودات میں ہے، سب فانی ہے۔

اس آیت میں قرآن پاک نے غور و فکر کرنے والوں اور سمجھنے والوں کیلئے ایک بڑا عام فہم استدلالی ارشاد کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے، باقی رہنے والی اور کبھی نہ فنا ہونے والی ہستی صرف اللہ کی ہے، جو سب کا خالق اور پروردگار ہے اور اللہ کے سوا دوسری ہستیوں کو حاجت روا اور کارساز سمجھ کر ان سے دعائیں کرنے والے اور مرادیں مانگنے والے جاہل مشرکین بھی اس حقیقت کو جانتے اور ماننے ہیں کہ سدا رہنے والی ذات صرف اللہ ہی کی ہے اور باقی سب فانی ہیں۔ پس قرآن کہتا ہے کہ جن ہستیوں کے متعلق تم خود جانتے ہو کہ وہ اپنے وجود اور اپنی حیات میں بھی مختار نہیں اور اپنے کو موت اور فنا سے بچالینا بھی جن کے بس میں نہیں، سو چو کہ ان کو کارساز اور حاجت روا سمجھ کر ان سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا کتنی بڑی حماقت ہے۔

پس جو لوگ بتوں کو یا نیک اور مقدس روحوں کو یا گزرے ہوئے پیروں یا پیغمبروں کو اپنی مدد کیلئے پکارتے ہیں اور اپنی حاجتوں میں ان سے دعائیں کرتے ہیں (حالانکہ جانتے ہیں کہ یہ سب فانی ہستیاں ہیں)، وہ سوچیں کہ وہ کیسی احمقانہ حرکت کرتے ہیں اور اپنے کو وہ کتنی گہری پستی میں گراتے ہیں۔

یہ چند آیتیں توحید فی الدعاء کے سلسلہ کی تھیں، اب توحید فی العبادہ کے متعلق بھی چند آیتیں پڑھ لیجئے۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ (بنی اسرائیل: ۲۳)

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

ایک جگہ حکم ہے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ (النساء: ۳۶)

مدد مانگتے ہو، وہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے اور اپنی بھی مدد کرنے سے وہ عاجز اور بے بس ہیں۔ (پس ان سے مدد مانگنا تمہاری کیسی حماقت ہے؟)

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ دُونَهُ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ
وَلَا تَحْوِيلًا ۚ (بنی اسرائیل: ۵۶)

ترجمہ: اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہدو کہ تم نے اپنے خیال میں اللہ کے سوا جن ہستیوں کو معبود و کارساز سمجھ رکھا ہے، انہیں اپنی حاجتوں اور مصیبتوں میں پکار کے دیکھو، نہ وہ تمہاری تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ تمہاری حالت بدل سکتے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ لَا بَرْهَانَ لَهُ بِهِ ۚ فَاِتِمَّا حِسَابَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۚ
إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۚ (المومنون: ۱۱۷)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے سوا کسی دوسرے من گھڑت معبود کو پکارتا ہے، اسکے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں ہے اور اس کا حساب اسکے پروردگار کے حضور ہونا ہے، یقیناً کفر کرنے والے کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

ایک جگہ ہے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ۚ (الشعراء: ۲۱۳)

ترجمہ: مت پکارو اللہ کے سوا کسی دوسرے فرضی اور من گھڑت معبود کو! (اگر ایسا کرو گے) تو تم ہو جاؤ گے عذاب پانے والوں میں سے۔

رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ایک جگہ ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۚ (الحج: ۲۰)

ترجمہ: اے پیغمبر ﷺ! کہدو کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں، اسی سے دعا کرتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

کچھ نہیں تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت اور بندگی کریں، اسکے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، وہ پاک ہے انکے شرک سے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۚ (النحل: ۳۶)

ترجمہ: اور بھیجا ہم نے ہر قوم میں اپنا پیغامبر (اسی دعوت اور اسی پیام کے ساتھ) کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو سچا معبود ہے اور جھوٹے خدا کی عبادت اور بندگی سے بچو۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (الانبیاء: ۲۵)

ترجمہ: اور جو پیغمبر بھی ہم نے تم سے پہلے بھیجا، اس کی طرف یہی وحی ہم نے کی اور اس کو یہی پیام دیا کہ میرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے، لہذا صرف میری ہی عبادت اور بندگی کرو۔

اس اجمالی بیان کے علاوہ جن انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تعلیم کا قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، قرآن نے انکے متعلق صراحت اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ان سب نے پہلی بات اپنی قوم سے یہی کی کہ تمہاری عبادت اور بندگی کا مستحق صرف ایک اللہ ہے، بس اسی کی عبادت کرو اور اسکے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو۔

الَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۚ اور اِنْ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ

قرآن کا بیان ہے کہ یہی بات نوحؑ نے کہی، یہی ہودؑ نے کہی، یہی شعیبؑ نے کہی، یہی ابراہیمؑ نے اور ان کے بعد آنے والے پیغمبروں نے کہی۔

عیسائیوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑا اور حضرت مسیح اور روح القدس کو اور بعض نے حضرت مسیح اور انکی والدہ مریم صدیقہ کو خدا کی میں شریک کیا اور اللہ کے اس پاک پیغمبر پر یہ تہمت دھری کہ اسی نے ہمیں یہ تعلیم دی تھی۔ قرآن مجید نے جابجا اسکو رد کیا اور بتایا کہ اللہ

ترجمہ: بس اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو!

چونکہ اللہ کے سوا جن ہستیوں اور جن فرضی معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے وہ اس غلط فہمی کی وجہ سے کی جاتی ہے کہ یہ ہستیاں بناؤ بگاڑ اور نفع و نقصان کا کچھ اختیار رکھتی ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر اس صراحت کے ساتھ شرک فی العبادۃ سے روکا ہے کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، وہ بالکل عاجز و بے بس ہیں، نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں، نہ بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک ارشاد ہے:

قُلْ اتَّعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۗ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (المائدہ: ۷۲)

ترجمہ: اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو، کیا تم اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو، جن کے قبضہ میں تمہارا نفع و نقصان کچھ بھی نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (لہذا تمہیں اس کی پکڑ اور اس کے عذاب سے بے خوف نہیں رہنا چاہئے۔)

ایک دوسری جگہ ان ہی مشرکین کے متعلق ارشاد ہے:

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ (النحل: ۷۳)

ترجمہ: اللہ کے سوا ان ہستیوں کی یہ عبادت کرتے ہیں جنہیں آسمان و زمین میں سے رزق دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں اور نہ ان کو کچھ قدرت ہے۔

قرآن مجید یہ بھی بیان کرتا ہے کہ جو قومیں اور امتیں شرک میں مبتلا ہوئیں اور انہوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو بھی اپنا معبود بنایا، ان کے نبیوں اور ان میں آنے والے اللہ کے سچے پادریوں نے ان کو ہرگز اس شرک کی تعلیم نہیں دی تھی، بلکہ خالص توحید ہی کی تلقین کی تھی، ارشاد ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (التوبہ: ۳۱)

ترجمہ: انہیں (انکے پیغمبروں اور اگلی کتابوں کے ذریعہ) جو حکم دیا گیا، وہ اسکے سو

اور سب سے زیادہ عام گمراہی شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادہ ہی رہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے بالکل شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے چھوٹے چھوٹے تین جملوں کے بعد چوتھے جملے یعنی جو تھی آیہ (إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) میں پہلا اقرار ہر قرآن پڑھنے والے سے یہ لیا جاتا ہے کہ ”وہ اللہ کے سوا کبھی کسی اور ہستی کی عبادت نہیں کریگا اور کبھی کسی اور کو صاحب اختیار اور حاجت روا سمجھ کر اس سے مدد طلب نہیں کریگا اور دعا نہیں مانگے گا۔“ اور ایک جگہ تو اس توحید فی العبادہ اور توحید فی الدعاء کی تعلیم کو قرآن مجید نے اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ گویا یہی قرآن اور قرآن لانے والے اللہ کے آخری پیغمبر کی اصل دعوت ہے اور یہی گویا دینی دعوت کا اصل مقصد و مدعا اور مرکزی نقطہ ہے۔ پڑھئے سورہ یونس کے آخری رکوع کی یہ آیتیں:

قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَكِن أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّكُمُ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠١﴾ وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٢﴾ وَلَا تَتَّبِعْ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِن الظَّالِمِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِّنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (يونس: ۱۰۱-۱۰۳)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں میرے دین اور میرے طریقے کے بارے میں کوئی شک و شبہ ہے، تو سن لو میں صاف صاف کہتا ہوں (میرا دین اور میرا طریقہ یہ ہے کہ) اللہ کے سوا تم جن ہستیوں کی عبادت اور پرستش کرتے ہو، میں ان کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں، جو تم پر موت طاری کرتا ہے اور مجھے اسی اللہ کا حکم ہے کہ میں ایمان والوں کے زمرہ میں ہو جاؤں اور یہ کہ سیدھا کرو اپنا رخ اللہ کی اطاعت اور عبادت کیلئے اور ہرگز نہ ہو مشرکوں میں سے۔ اور نہ پکارو اللہ کے سوا ان ہستیوں کو جو نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ کوئی تکلیف دے سکتی ہیں اور اگر تم نے ایسا کیا تو پھر تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور یقین کرو کہ اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اللہ کے سوا کوئی اس کو دور کر سکنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے لئے کسی بھلائی کا

کے دوسرے سب نبیوں و رسولوں کی طرح ہمارے بندے اور پیغمبر مسیحؑ نے بھی توحید ہی کی تعلیم دی تھی، اس نے اپنی قوم سے صاف کہا تھا:

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنَىٰ إِسْرَآءِيلَ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن أَنْصَارٍ (المائدہ: ۷۲)

ترجمہ: اور مسیحؑ نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! صرف اللہ کی عبادت اور بندگی کرو، جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے، بلاشبہ جس کسی نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی حامی و مددگار نہ ہو گا۔

دوسری جگہ سورہ آل عمران میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

حضرت مسیحؑ نے جب اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنی قوم کے سامنے اپنے کو پیش کیا اور فرمایا کہ میں اللہ کے حکم سے کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کر سکتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں اور فلاں فلاں معجزے دکھا سکتا ہوں تو ساتھ ہی صاف صاف یہ بھی ان سے کہہ دیا کہ میں خدا نہیں ہوں، بلکہ اسی اللہ کا بندہ ہوں جس کے تم بندے ہو اور میرا رب اور پروردگار وہی ہے جو تمہارا رب اور پروردگار ہے اور تمہا وہی عبادت اور بندگی کا مستحق ہے، میں تم کو اسی کی عبادت اور بندگی کی دعوت دیتا ہوں، یہی راہ نجات ہے۔ قرآن مجید نے اس موقع پر حضرت مسیح علیہ السلام کے جو الفاظ نقل کئے ہیں، وہ یہ ہیں:

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (آل عمران: ۵۱)

ترجمہ: اس حقیقت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے اور وہی تمہارا رب ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں پس تم کو اسی کی عبادت کرنی چاہئے، یہی صراط مستقیم ہے۔

بہر حال قرآن مجید نے توحید کے ہر پہلو پر پورا پورا زور دیا ہے اور کسی قسم کے شرک کیلئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے اور خاص طور پر توحید فی الدعاء اور توحید فی العبادہ پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا یہ اس لئے کہ ہمیشہ سے مذہبی دنیا کی سب سے بڑی

اور میری موت بھی اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی کیلئے ہے اور مجھے اسی کا حکم ہے کہ نماز و عبادت کی طرح میری ساری زندگی، بلکہ میری موت بھی اللہ کیلئے ہو، میں جو کچھ کروں، اسی کیلئے اور اسی کے حکم کے مطابق کروں اور اسی کی فرمانبرداری میں جیوں اور مروں اور اپنے مالک کے اس حکم پر میں سب سے پہلے اپنا سر اطاعت جھکاتا ہوں اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی رضا جوئی اور اسی کی عہدیت و بندگی میں گزارنے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

بلاشبہ توحید کا اعلیٰ درجہ یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کُلّی طور پر اللہ کی عہدیت میں دے دے۔ وہ طے کر لے کہ میں اور میری موت و حیات اور میرا سب کچھ بس اللہ کیلئے ہے، اسی کے واسطے اور اسی کے حکم پر جینا اور مرنے ہے۔ قرآن مجید میں توحید کے اس آخری اور تکمیلی سبق کے لئے جو یہ پیرایہ اختیار کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے متعلق یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا تو اس میں ایک خاص حکمت اور مصلحت غالباً یہ بھی ہے کہ جب کوئی پیغمبر خود اپنی ہی زبان سے دنیا کو اپنے متعلق یہ بتلائے کہ میری ساری نیاز مندیاں اور عبادت گزاریاں اللہ ہی کے لئے ہیں اور میرا جینا مرنے کا بھی اسی کے واسطے ہے اور میں سب سے پہلے اس کے ہر حکم پر سر اطاعت خم کرنے والا ہوں یعنی بندگی اور سر اقلندگی کے وصف میں بھی سب سے آگے اور سب کا پیشرو ہوں تو پھر کسی اور کیلئے اس کی بالکل گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اس پیغمبر کو خدا یا خدائی میں شریک سمجھے۔

یہ واقعہ ہے کہ محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء اور دسید الرسل ماننے والی امت کیلئے توحید کے باب میں سب سے بڑا خطرہ یہی تھا کہ آپ کے غیر معمولی کمالات اور معجزات سے مہبوت ہو کر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی خدا یا شریک خدا سمجھ لیا جاتا، اسی لئے قرآن مجید میں آپ کی عہدیت و بشریت اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کی نیاز مندی اور سر اقلندگی کو جا بجا اجاگر کیا گیا ہے اور اس کیلئے اکثر مقامات پر یہی پیرایہ بیان اختیار کیا گیا ہے کہ خود آپ کی زبان سے اس کا اعلان و اظہار کرایا گیا ہے۔ کہیں ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أُمَّةٍ إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا
إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ۖ وَيَلِلْ لِلْمُشْرِكِينَ (نم سجدہ: ۶)

ترجمہ: اے رسول! آپ اعلان فرمادیجئے کہ میں بھی بس تم جیسا ایک انسان ہوں، میری طرف اللہ کی طرف سے یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے بس اسی کی طرف سیدہ باندھ لو اور اس سے بخشش طلب کرو اور مشرکوں کے لئے

ارادہ کرے اور اپنی رحمت سے نوازا جا ہے تو اسکے فضل و کرم کو روک سکنے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے نوازے اور نصیب فرمائے، وہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

ان آیتوں میں قرآن کے لانے والے پیغمبر (ﷺ) سے اعلان کرایا گیا ہے کہ میرا دین اور میرا طریقہ جس کی طرف اے لوگو! میں تم سب کو بھی دعوت دیتا ہوں، اس کا بنیادی اصول اور خاص مرکزی نقطہ بس یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور صرف اس کو سب کے نفع و نقصان اور خیر و شر اور بناؤ و بگاڑ کا مالک و مختار یقین کرتے ہوئے اپنی حاجتوں اور پریشانیوں میں صرف اسی کو پکارا جائے، اسی سے مدد مانگی جائے اور اسی سے دعا کی جائے اور اس معاملہ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

توحید کا آخری تکمیلی سبق

توحید کے متعلق قرآن مجید کی جو تعلیم یہاں تک پیش کی گئی ہے، وہ بھی یقیناً قرآن مجید کا اور اسلام کا امتیاز ہے اور اس دنیا کے کسی دوسرے دینی صحیفہ اور کسی ہدایت نامہ میں اور کسی ہادی اور پیشوا کی تعلیم میں توحید کا ایسا جامع اور مکمل درس جہاں تک ہمیں علم ہے، موجود نہیں ہے۔ لیکن قرآن نے اس سب سے بھی آگے بڑھ کر تعلیم توحید کے سلسلہ میں ایک اور ایسی بات کہی ہے جس کو ”توحید کا آخری تکمیلی سبق“ کہا جاسکتا ہے۔

سورہ انعام کے آخری رکوع میں خود قرآن کے لانے والے رسول (ﷺ) کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ
وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (الانعام: ۱۶۲ تا ۱۶۳)

ترجمہ: آپ اعلان کیجئے کہ میری نماز اور میری ہر قسم کی عبادت اور قربانی اور میرا جینا اور مرنے کا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے سر اطاعت خم کرنے والا ہوں۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ سے اعلان کرایا گیا ہے کہ:

میری نماز اور میری ساری عبادت صرف اللہ کیلئے ہیں اور اسی طرح میری پوری زندگی

اور کسی فرشتے کو بھی حاصل نہیں ہوئی) اسکو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

سُبْحَنَ الَّذِيْ اَشْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ: پاک ذات ہے وہ جو رات میں لے گیا اپنے بندے کو۔

اسی سفر معراج کے سلسلہ میں جہاں سورہ النجم میں مقام ”قَابِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَخْتٰی“ تک رسول اللہ ﷺ کا پہنچنا ذکر کیا گیا ہے، وہاں بھی ”قَاوُتٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْلٰی“ فرما کر مقام عبدیت کو یاد دلایا گیا ہے۔ اس موقع پر یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ شہادت کے جس کلمہ کو اسلام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے یعنی ”اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبداً ورسولہ“ اس میں جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور اس کا اعلان و اقرار ہے، اسی طرح اس حقیقت کا بھی اعلان و اقرار ہے کہ محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت کے ساتھ آپ کی عبدیت اور بندگی کی شہادت بھی جزو ایمان قرار دی گئی ہے، جس کے بغیر کوئی آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔

ان اوراق میں اگرچہ صرف قرآنی دعوت و تعلیم پیش کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے لیکن اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے بعض وہ ارشادات بھی نقل کر دینے کا بے اختیار جی چاہتا ہے جن میں آپ نے عبدیت کا بے لاگ اظہار فرمایا ہے اور امت کو اس گمراہی سے بچانے کی امکانی کوشش فرمائی ہے جس میں آپ سے پہلے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کی امت اور بعض دوسری امتیں مبتلا ہوئیں۔ آپ کا مشہور ارشاد ہے:

لا تطرونی کما اطرت النصارى ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ (رواہ البخاری و مسلم عن عمر بن الخطاب مشکوٰۃ شریف کتاب الادب)

ترجمہ: عیسائیوں نے جس طرح عیسیٰ ابن مریمؑ کو حد سے بڑھایا، خبردار! تم میرے ساتھ ایسا نہ کرنا! میں بس اللہ کا بندہ ہوں، اس لئے (مجھے بندگی اور پیغمبری ہی کے مقام پر رکھنا اور) اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک موقع پر اپنے صحابہ کو تاکید فرمائی:

لا ترفعون فوق حقى فان الله تعالى قد اتخذنى عبداً قبل ان يتخذنى رسولاً (رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص ۲۲)

ترجمہ: مجھ کو میرے اصل مرتبہ سے مت بڑھاؤ، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول قرار

بڑی خرابی ہے۔

کہیں ارشاد ہے:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل: ۹۳)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ ان کو کہیے کہ پاک ہے میرا پروردگار (اسے سب کچھ قدرت ہے) اور میں تو بس ایک آدمی ہوں اللہ کا پیغام دینے والا۔

کہیں ارشاد فرمایا گیا:

قُلْ اِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدًا وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۱۱﴾ (الحج: ۲۲۳)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اعلان کر دیجئے کہ میں اختیار نہیں رکھتا تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا اور نہ کسی بھلائی سے ہمکنار کرنے کا (اور) اعلان کر دیجئے کہ (اللہ اگر مجھے پکڑنا چاہے تو) ہر گز نہیں بچا سکتا کوئی مجھے اللہ کی گرفت سے اور نہ ہر گز میں اس کے دامن رحمت کے سوا کہیں پناہ پاسکتا ہوں۔

اور جگہ حکم فرمایا گیا:

قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبِ لَا سِتْکُتْزْتُ مِنَ الْخَبْرِ ؕ وَمَا مَسْنِی السُّوْءُ ؕ اِنَّا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ (الاعراف: ۱۸۸)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اعلان کر دیجئے کہ میں تو خود اپنی جان کے نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو خدا چاہے۔ اور اگر میں غیب دان ہوتا تو بہت سے منافع سمیٹ لیا کرتا اور مجھے کوئی گزند زندگی میں نہ چھوٹا، میں تو بس عذاب کے خطرہ سے خبردار کرنے والا اور بشارت سنانے والا ہوں۔

امت محمدی کو شرک کے اس خطرے سے بچانے کے لئے قرآن کریم میں ایک خاص اہتمام یہ بھی کیا گیا ہے کہ جن جن مقامات پر رسول ﷺ کے غیر معمولی کمالات اور خاص الخاص بلندیوں کا ذکر آیا ہے، وہاں خصوصیت سے آپ کے لئے عبد (بندہ) کا لفظ بولا گیا ہے۔ چنانچہ معراج میں جو انتہائی ترقی اور بلندی آپ کو حاصل ہوئی (جو آپ کے سوا کسی نبی

نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

اللہ کی طرف سے قرآن لانے والے رسول ﷺ کے یہ سارے ارشادات اور اپنی پرستش کے امکانات کو قطعی طور پر ختم کرنے کیلئے آپ کی یہ صریح تنبیہات اور تاکیدات دراصل قرآن مجید ہی کی تعلیم توحید کی تشریح و تفسیر ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے اس پاک پیغمبر پر اپنی بے انتہا رحمتیں نازل فرمائے جس نے توحید کی تعلیم کو اس قدر صاف اور اجلا کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا اور شرک کے ہر امکانی راستہ کو بند کیا۔

شرک اور مشرکین کی سخت مذمت اور ان سے اعلان بیزاری

قرآن مجید نے دعوت توحید کے سلسلے میں بہت سے مقامات پر یہ پیرایہ بھی اختیار کیا ہے کہ توحید کی تعلیم سے بغاوت کرنے والے مشرکین اور ان کے شرک کے نہایت بُرے انجام سے لوگوں کو ڈرایا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اعلان فرمایا ہے، اس سلسلے کی بھی چند آیتیں پڑھ لیجئے۔ سورہ نساء میں فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (النساء: ۱۱۶)

ترجمہ: اللہ معاف نہیں کرے گا اور نہیں بخشے گا اس گناہ کو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور معاف کر دے گا اس کے سوا دوسرے گناہ جس کو چاہے۔

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَزَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (المائدہ: ۷۲)

ترجمہ: یہ بات یقینی ہے کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا مستقل ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور ان ظالموں کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں (جو ان کو عذاب سے چھڑا سکے)۔

اور اسی واسطے کہ شرک قطعاً ناقابل معافی جرم ہے اور ہر مشرک کیلئے جہنم میں پھینکے جانے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ کو اور سب ایمان والوں کو یہ حکم سنایا گیا کہ خبردار! کسی مشرک کیلئے اللہ سے مغفرت اور بخشش کی دعا بھی نہ کرو، اللہ ان ظالموں، ناپاکوں کے حق میں بخشش کی دعا نہیں سننا چاہتا۔ فرمایا گیا:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ

دینے سے پہلے بندہ بنایا ہے۔ (پس میں رسول ہونے کے بعد بھی بندہ ہوں) ایک موقع پر بعض صحابہ سے اظہار عظمت و عقیدت میں کچھ بے اعتدالی اور لغزش ہو گئی تو آپ نے سخت تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولُهُ مَا أَحَبَّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلِي الَّذِي أَنْزَلَنِي اللَّهُ (رواہ احمد و عبد بن حمید و سعید بن منصور و البیہقی فی شعب الایمان بحوالہ کنز العمال ج ۲ ص ۳۲)

ترجمہ: لوگو! تمہیں شیطان گمراہ نہ کر دے، میں عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں، اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تم مجھے میرے اس مرتبہ سے اوپر اٹھاؤ جہاں اللہ نے مجھے رکھا ہے۔

ایک دفعہ کسی صحابی کی زبان سے سلسلہ کلام میں نکل گیا: ”ما شاء الله وشئت“ (یعنی وہ ہو گا جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں) آپ اس پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا: جعلتني لله ندا بل ما شاء الله وحده (رواہ الطبرانی فی الکبیر بحوالہ کنز العمال ج ۲ ص ۱۳۳)

”تم مجھ نے کو خدا کے برابر کر دیا، یوں نہیں بلکہ یوں کہوں کہ جو تمہا خدا چاہے، وہ ہو گا۔“ آپ کے سامنے بعض اگلی امتوں کا یہ تجربہ تھا کہ اللہ کے جن نبیوں نے زندگی بھر توحید کی راہ میں جدوجہد کی اور شرک کی بیخ کنی میں اپنی عمر صرف کر دی، ان ہی کے امتیوں نے ان پیغمبروں کی وفات کے بعد ان کی قبروں کو سجدہ گاہ اور پناہ معبود بنالیا، اس لئے آپ نے پہلے سے آگاہی دی اور پیش بندی فرمائی:

ان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبياءهم مساجد، فلا تتخذوا القبور مساجد۔ اني انهاكم عن ذلك۔ (رواہ مسلم عن جندب بن عبد اللہ)

ترجمہ: تم سے پہلے بعض امتوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا، دیکھو! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنالینا، میں تم کو صاف صاف اس سے منع کرتا ہوں۔

اور وفات سے کچھ ہی پہلے اپنے آخری مرض میں خدا سے دعا فرمائی:

اللهم لاتجعل قبري وثناً يعبد! اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور انبياءهم مساجد۔ (موطا امام مالک)

ترجمہ: اے میرے اللہ! ایسا نہ ہو کہ میری قبر بت کے مانند ہو جائے جس کی لوگ پرستش اور پوجا کریں۔ اللہ کا سخت غضب ان لوگوں پر ہوا ہے جنہوں نے اپنے

آخرت

قرآن مجید جن حقیقتوں کو ماننے، قبول کرنے اور اُن پر ایمان لانے کی پورے زور سے دعوت دیتا ہے اور ان کو زندگی کی بنیاد بنانے پر پوری شدت کے ساتھ اصرار کرتا ہے، ان میں خدا کی ہستی اور اس کی صفات اور توحید کے بعد آخرت کا مسئلہ ہے۔

یعنی قرآن مجید کہتا ہے کہ جس طرح اپنے سر کی آنکھوں سے خدا کو نہ دیکھنے اور اپنے کانوں سے اس کی آواز نہ سننے کے باوجود تمہارے نزدیک خدا کی ہستی اور اس کا ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کی سلیم فطرت انکار نہیں کر سکتی، اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے اور وہ زندگی اس دنیوی زندگی کی طرح عارضی اور چند روزہ کی نہیں بلکہ دواۓ ہے اور ہر حیثیت سے اس زندگی کے مقابلہ میں ہزاروں لاکھوں گنا بڑھی چڑھی ہے اور اُس زندگی میں ہمیں ہماری اس دنیوی زندگی کی نیکیوں اور بد اعمالیوں کی جزا اور سزا ملے گی۔

خدا کی ہستی اور اس کی صفات کی طرح آخرت کا مسئلہ بھی چونکہ دین و مذہب کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اللہ کے سارے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی سب کتابوں نے آخرت کو ماننے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دی اور قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اس لئے اس میں تو آخرت کے مسئلے پر اتنا زور دیا گیا اور مختلف پہلوؤں سے اس پر اتنی روشنی ڈالی گئی کہ بلامبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا بہت زیادہ حصہ آخرت ہی کے بیان سے متعلق ہے۔

قرآن مجید آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینے کے ساتھ غور و فکر کرنے والے انسانوں کو یہ بھی بتلاتا ہے کہ آخرت کیوں ضروری ہے اور اس کا انکار کتنی سنگین گمراہی ہے اور اس کے کیا نتائج ہیں اور اس کے بارے میں جو شبہات جاہلوں اور ناخدا شناسوں کو ہوتے ہیں وہ کس قدر سفیہانہ اور احمقانہ شبہات ہیں۔

پھر قرآن مجید کسی قدر تفصیل سے یہ بھی بتلاتا ہے کہ آخرت میں کیا کیا سامنے آنے والا

قُرْبٰی (التوبہ: ۱۱۳)

ترجمہ: پیغمبر کو اور ایمان والوں کو نہیں چاہئے کہ وہ مشرکوں کے حق میں مغفرت اور بخشش کی دعا کریں، اگرچہ وہ ان کے عزیز و قریب ہی کیوں نہ ہوں۔

اور اسی سورہ توبہ میں دوسری جگہ فرمایا گیا:

اٰمَنَّا الْمُنٰشِرِ كُوْنُ نَجَسٍ (التوبہ: ۲۸)

ترجمہ: اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ناپاک اور پلید ہیں۔

اور اسی سورہ میں اعلان فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ بَرِئٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (التوبہ: ۳)

ترجمہ: اللہ بری اور بیزار ہے سارے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی بیزار ہے۔

قرآن مجید کی دعوت توحید کے سلسلے میں اگرچہ ہم نے زیادہ اختصار سے کام نہیں لیا ہے لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ ان اوراق میں توحید کے سلسلے میں لکھا گیا اور جو کچھ ناظرین نے اس سے سمجھا، اس کو قرآن کے بیان توحید کا ”مشتہ نمونہ از خروارے“ کہنا بھی مشکل ہے۔

اللہ نے جس کو قرآن فہمی کی دولت نصیب فرمائی ہے، وہ براہ راست قرآن مجید میں تدبر کر کے ہی اسکی دعوت توحید کے زور و قوت اور اسکی وسعتوں اور لطافتوں کو سمجھ سکتا ہے بلکہ وہ بھی جب تک اور جہاں تک غور کرتا رہے گا، اسکو یہی محسوس ہوتا رہے گا کہ اب تک میں نے جو کچھ سمجھا، قرآن میں اس سے بہت زیادہ ہے

نہ حش غلیظہ دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہچیناں باقی!

نہیں ہیں جو اپنی اس زندگی سے خوش اور مطمئن ہوں، بلکہ اس ناچیز راقم سطور کا خیال ہے کہ اگر آخرت کی وہ زندگی نہ ہوتی جس کی اطلاع انبیاء علیہم السلام نے دی ہے اور قرآن مجید نے جس کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے تو پھر انسانوں کے لئے اس دنیا میں پیدا ہونے سے ہزاروں درجہ بہتر یہ تھا کہ وہ سرے سے پیدا ہی نہیں کئے جاتے بلکہ اس سے بھی ایک قدم اور آگے بڑھ کے کہتا ہوں کہ اگر آخرت کی زندگی پر ایمان نہ ہوتا تو میں اپنے پیدا کئے جانے پر احتجاج کرتا اور یہاں کی ہزاروں فکروں اور پریشانیوں والی اس چند روزہ زندگی کے مقابلہ میں صرف اپنے ہی لئے نہیں بلکہ سب انسانوں کے لئے میں کسی ایسے طریقے سے خود کشی کو جائز بلکہ بہتر سمجھتا جس میں زیادہ تکلیف نہ ہوتی۔

بہر حال اس دنیا میں پیدائش سے لے کر موت تک انسانوں کو جو چند سالوں کی زندگی ملتی ہے، جس کا ابتدائی کافی حصہ بچپن کی کمزوریوں اور بے لطفیوں میں گزر جاتا ہے اس کے بعد جوانی آتی ہے جو طاقوتوں اور توانائیوں کے ساتھ ہزاروں قسم کی فکروں کو اور اُن خواہشوں اور امنگلوں کو ساتھ لاتی ہے جن کو پورا کرنے کا ہر آدمی سامان نہیں پاتا پھر جوانی کا ڈھلاؤ اور قوتوں میں اضمحلال آنا شروع ہوتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد بڑھاپا اپنی ساری مجبوریوں اور آزاروں، دکھوں اور بیماریوں کے ساتھ آجاتا ہے اور بالآخر ان ہی منزلوں سے گزر کر آدمی موت کے راستے اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ بس یہی ہے ہر انسان کی دنیوی زندگی بشرطیکہ اس کو پوری طبعی عمر بھی مل جائے۔ سوچئے کیا کسی کی عقل سلیم یہ مان سکتی ہے کہ انسان کی یہ زندگی کوئی ایسی بڑی چیز ہے جس کے لئے عالم ہست و بود کا یہ سارا ہنگامہ برپا کرنا درست اور قرین حکمت ہو۔

بہر حال بیچارے انسانوں کی اس چند روزہ اور بے لطف زندگی کے لئے زمین و آسمان کے اس پورے نظام کی تخلیق بلکہ خود انسان کی پیدائش بھی یقیناً ایک قابل اعتراض تماشہ اور بے مقصد کھیل ہے، اگر اس دنیوی زندگی کے بعد آخرت کی وہ زندگی نہ ہو جس کی اطلاع انبیاء علیہم السلام نے اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے ہم کو دی ہے۔

قرآن مجید نے اس پورے مضمون کو اپنے مبلغ معجزانہ اور نہایت مختصر الفاظ میں اس طرح ادا کیا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعَالَى اللّٰهُ
الْبَلِیْکُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ﴿۱۱۶﴾ (المومنون: ۱۱۵-۱۱۶)

ترجمہ: کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تم کو یوں ہی فضول اور عبث پیدا کیا ہے اور اپنی دنیوی

ہے، نیکو کاروں اور اللہ کے فرمانبرداروں کو کیا کیا انعامات ملنے والے ہیں اور ان کے لئے خوش عیشی اور لذت اندوزی کے وہاں کیا کیا سامان ہیں اور بدکاروں اور خدا کے نافرمانوں کے لئے وہاں کیسے لے رزہ خیز عذاب ہیں، جنت میں کیسی کیسی لذتیں اور بہاریں اور دوزخ میں کیسی کیسی ہوش ربا تکلیفیں اور دردناک سزائیں ہیں؟

آخرت کیوں ضروری ہے؟

سب سے پہلے آخرت کے ضروری اور یقینی ہونے کے متعلق قرآن مجید کا بیان سنئے: قرآن کہتا ہے کہ اگر زندگی اسی دنیا پر ختم ہو جائے اور اس کے بعد کوئی اور زندگی نہ ہو تو پھر یہ سارا کارخانہ عالم بالکل بے مقصد ہنگامہ اور بے معنی تماشہ اور اپنے پیدا کرنے والے کا ایک عبث فعل ٹھہرا اور پھر اس کی تخلیق کی کوئی ایسی توجیہ نہیں کی جاسکتی جو اس علیم و حکیم خالق کے شایان شان ہو۔

اس کو ذرا تفصیل سے یوں سمجھئے کہ ذرا سا غور و فکر کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پورے کارخانہ عالم میں بنی نوع انسان کی حیثیت اور اس کا درجہ وہی ہے جو ایک گھر میں گھر والے آدمی کا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح گھر میں گھر کے آدمیوں کے علاوہ بہت سی چیزیں ہوتی ہیں، مثلاً کھانے پینے کی چیزیں، پہننے کے کپڑے، فرش فروش، تخت قالین، پٹنگ بسترے، الماریاں، میز، کرسی، آئینہ اور دوسرے زینت و آرائش کے سامان، اسی طرح کھانے پینے کے برتن، روشنی کے لئے بجلی کے قمتے یا لیمپ وغیرہ، سواری کے لئے سائیکل، موٹر یا سواری کے جانور، جی بھلانے کے لئے طوطا، مینا، کبوتر جیسے پرندے یا بلی اور کتے، علیٰ ہذا بچوں کے قسم قسم کے کھیل کھلونے۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی خود مقصود نہیں بلکہ ہر چیز گھر میں اس لئے رکھی جاتی ہے کہ انسان اُس سے کام لے۔ خواہ وہ جی بھلانے کا یا گھر کی زینت و آرائش کا یا بچوں کے کھیلنے ہی کا کام کیوں نہ ہو۔ پس اسی طرح اس پورے کارخانہ عالم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے سوا یہاں جو کچھ بھی ہے، زمین، پہاڑ، ہوا، پانی، دریا، نہریں، چاند، سورج، چرند پرند، نباتات، معدنیات سب کی سب انسان کے لئے ہیں۔ گویا اس پوری کائنات میں اصل مقصود صرف انسان ہے اور زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ صرف انسان کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ اور یہ ایک بالکل کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ انسان کی اس دنیا کی یہ چند روزہ زندگی خواب و خیال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ اور پھر فی صدی ایک دو بھی تو ایسے

آخرت کے ضروری ہونے پر قرآن مجید کی ایک دوسری دلیل

قرآن پاک نے آخرت کے ضروری ہونے پر ایک اور پہلو سے بھی روشنی ڈالی ہے۔ اپنے خاص انداز میں قرآن پاک انسانوں کی سلیم فطرت اور عقل سلیم کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ اس دنیا میں بُرائی اور بھلائی موجود ہے لیکن اس کی سزا اور جزا جو اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا تقاضا ہے، یہاں نہیں ملتی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس دنیوی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی ہو جس میں نیک بختوں کو ان کی نیکو کاریوں کی جزا اور مجرموں کو ان کی بدکاریوں کی سزا ملے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس دنیا کے خالق اور پروردگار پر اس سے بڑا الزام آئے گا۔

اس کو ذرا تفصیل سے یوں سمجھئے کہ اس دنیا میں سب دیکھتے ہیں کہ بہت سے پیشہ ور ظالم بد معاش عمر بھر بڑے بڑے پاپ کرتے ہیں، لوگوں کے جان و مال پر ڈاکے ڈالتے ہیں، کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں، بندگان خدا کے حق مارتے ہیں، غریبوں کو ستاتے ہیں، رشوتیں لیتے اور خیانتیں کرتے ہیں اور عمر بھر عیش کرتے ہوئے اولاد کے لئے بھی بہت کچھ سامان عیش چھوڑ کر اس دنیا سے چلے جاتے ہیں اور اس کے برعکس اللہ کے بہت سے بندوں کو اس حال میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ بیچارے بڑی نیکی اور پارسائی کی زندگی گزارتے ہیں، کسی پر ظلم نہیں کرتے، کسی کے ساتھ دغا اور دھوکا نہیں کرتے، کسی کا حق نہیں مارتے، اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں، اس کی مخلوق کی خدمت بھی کرتے ہیں اس کے باوجود ان کی زندگی تنگی اور تکلیف سے گزرتی ہے، کبھی کوئی بیماری اور آزاری ہے، کبھی کوئی تکلیف اور پریشانی ہے اور بیچارے اسی حال میں دنیا سے چلے بھی جاتے ہیں اور نہیں دیکھا جاتا کہ ان کی اس نیکی اور پارسائی کا کوئی بھی صلہ اس دنیا میں ان کو ملا ہو۔

پس اگر اس دنیوی زندگی کے بعد بھی کوئی اور ایسی زندگی نہ ہو جہاں ان بدکاروں اور نیکوکاروں کو اپنے اپنے کئے کی جزا اور سزا ملے تو یقیناً خدا پر الزام آئے گا کہ اس کے یہاں دنیا کی بے انصاف حکومتوں سے بھی زیادہ اندھیر ہے، نہ نیکوکاروں کی نیکی کی کچھ قدر ہے اور نہ ظالموں اور بدکاروں کی بدکاری اور بد معاشی کی کوئی سزا ہے۔ بلکہ سارے پارساؤں، پرہیزگاروں اور چوروں، ڈاکوں کے ساتھ اندھیر نگری والا ایک ہی برتاؤ ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی سلیم عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ کی ہستی تو بہت بلند ہے۔ یہ طرز عمل تو کسی بھلے آدمی کے بھی شایان شان نہیں جبکہ وہ شریفوں اور شہریروں اور پرہیزگاروں اور پیشہ ور بد معاشوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے۔ قرآن مجید اسی بات کو اپنے نہایت مختصر اور مبلغ و معجزانہ الفاظ میں اس

زندگی ختم کرنے کے بعد ہماری طرف تمہاری واہسی نہیں ہوگی، سو برتر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو بادشاہ حقیقی ہے، تنہا معبود ہے، جس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ جو بادشاہ حقیقی، لاشریک معبود اور رب العرش ہے، اس کے بارے میں اس خیال اور گمان کی قطعاً گنجائش ہی نہیں ہے کہ اس نے انسانوں کو یوں ہی بے مقصد اور فضول و عبث پیدا کیا ہو، بلکہ اس نے انسان کو ایک اہم مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور وہ مقصد یہ ہے کہ اس دنیا میں رہ کر وہ اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری اور آخرت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام حاصل کرنے کی تیاری کرے جو اس کی آخری اور اعلیٰ منزل ہے۔

پس انسان کی یہ دنیوی چند روزہ زندگی ہی اس کی نشانی اور دلیل ہے کہ اس کے بعد آخرت کی وہ پائیدار اور ترقی یافتہ زندگی بھی ہونی چاہئے جس کی خبر انبیاء علیہم السلام نے اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے دی ہے، ورنہ اس دنیا میں انسان کا آنا ایک بے مقصد کھیل اور لاحاصل تماشہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور برتر ہے۔ اسی حقیقت کو دوسری جگہ ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّالُوتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعِيبِينَ (الدخان: ۳۸)

ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں کو، زمین کو اور جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے کھیل تماشے کے طور پر عبث اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔

اور سورہ قیامہ میں ارشاد ہے:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى (القیامہ: ۳۶)

ترجمہ: کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ (اپنے کئے کی جزا سزا نہ پائے گا)

در اصل انسان کی دنیوی زندگی میں اور یہاں اس کی تخلیق میں معنویت جب ہی ہے جبکہ جزا اور سزا پر ایمان لایا جائے اور اس حقیقت کو مانا جائے کہ یہاں کی زندگی اگلے عالم کی یعنی آخرت کی اعلیٰ اور ترقی یافتہ دوا می زندگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اگر اس کو نہ مانا جائے اور آخرت کا انکار کیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان کی تخلیق جیسے اللہ تعالیٰ کے با عظمت فعل کو فضول و عبث اور بے مقصد قرار دیا جائے: تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَٰلِكَ عُلُوًّا اَكْبَرًا۔

ہے کہ انسان کے اچھے یا بُرے اخلاق و اعمال (جو مادی اعمال و افعال سے یقیناً زیادہ اہم اور دُور رس ہیں) ان کے بھی کچھ آثار اور نتائج ہوں، مثلاً ایک شخص ہے جو خود بھوکا رہ کر دوسرے بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے، مشقت اٹھائے اور دُور دراز سے پانی لاکر پیاسوں کو پلاتا ہے، غریبوں، کمزوروں کی خدمت کرتا ہے، مریضوں کی تیمارداری کرتا ہے اور اس دنیا میں اپنی اس نیک کرداری اور مخلصانہ خدمت گزاری سے کوئی نفع نہیں اٹھاتا تو ہماری عقل کا تقاضا ہے کہ اس کی یہ بلند ترین اخلاقی نیکیاں بے اثر اور بے نتیجہ نہ رہیں اور ان کا جو بھی نتیجہ یا اثر ہونا چاہئے وہ کبھی نہ کبھی ظہور میں ضرور آئے۔ اسی طرح جو شخص مثلاً عجیب تراشی اور چوری کو اپنا پیشہ بنالیتا ہے یا جو جلا دوسروں پر ظلم کرتا ہے، ان کے حقوق غصب کرتا ہے، رشوتیں لیتا ہے، کمزور پڑوسیوں کو ستاتا ہے یا اسی قسم کی دوسری بد اعمالیاں کرتا ہے اور اس دنیا میں اس کی ان بد کاریوں کا کوئی اثر اور نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا تو اس شخص کے بارے میں بھی ہماری عقل پورے یقین کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے کہ اس کی ان بد معاشیوں اور بد اعمالیوں کا نتیجہ کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہونا چاہئے اور اس کو ان کا خمیازہ بھگتنا چاہئے۔ عقل سلیم اس کو کسی طرح نہیں قبول کر سکتی کہ اشرف المخلوقات انسان جو اس کائنات میں سب سے زیادہ ذمہ دار مخلوق ہے، (بلکہ وہی اصل مقصود ہے اور باقی جو کچھ ہے یہ سب اس کے لئے ہے) اس کے ایسے ایسے اہم اور دُور رس اچھے یا بُرے اعمال کا کوئی بھی اثر اور کوئی بھی نتیجہ نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو یہ اس عالم کی فطرت اور اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے بالکل خلاف ہو گا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے۔

سورہ حاشیہ کی جو آیت ابھی اوپر تلاوت کی گئی ہے اس سے بالکل متصل آیت ہے:

وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلَيُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (الحاشیہ: ۲۲)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو (اور یہاں کی ہر چیز کو) صحیح اور حکیمانہ اصول پر پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جاوے گا۔

آخرت کے بارے میں جاہلانہ و احمقانہ شبہات اور شیطانی وساوس

قرآن مجید نے ایک طرف تو آخرت کے ضروری اور یقینی ہونے پر روشنی ڈالی اور اس پر

طرح کہتا ہے:

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ (القلم: ۳۵)

ترجمہ: کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں نافرمانوں کے برابر کر دیں گے؟ (یعنی ایسا ہر گز نہیں ہو گا)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (ص: ۲۸)

ترجمہ: کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو دنیا میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں؟ کیا ہم پرہیز گاروں اور بدکاروں کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں گے؟ (ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً فَأَنَّا لَهُمْ فَتْنًا مِّنَّا مَبْلُغُونَ (الحاشیہ: ۲۱)

ترجمہ: یہ لوگ جنہوں نے جرائم اور بد کاریوں کو اختیار کر لیا ہے، کیا ان کا خیال ہے کہ ہم ان مجرموں کو اپنے مومن و صالح بندوں کے ساتھ رکھیں گے؟ کہ ان کی زندگی اور ان کی موت یکساں ہو۔ بُرا ہے اُن کا یہ فیصلہ اور بالکل غلط ہے ان کا یہ خیال۔

قرآن مجید کی اس دوسری دلیل کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مادی چیز کے بھی کچھ خواص اور آثار ہیں، مثلاً آگ میں گرمی اور جلانے کی خاصیت ہے، پانی میں ٹھنڈک اور بجھانے کی خاصیت ہے، زمین سے اگنے والی ہر جڑی بوٹی میں کوئی نہ کوئی خاصیت ہے حتیٰ کہ زمین کے کیڑے مکوڑوں میں بھی کچھ خواص ہیں اور اسی طرح انسان کے ہر مادی عمل اور ہر حیوانی فعل کے بھی آثار اور نتائج ہوتے ہیں، مثلاً کھانا کھانے سے پیٹ بھر جاتا ہے اور بھوک ختم ہو جاتی ہے، پانی پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور پیاس دفع ہوتی ہے، دوڑنے بھاگنے سے آدمی تھکتا ہے اور جسم سے پسینہ نکلتا ہے، سخت چیز کھانے سے پیٹ میں درد ہوتا ہے، دست آور چیز کھانے سے دست آجاتے ہیں۔ پس ضروری

ترجمہ: کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک ہو جائیں گے (تو اس کے بعد ہم کو دوبارہ زندگی دی جائے گی؟) یہ وہی یعنی دوبارہ زندگی تو بہت بعید ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ آخرت کا انکار کرنے والوں کے پاس اس انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے، یعنی کسی دلیل اور برہان سے وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آخرت (جس کی اطلاع اللہ کے پیغمبروں نے اور اس کی کتابوں نے دی ہے) وہ ناممکن اور محال ہے، وہ جو کچھ کہتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں، وہ بس یہی ہے کہ ”مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا بہت مستبعد ہے اور ہماری سمجھ سے باہر ہے اور ہم نے کبھی ایسا ہوتے نہیں دیکھا۔“ لیکن جس شخص نے اللہ کو اور اس کی صفات اور خاص کر اس کی وسیع قدرت کو کچھ جان لیا ہو اور اس کا رخا نہ ہستی میں کچھ غور و فکر کیا ہو اس کے نزدیک یہ بات سراسر جاہلانہ اور احمقانہ ہے۔

قرآن مجید نے بھی ان منکرین کو سمجھانے کے لئے یہی آسان طریقہ اختیار کیا ہے کہ ان کو بتلایا کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو بہت بڑی اور بہت مشکل بات سمجھتے ہو اور صرف اسی لئے تم اس سے انکار کرتے ہو، بیشک وہ بہت بڑی بات ہے، لیکن جس علیم و حکیم اور قدیر و خبیر اللہ تعالیٰ نے یہ سارا عالم پیدا کیا ہے اور جو اس کو چلا رہا ہے، اس کی عالی شان اور اس کی بے انتہا قدرت کے سامنے یہ نہ مشکل ہے، نہ کوئی بڑی بات ہے۔

پھر اس دنیوی زندگی میں حیات بعد الموت کے جو خاص نظائر اور شواہد ہیں قرآن مجید ان کی طرف بھی ان منکرین کی رہنمائی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ان میں غور کرو، مثلاً اس دنیا میں خود تم جو پیدا کئے گئے ہو، اس اپنی پیدائش ہی پر غور کرو اور اسی طرح جنگل کی سوکھی بے جان زمین پر رحمت کا پانی برسا کر اللہ تعالیٰ جس طرح اس میں جان ڈال دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں چٹیل میدان جس طرح سبزہ زاروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں ان میں غور و فکر کرو تو حیات بعد الموت کے مسئلہ کو بڑی آسانی سے سمجھ لو گے اور پھر اس میں تمہارے لئے کوئی استبعاد اور استعجاب نہیں رہے گا۔

منکرین آخرت کے بے بنیاد شبہات کا جواب

قرآن مجید نے اس مسئلہ پر بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ روشنی ڈالی ہے اور منکرین آخرت کے ان بے بنیاد استبعادات اور بے دلیل و ہی اشکالات کو جا بجا رفع کیا ہے۔ چند آیتیں اس سلسلہ کی یہاں بھی پڑھ لیجئے۔

ایمان لانے کی دعوت دی اور دوسری طرف ان جاہلانہ اور احمقانہ شبہات و وساوس کو صاف کیا جو کم غور و فکر کرنے والے عام ذہنوں میں آخرت کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں یا ایمان اور حق کی راہ سے لوگوں کو روکنے والے شیاطین ان کو پھیلاتے ہیں اور ان کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔

قرآن پاک نے جا بجا منکرین کے ان شبہات و وساوس کو نقل بھی کیا ہے اور پھر اپنے خاص اطمینان آفریں انداز میں ان کے ایسے جوابات دیئے ہیں اور آخرت کو سمجھانے کے لئے ایسے شواہد و نظائر پیش کئے ہیں کہ دل بالکل مطمئن ہو جاتا ہے اور کسی بھی صاحب عقل کے لئے انکار یا استبعاد کی گنجائش نہیں رہتی۔

آخرت کے بارے میں سب سے زیادہ مشہور اور پرانا شبہ وہی استبعاد کا (یعنی سمجھ میں نہ آنے کا) اور کسی مردے کو اس دنیا میں زندہ ہوتے ہوئے نہ دیکھنے کا شبہ ہے جس کو زمانہ نزول قرآن میں عرب کے منکرین آخرت بھی بار بار دہراتے تھے اور ان سے پہلے اور ان کے بعد کے منکرین بھی زیادہ تر اسی کو پیش کرتے رہے ہیں۔ قرآن مجید اپنے زمانہ کے منکرین کے متعلق کہتا ہے:

بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُونَ ﴿٨١﴾ قَالُوا إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ (المؤمنون: ۸۱ تا ۸۲)

ترجمہ: بلکہ انہوں نے بالکل ویسی ہی اور وہی بات کہی جو ان سے اگلے منکرین نے کہی تھی، انہوں نے کہا: کیا جب ہم مرجائیں گے اور (زمین میں دفن ہونے کے بعد) ہم مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر ہو جائیں گے تو کیا ہم اس کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے؟ (یعنی یہ بات تو کسی طرح سمجھ میں آنے والی نہیں ہے، نہ دنیا میں کبھی ایسا ہوا ہے!)

ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٦٧﴾ (النمل: ۶۷)

ترجمہ: اور منکروں نے کہا کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے آباؤ اجداد (جو پہلے مر کر مٹی ہو چکے ہیں) تو کیا ہم سب پھر سے پیدا کئے جائیں گے؟

ایک اور موقع پر ان ہی کا قول نقل کیا گیا ہے:

إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذَلِكُمْ رَجْعٌ بَعِيدٌ ﴿٣﴾ (ق: ۳)

ثُمَّ لَتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْحَلِ الْعُجْرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ رَوْحٍ بِهِجٍ ۝ ذَلِكِ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُخَيِّ الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝ (الحج: ۵ تا ۷)

ترجمہ: اے لوگو! اگر تم کو قیامت اور بعث بعد الموت کے بارے میں کوئی شک ہے تو (غور کرو کہ) ہم نے تم کو بنایا ہے مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر بندھے ہوئے خون سے پھر گوشت کے مشکل یا غیر مشکل ٹکڑے سے، تاکہ ہم اپنی قدرت تمہارے لئے ظاہر کریں اور ہم ٹھیرا دیتے ہیں جس نطفہ کو چاہیں رحم میں ایک مقررہ مدت تک، پھر باہر لاتے ہیں تم کو بچہ بنا کر تاکہ پھر تم پہنچو اپنی پوری جوانی کو اور بعضے تم میں وہ ہوتے ہیں جو اٹھالے جاتے ہیں (جوانی ہی میں) اور بعضے وہ ہوتے ہیں جو پہنچائے جاتے ہیں (بڑھاپے والی) نکی عمر تک۔ (جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) علم و فہم حاصل کرنے کے بعد وہ پھر (سٹھیا کر) علم سے کورے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور (دوسری ایک دلیل اور نشانی بعد الموت کی یہ ہے کہ) تم دیکھتے ہو زمین کو خشک، پھر جب ہم نازل کرتے ہیں اس پر بارش تو وہ تروتازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی پھلتی ہے اور طرح طرح کے خوش رنگ سبزے اگاتی ہے، یہ سب اسی لئے ہے کہ اللہ کی ہستی ہی حق ہے اور (تم اپنے ان مشاہدوں سے سمجھ سکتے ہو کہ) وہ جلانے والا ہے مردوں کو اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے اور یہ کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا قبروں کے دفن مردوں کو۔

قرآن مجید کی ان آیات کا حاصل یہی ہے کہ بعث بعد الموت کے مسئلہ میں شک کرنے والا، مگر اس کو سمجھنے کا ارادہ رکھنے والا انسان اگر خود اپنی آفرینش اور پیدائش میں اور بچپن سے لے کر بڑھاپے تک کی اپنی اس زندگی کی ان مسلسل تبدیلیوں میں غور کرے جن پر اس کا کوئی اختیار نہیں چلتا اور جو صرف اللہ ہی کے حکم سے ہوتی ہیں اور اسی طرح اگر وہ زمین کی حالت کے اس تغیر و تبدل میں غور کرے کہ ایک موسم میں وہ بالکل خشک و بے جان اور مردہ پڑی ہوتی ہے اور اس میں زندگی کی کوئی رمق اور کوئی لہر نہیں دیکھی جاتی، پھر جب اللہ اپنی رحمت کا پانی

سورہ یسین کے بالکل آخر میں آخرت کے متعلق ان ہی وہی شبہات و دسوس کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا حوالہ دے کر منکرین کی عقلوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا ہے:

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ ۚ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ (یس: ۸۱ تا ۸۲)

ترجمہ: کیا وہ قادر مطلق جس نے آسمان و زمین (اور ان کے درمیان کی ساری مخلوقات) کو پیدا کیا ہے، اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے پھر پیدا کرے، بلاشبہ وہ ضرور اس کی قدرت رکھتا ہے اور وہ تو بہت مخلوق پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ ہو جا، تو اتنے ہی سے وہ ہو جاتی ہے۔

یعنی کسی چیز کو وجود بخشنے اور پیدا کرنے کے لئے صرف اس کا ارادہ اور اس کی مشیت کا اشارہ کافی ہے، تو اس کے لئے اپنی کسی مخلوق کو ایک دفعہ موت دے کے پھر سے زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔

اور سورہ روم میں فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (الروم: ۲۷)

ترجمہ: وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کرے گا (اور ظاہر ہے کہ ایک دفعہ پیدا کرنے کے بعد پھر دوبارہ پیدا کرنا اس کے لئے زیادہ آسان ہے) اور آسمان و زمین میں اس کی شان سب سے اعلیٰ ہے اور وہ زبردست (قادر مطلق) اور حکمت والا ہے۔

اور سورہ حج میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخْلَقَةٍ وَغَيْرِ مُّخْلَقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِذْ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

اور سورہ زخرف میں فرمایا:

وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيِّتَةً كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَوْتِ (الزخرف: ۱۱)

ترجمہ: اور وہ اللہ جس نے پانی برسایا آسمان سے ایک خاص مقدار میں پھر اس کے ذریعہ زندگی بخشی کسی مردہ علاقہ کو (تو جس طرح بارش برسا کر وہ مردہ علاقوں کو نئی زندگی بخشا ہے) اسی طرح (اس کے حکم سے) تم مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جاؤ گے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان آیات اور ان جیسی اپنی اور سینکڑوں آیات میں حیات بعد الموت اور حشر و نشر کے اس مسئلہ کو ایسا آسان کر کے سمجھایا ہے اور کم عقلوں کے احمقانہ شبہات اور وہی استبعادات کو رفع کرنے کے لئے ایسے عام فہم اور دلنشین دلائل پیش کئے ہیں جن کے بعد کسی استبعاد و اشکال اور کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور مسئلہ ایسا روشن اور بدیہی ہو جاتا ہے کہ بجائے اس کے کہ اس پر کسی کو تعجب ہو، اس کے انکار اور اس کے بارے میں شک و شبہ کے اظہار پر لوگوں کو تعجب ہونا چاہئے۔ یہی بات قرآن مجید میں اس بلیغ انداز میں فرمائی گئی ہے:

وَإِنْ تَعْجَبَ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ إِذْ أَكُنَّا ثَرْبًا ۖ إِنَّا لَنَحْنُ خَالِقُ جَدِيدٍ (الرعد: ۵)

ترجمہ: اور اگر تم لوگوں کو تعجب ہو تو تعجب اور حیرت کے قابل ان (احقوں) کا یہ کہنا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم کو پھر ایک نئی پیدائش اور نئی زندگی ملے گی؟

گویا کہ حیات بعد الموت اور حشر و نشر کے مسئلہ پر قرآن مجید نے جو روشن دلائل پیش کئے ہیں، ان کے سامنے آجانے کے بعد کسی منکر کا یہ کہنا کہ:

”مر کر ہمارے جسموں کے مٹی ہونے کے بعد ہم دوبارہ نئے سرے سے کیسے پیدا کئے جائیں گے؟“ ایسی قابل تعجب حماقت اور سفاہت ہے جس پہ جس قدر بھی تعجب کیا جائے، کم ہے۔

اس پر بر سادیتا ہے تو اسی مردہ زمین میں سے زندگی اور شادابی سبزہ کی شکل میں اُبل پڑتی ہے۔ (الغرض انسان اگر خود اپنی ہستی اور اپنے پاؤں کے نیچے والی زمین کے ان انقلابات پر ایک طالب صادق کی طرح غور کرے) تو بعثت بعد الموت اور قیامت کے بارے میں اسے کوئی اشتباہ اور استبعاد نہیں رہ سکتا۔

اور سورہ روم میں ایک جگہ فرمایا:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُخْلِقُ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ نُخْرِجُ الْحَيَّ (الروم: ۱۹)

ترجمہ: اللہ نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندگی بخشتا ہے زمین کو مردگی کے بعد۔ (پس جس طرح دنیا میں اللہ کی قدرت سے نیستی کے بعد ہستی اور موت کے بعد زندگی کا یہ سلسلہ جاری ہے) اسی طرح تم مرنے کے بعد قیامت میں زندہ اٹھائے جاؤ گے۔

اور اسی سورہ روم میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَانظُرْ إِلَىٰ اثْرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُخْلِقُ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُهْمٌ إِلَيْنَا ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الروم: ۵۰)

ترجمہ: اللہ کی رحمت کے آثار تو دیکھو! وہ کیسے حیات تازہ بخش دیتا ہے زمین کو اس کے خشک و بے جان اور بالکل مردہ ہو جانے کے بعد، ہاں ہاں بلاشبہ یہی اللہ دوبارہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو اور اس کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

اور سورہ فصلت میں فرمایا:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُخْلِقٌ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الفصلت: ۳۹)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین کو خشک پڑی ہوئی آثار حیات سے خالی، پھر جب ہم بر سادیتے ہیں اس پر پانی تو وہ تازہ ہو جاتی ہے اور پھولتی پھلتی ہے، یقیناً وہی قادر مطلق جس نے مردہ زمین کو یہ زندگی بخشی وہی دوبارہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يَكْتَسِبُونَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوهُهُمُ النَّارَ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝ (المؤمنون: ۹۹ تا ۱۰۴)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب آتی ہے ان مجرموں میں سے کسی کو موت تو اس وقت وہ کہتا ہے کہ اے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس لوٹا دے تاکہ جو کچھ میں چھوڑ آیا ہوں، اس میں نیک عمل کروں اور زندگی میں جو کوتاہیاں کی ہیں، جا کر ان کی تلافی کروں۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ہر گز نہیں، یہ محض ایک کہنے کی بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے۔ (یعنی موت کے بعد ہر گز کسی کو واپسی کی اجازت نہیں) اور ان کے پیچھے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔ (یعنی موت کے بعد باوجود تمنا اور التجا کے) وہ دنیا میں واپس نہیں بھیجے جائیں گے بلکہ قیامت کے دن تک ایک بندش میں (اور گویا ایک قسم کی حالات میں لک رہیں گے پھر جب صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوگی تو اس دن ان کے سارے باہمی رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے اور ان میں سے کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا (اور اس دن ہر ایک کا فیصلہ اس کے اعمال پر ہوگا) پس جن لوگوں کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو گا وہی اس دن کامیاب اور بامراد ہوں گے اور جن کا پلہ ہلکا ہو گا تو وہی وہ ہوں گے جنہوں نے اپنے کو تباہ کر ڈالا، وہ جہنم ہی میں پڑے رہیں گے، آگ جھلکتی ہوگی ان کے چہروں کو اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہوں گے۔

اور سورہ حق میں موت اور پھر قیامت کا ذکر ایک جگہ اس طرح فرمایا گیا ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ۝ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ (ق: ۱۹ تا ۲۲)

ترجمہ: (ہر شخص ہوشیار ہو جائے) سکرۃ الموت کا وقت اللہ کے ٹھیک فیصلہ کے مطابق قریب آچکا ہے، یہ موت وہ چیز ہے جس سے اے انسان! توبہ کرتا اور بھگتا تھا۔ (اور نہ سمجھو کہ موت پر قصہ ختم ہے بلکہ قیامت جس کی تم کو خبر سنائی جا رہی

آخرت میں کیا کیا ہونے والا ہے؟

قرآن مجید اپنے اصل مقصد و موضوع کے لحاظ سے چونکہ انداز و تبشیر، ترغیب و تنذیر اور ہدایت و نصیحت کا صحیفہ ہے، فلسفہ یا علم کلام کی کتاب نہیں ہے، اس لئے آخرت کے متعلق استدلالی بحث سے بہت زیادہ اس میں آخرت میں پیش آنے والے اُن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جن کے تذکرہ سے ایک سلیم الفطرت آدمی کے دل میں آخرت کی فکر اور خدا کا خوف پیدا ہو سکتا ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کا بہت بڑا حصہ اسی مضمون سے تعلق رکھتا ہے۔

آخرت کی منزلیں

موت دراصل اس دنیا سے عالم آخرت کی طرف انتقال ہی کا دوسرا نام ہے اور اس لحاظ سے آخرت کا سفر گویا موت ہی سے شروع ہو جاتا ہے، لیکن مرنے کے دن سے لے کر قیامت تک کا جو زمانہ ہے جس کوبرزح کہا جاتا ہے، اس کی نسبت عالم آخرت کے لحاظ سے قریب قریب وہی ہے جو نسبت زمانہ تحمل کو اس دنیوی زندگی سے ہے۔ گویا آخرت کی اصل زندگی اگرچہ قیامت سے شروع ہوگی اور جزا و سزا کا اصل ظہور قیامت کے بعد ہی ہو گا لیکن موت سے لے کر قیامت تک کا دور اس کی اسی طرح کی تمہیدی اور برزخی منزل ہے جیسے کہ اس دنیا میں آنے کے لئے ہر آدمی کو کچھ مدت ماں کے پیٹ میں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ اسی واسطے قرآن مجید میں وقت موت سے قیامت تک کے اس برزخی دور کا ذکر بہت کم اور صرف مجمل کیا گیا ہے، البتہ قیامت، حشر و نشر، حساب کتاب اور جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کا ذکر بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ اور ایسے تفصیلی انداز میں کیا گیا ہے جو انسانوں کے دلوں میں آخرت کی فکر اور خدا کا خوف پیدا کرنے کے لئے بالکل کافی بلکہ کافی سے بھی زیادہ ہے اور بلاشبہ اس خصوصیت میں وہ آپ ہی الٰہی نظیر ہے۔ چند آیتیں اس سلسلہ کی یہاں بھی پڑھ لیجئے۔

سورہ المؤمنون میں ایک جگہ عالم آخرت کی ان تمام منزلوں کا ذکر کسی قدر اجمال کے ساتھ اس طرح فرمایا گیا ہے:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۝ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار کے قہر و جلال سے ڈرو، یقین کرو قیامت کا بھونچال بڑا ہی خوفناک ہو گا، جب (وہ قیامت آئے گی اور) تم اس کو دیکھو گے (تو یہ حالت ہو گی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہے گا یہاں تک کہ) دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور اس وقت لوگوں کو تم دیکھو گے نشہ کی سی حالت میں (بے حس و حرکت) اور اس وقت درحقیقت وہ نشہ کی حالت میں نہیں ہوں گے لیکن (خدا کے قہر و عذاب کی دہشت سے ان کی یہ حالت ہو گی)۔ اللہ کا عذاب بڑی ہی سخت چیز ہے۔

اور سورہ کہف میں قیامت اور حشر کے بیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیشی اور مجرمین کی اس وقت کی حالت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالُ وَ تَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَ حَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۖ وَ عَرَّضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَحَمْتُمْ أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ۖ وَ وَضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ فِيهِ وَ يَقُولُونَ يَوْمَئِذٍ أَلَمْ يَأْتِ الْوَعْدَ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَ وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۖ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۖ (الکہف: ۴۷ تا ۴۹)

ترجمہ: (اور خیال کرو اس دن کا جب دنیا کا یہ نظام ہمارے حکم سے درہم برہم ہو گا) اور ہم پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیں گے (اور زمین کی ساری آبادیاں مسمار کر کے برابر کر دی جائیں گی) اور تم دیکھو گے زمین کو کھلا میدان (جس پر کوئی پہاڑ ہے نہ کوئی آبادی) اور ہم سب بندوں کو (دوبارہ زندہ کر کے اپنی عدالت گاہ میں) جمع کریں گے، ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور تمہارے پروردگار کے سامنے وہ قطار در قطار پیش کئے جائیں گے۔ (تب ان سے کہا جائے گا کہ) تم کو جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ دنیا میں پیدا کیا تھا اسی طرح (ہمارے حکم سے دوبارہ زندہ ہو کر) آج تم ہمارے پاس آگئے، مگر تم نے تو یہ خیال باندھ لیا تھا کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے (اور قیامت جس کی خبر پیغمبر دیتے ہیں، کبھی نہ آئے گی، تو اب تم نے دیکھ لیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟) اور اعمال کا دفتر سامنے

ہے وہ یقیناً اپنے وقت پر آئے گے اور سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے) صور پھونکا جائے گا، وہی وعید کا دن ہو گا، اس دن ہر شخص آخرت کی عدالت گاہ کی طرف اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ اس کو ساتھ لانے والا ہو گا اور ایک سرکاری گواہ کی حیثیت سے ہو گا۔ (ان میں جو منکر اور آخرت فراموش ہو گا، اس سے کہا جائے گا) تو عدالت اور انصاف کے اس دن سے بے خبر اور غافل تھا، ہم نے تیری آنکھوں سے اب پردہ ہٹا دیا ہے پس اب تیری نگاہ خوب تیز ہے (اور جن حقیقتوں کا تو منکر تھا اب وہ تیری آنکھوں کے سامنے ہیں)۔

اور سورہ نمل میں قیامت اور اس کی ہولناکیوں کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ وَ كُلُّ أَتَوَكُّذٍ لِّدُخْرَيْنِ ﴿٨٤﴾ وَ تَرَى الْجِبَالُ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَ هِيَ تَمُورُ مَرَّ السَّحَابِ (النمل: ٨٤ تا ٨٨)

ترجمہ: اور جس دن کہ (دنیا کے اس نظام کو درہم برہم اور فنا کرنے کے لئے اللہ کے حکم سے) صور پھونک دیا جائے گا تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق (ہر آدمی اور فرشتے وغیرہ اس کی ہیبت اور دہشت سے) سخت گھبرا جائیں گے (اور بے ہوش و حواس ہو جائیں گے) سوائے ان چند ہستیوں کے جن کو اللہ تعالیٰ (اس گھبراہٹ اور بے ہوشی سے) اس وقت محفوظ رکھنا چاہے گا اور سب عاجزی اور بے چارگی کی کیفیت کے ساتھ اس کے سامنے حاضر ہو جائیں گے اور تم دیکھتے ہو پہاڑوں کو (اور ان کے ظاہری حال سے) تم سمجھتے ہو کہ یہ (ہمیشہ) جامد و ساکن رہنے والے ہیں (اور اپنی جگہ سے ہلنے والے نہیں ہیں مگر جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا) تو یہ پہاڑ اس وقت ایسے اڑے اڑے پھرتے ہوں گے جیسے فضا میں بدلیاں پھرتی ہیں۔

اور سورہ حج میں قیامت کے ہوش ربا شدائد کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۖ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَ مَا هُمْ بِسُكَرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ (الحج: ٢٢١)

قرآن مجید میں جابجا بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے شدا اند اور ہولناکیوں کا ایک غیر معمولی اثر لوگوں پر یہ بھی ہو گا کہ ہر ایک کو صرف اپنی پڑی ہوگی اور قریب ترین عزیز بھی اس دن کسی کے کام نہ آئیں گے، بس نفسی نفسی کا عالم ہو گا۔ سورہ عبس میں اس حالت کا کس قدر موثر اور لرزہ خیز نقشہ کھینچا گیا ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاعَةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمُّهُ وَأَبْنَاهُ ۝ وَصَاحِبَتَهُ وَبَنِيهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۝ وَجُوهٌ يُّؤَمِّنُ مِّنْهُمْ ۝ صَاحِبَةُ تُسَبِّحُ ۝ وَوُجُوهٌ يُّؤَمِّنُ عَلَيْهَا ۝ غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ (العبس ۳۲ تا ۴۱)

ترجمہ: تو جب کانوں کو بہرہ کر دینے والی چیخ پکار برپا ہوگی، جس دن کہ (پریشانی اور گھبراہٹ کا یہ عالم ہو گا کہ) بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنے ماں باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے، (اپنے ان پیاروں کے ساتھ بھی کوئی ہمدردی نہیں کرے گا) اس دن ہر آدمی کو اپنی ایسی فکر ہوگی جو کسی اور کی طرف اس کو متوجہ ہی نہ ہونے دے گی، بہت سے (بندگان خدا کے) چہرے اس دن روشن خنداں اور شاداں و فرحاں ہونگے اور بہت سے چہرے (مجرموں کے) اس دن ایسے ہوں گے کہ ان پر خاک پڑی ہوگی اور سیاہی چڑھی ہوگی۔

ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کا بہت زیادہ حصہ قیامت اور حشر و نشر کے متعلق اسی طرح کے بیانات پر مشتمل ہے، بلکہ قرآن مجید کی بعض پوری پوری سورتیں بھی قیامت اور آخرت ہی کے بیان سے بھری ہوئی ہیں، یہاں صرف چند آیتیں ہی نقل کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ سورہ واقعہ، سورہ حاقہ، سورہ قیامہ، سورہ تکویر، سورہ انفطار، سورہ انشقاق، سورہ غاشیہ میں قیامت اور آخرت ہی کے احوال اور مناظر کا بیان ہے۔ ان بڑی بڑی سورتوں کے نقل کرنے کی تو گنجائش نہیں تاہم ایک چھوٹی سی سورت جس میں صرف قیامت ہی کا بیان ہے یہاں بھی پڑھ لیجئے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُخْبِتُ أَخْبَارَهَا ۝ إِنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝

رکھ دیا جائے گا تو اس وقت تم دیکھو گے مجرموں کو کہ اس دفتر میں ان کے اعمال کی جو تفصیل ہے وہ اس سے ہر اسماں اور اس کے انجام سے خوف زدہ ہیں، وہ اس وقت (پاس و حسرت سے) کہہ رہے ہونگے ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسا دفتر ہے؟ جس نے نہ کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہے اور نہ بڑا عمل، سب ہی اس میں محفوظ ہیں اور وہ پائیں گے اس میں اپنے تمام اعمال موجود اور تمہارا پروردگار کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ (وہ جن مجرموں کے لئے عذاب اور سزا کا فیصلہ کرے گا ان کی بد اعمالیوں ہی کی بنا پر کرے گا)

اور سورہ موسیٰ میں قیامت کے دن کا ایک منظر اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے:

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْأُفْقَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظُفِيرٍ مَّا لِلظَّالِمِينَ ۝ مِنَ جَحِيمٍ ۝ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ۝ (المومن ۱۸ تا ۱۹)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) آپ ان کو قریب آنے والی قیامت کے دن سے خبردار کر دیجئے جب کہ کلیجے منہ کو آرہے ہونگے (اور لوگ مارے دہشت اور گھبراہٹ کے) اپنے دلوں کو دبا رہے ہونگے (کہ کہیں منہ کی راہ سے نکل نہ جائیں)۔ اس دن ظالموں اور مجرموں کا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہو گا جس کی بات مان لی جائے۔ (بس فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہو گا جو) جانتا ہے آنکھوں کی چوری کو اور سینوں کے چھپے رازوں تک کو۔

اور سورہ یس میں قیامت کے دن مجرموں کی ذلت و رسوائی اور بے بسی کا ایک لرزہ خیز اور عبرتناک منظر یہ بیان فرمایا گیا ہے:

الْيَوْمَ نُخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (یسین: ۶۵)

ترجمہ: آج کے دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے (اور ان کی روتاؤں عمل بتائیں گے) اور ان کے پاؤں ان کے اعمال و افعال کی گواہی دیں گے۔

جنت اور دوزخ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے تمام رسولوں اور پیغمبروں نے اور اس کے نازل کئے ہوئے تمام صحیفوں نے اس حقیقت کو پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور انسان کا دائمی وطن جنت یا دوزخ ہے اور جنت اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت و رافت اور فضل و کرم کا انتہائی مظہر ہے اور اس کی ان جمالی صفات کا پورا پورا ظہور بس وہیں ہو گا اور اسی طرح دوزخ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا انتہائی مظہر ہے اور ان جلالی صفات کا پورا پورا ظہور وہیں ہو گا۔

اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں نے اس بارے میں جو کچھ انسانوں کو بتلایا، بلاشبہ وہ من و عن حق ہے اور بالکل اسی طرح سامنے آنے والا ہے جس طرح کہ انہوں نے بیان فرمایا ہے۔ اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ جس طرح نادان بچوں کو ڈرانے دھمکانے یا ان میں کسی چیز کا جذبہ اور شوق پیدا کرنے کے لئے ان کے بڑے بہت سی بے حقیقت باتیں بھی کہہ دیا کرتے ہیں اسی طرح اللہ کے پیغمبروں اور ان کی لائی ہوئی کتابوں نے جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کا بیان کیا ہے، بالکل ایسی احقانہ بات ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ ان پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے یا قیامت کے بارے میں جو کچھ بتلایا ہے وہ بھی بس ڈراوے اور بہلاوے کے لئے ہے ورنہ حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔

قرآن مجید چونکہ اللہ کی آخری کتاب ہے اور اس کے بعد اب کوئی کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل ہونے والی نہیں ہے، اس لئے دوسرے مضامین کی طرح اس میں جنت و دوزخ کا بیان بھی پوری تفصیل سے اور اتنی کثرت سے بیان کیا گیا ہے جو انسانوں میں نیک عملی کا جذبہ اور بد عملی سے بچنے کی فکر پیدا کرنے کے لئے یقیناً کافی سے زائد ہے بشرطیکہ انسان کا قلب مردہ نہ ہو گیا ہو۔

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ۖ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ (الزلزال)

ترجمہ: جب زمین قیامت کے بھونچال سے زیر و زبر کر دی جائے گی اور اپنے اندر کے بوجھ (دفن شدہ مردے اور دوسری چیزیں) باہر نکال دے گی اور انسان اس حالت کو دیکھ کر کہے گا کہ اس زمین کو یہ کیا ہوا؟ اس دن زمین اپنی سب خبریں اور سرگذشت بیان کرے گی (کہ فلاں بندے نے مجھ پر یہ اچھا یا برا عمل کیا اور فلاں نے یہ کیا) اس سبب سے کہ تیرے رب نے حکم دیا ہو گا اس کو، اس روز لوگ مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر لوٹیں گے تاکہ اپنے اعمال دیکھیں (اور ان کا صلہ پائیں یا سزا بھگتیں) پس جو شخص یہاں ذرہ برابر اچھا عمل کرے گا وہ اس کو وہاں دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برا عمل کرے گا وہ وہاں اس کے سامنے آجائے گا۔

ترجمہ: ان کو پینے کو دیا جائے گا کھولتا پانی، پس وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گا ان کی انتڑیوں کو۔

اور سورہ مؤمن میں ارشاد ہے:

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَمِمَّا أُرْسِلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٦٠﴾
إِذِ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٦١﴾ فِي الْحَبِيمِ ۖ ثُمَّ فِي
النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٦٢﴾ (المؤمن: ۷۰-۷۳)

ترجمہ: جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری کتاب کو اور ہمارے ان احکام کو جن کو لے کر ہم نے اپنے رسول بھیجے، ان کو عنقریب (نتیجہ) معلوم ہو جائے گا، جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں (ان طوقوں میں جکڑی ہوں گی جن سے وہ) گھسیٹے جائیں گے، کھولتے پانی میں لے جائے جائیں گے پھر دہکتی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اور سورہ الحج میں ارشاد ہے:

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ذِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ
الْحَبِيمُ ﴿٥٠﴾ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿٥١﴾ وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِنْ حَدِيدٍ
﴿٥٢﴾ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ
الْحَرِيقِ ﴿٥٣﴾ (الحج: ۱۹-۲۳)

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کترے جاویں گے اور ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا، اس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی چیزیں بھی سب گل جائیں گی اور ان کی ٹھکانی پٹائی کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے، وہاں کی تکلیف اور سختی کی وجہ سے وہ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور کہا جائے گا کہ یہیں جلنے کا عذاب پختے رہو۔

اور سورہ دخان میں ”زقوم“ کو دوزخیوں کی ”خوراک“ بتلاتے ہوئے اس کی ہیئت اور کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے

دوزخ اور جنت کے حالات سے متعلق چند آیتیں یہاں بھی پڑھ لیجئے، پہلے دوزخ اور اس کے عذاب کا حال پڑھئے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَ
الْجِبَارَةُ عَلَيْهِمْ مَلَائِكَةٌ غُلَظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ
يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦٠﴾ (التحریم: ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس (خوفناک اور تباہ کن) آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن اور سوختہ آدمی اور پتھر ہیں، جس پر نہایت تند خو اور درشت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے دیئے ہوئے حکم کی ذرا بھی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے بالکل وہی کرتے ہیں۔ (اس لئے ان سے قطعاً اس کی امید نہیں کہ وہ اللہ کے کسی مجرم کے ساتھ اس کے حکم کے خلاف کوئی رعایت یا نرمی کریں گے۔)

اور سورہ کہف میں ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفَرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا
لِالظَّالِمِينَ نَارًا ۖ أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ
يَشْوِي الْوُجُوهُ ۚ بئس الشَّرَابُ ۖ وَسَاءَتْ مَرْتَفَعًا ﴿٢٩﴾ (الکہف: ۲۹)

ترجمہ: اور اے رسول! آپ کہہ دیجئے کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ پس جس کا جی چاہے مانے اور ایمان لائے اور جس کا جی چاہے نہ مانے اور کفر و انکار پر ہی جمار ہے، یقین رکھو ہم نے ایسے ظالموں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے، اس کی قاتلیں انہیں گھیرے ہوئے ہیں اور جب وہ اس میں پڑ کر پیاس کی فریاد کریں گے تو اس کے جواب میں ان کو پانی دیا جائے گا (جو اپنی بد صورتی اور گھونے پن میں) تیل کی گاد جیسا ہو گا (اور ایسا جلتا کھولتا ہو گا) کہ بھون ڈالے گا چروں کو، کیا ہی برابانی ہو گا اور بڑی بڑی آرام گاہ ہے دوزخ!

اور سورہ محمد میں دوزخیوں کے متعلق ارشاد ہے کہ:

وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿٨٥﴾ (محمد: ۸۵)

جو (اپنی شامت سے) پہلے کرتے تھے۔ (ان کی اس سچ و پکار کا جواب ملے گا کہ) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہو تا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا پس اب مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اور سورہ زخرف میں فرمایا:

إِنَّ الْمَجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَلِدُونَ ۖ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۖ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ۖ (الزخرف: ۷۴ تا ۷۶)

ترجمہ: یقین رکھو کہ مجرمین (جنہوں نے کفر یا شرک کا جرم کیا) ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے، ان کا عذاب ہلکا بھی نہیں کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور یہ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم ہیں (اور یہ ان کی ظالمانہ اور مجرمانہ حرکتوں ہی کی سزا ہے۔)

جنت

اب چند آیتیں جنت اور اس کی راحتوں اور لذتوں کے بیان کے متعلق بھی پڑھ لیجئے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَ أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَ رِزْقٌ وَاسِعٌ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۖ (آل عمران: ۱۵)

ترجمہ: ان بندوں کے لئے جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی ان کے پروردگار کے ہاں وہ جنتیں (یعنی ایسے باغات) ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان ہی میں رہیں گے اور پاک ستھری بیبیاں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ اپنے سب بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے (کسی کا حال اس سے چھپا ہوا نہیں ہے۔)

اور سورہ محمد میں ارشاد ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقْلُمِ ۖ طَعَامٌ لَأَ الَّذِينَ ۖ كَانَهُمْ فِي الْبَطُونِ ۖ كَغُلَى الْجَحِيمِ ۖ خُلْدُوهَا فَاغْتَلَوْهَا إِلَى سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۖ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْجَحِيمِ ۖ (الدخان: ۴۳ تا ۴۸)

ترجمہ: بیشک زقوم کا درخت بڑے پاپیوں (کافروں اور مشرکوں) کا کھانا ہو گا جو اپنی بد صورتی اور گھونے پن میں تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو گا اور وہ پٹوں میں جا کر ایسے کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے اور فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے پیچوں سے نکال لے جاؤ پھر اس کے سر پر نہایت تکلیف دینے والا جلتا ہوا پانی چھوڑ دو۔

اور سورہ ابراہیم میں جہنم میں جانے والے سرکش مجرموں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَيُسْقَى مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ ۖ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۖ (ابراہیم: ۱۶ تا ۱۷)

ترجمہ: اور پینے کو دیا جائے گا ایسا پانی جو دراصل (جہنمیوں کا) لہو و پیپ ہو گا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پئے گا اور گلے سے اس کو آسانی سے نہ اتار سکے گا اور ہر طرف سے اس پر موت کی یورش ہو گی اور وہ (کم بختی کا مارا) مرے گا بھی نہیں اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہو گا۔

اور سورہ فاطر میں ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يَقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ ۖ مِنْ عَذَابِهَا كَذَلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ۖ وَهُمْ يَصْطَرِّحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۖ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ نَصِيرٌ ۖ (فاطر: ۳۶ تا ۳۷)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضائی آوے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ اس میں پڑے چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس دوزخ سے نکال دے، ہم اچھے کام کریں گے برخلاف اس کے

طرف سے وہاں ان کو ”سلام“ فرمایا جائے گا۔

اور سورہ زخرف میں ارشاد ہے:

يُعْبَادُ لَا خَوْفَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَخْزُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَيْتِ
وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۝ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَآزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ۝ يُطَافُ
عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۝ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ
وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (الزخرف: ۶۸ تا ۷۱)

ترجمہ: اے میرے بندو! آج تم کو کوئی خوف نہیں اور اب تمہیں کوئی رنج و غم نہ ہو گا۔ یعنی وہ بندے جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور ہماری فرمانبرداری کرتے تھے (ان کے لئے فرمان ہو گا) تم اور تمہاری بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں میں کھانے پینے کی چیزیں ان کے پاس لائی جائیں گی اور وہاں وہ سب کچھ ہو گا جو ان کے جی چاہیں گے اور جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہو گی اور اے بندو! تم ہمیشہ اسی میں رہو گے۔

اور سورہ فاطر میں ہے کہ جنتی جنت میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کی بے پایاں بارش اپنے اوپر برستی دیکھ کر جذبہ تشکر سے سرشار ہو کر عرض کریں گے:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ
الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمَقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا
فِيهَا الْغُوبُ ۝ (فاطر: ۳۴ تا ۳۵)

ترجمہ: اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا، بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ رہنے کے اس مقام (جنت) میں لا اتارا، جہاں ہم کو کسی قسم کی کوئی تکلیف اور کوئی خستگی کبھی نہ پہنچے گی۔

دوزخ کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے اس میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جن دکھوں اور تکلیفوں سے انسان اس دنیا میں بچنا چاہتا ہے اور جن سے بچنا اس کی فطرت کا تقاضا ہے، دوزخ میں وہ سارے دکھ اور تکلیفیں اس دنیا سے ہزاروں لاکھوں درجہ

لَبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرَ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ حَمَرٍ لَّدَّةٍ لِلشَّرْبِ بَيْنَ ۝ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ
مُّصَقًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ ۝ (محمد: ۱۵)

ترجمہ: وہ جنت جس کا وعدہ پرہیز گاروں سے کیا گیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں ہیں پانی کی، اس میں ذرا تغیر نہ ہو گا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جس کا ذائقہ ذرا بدل نہ ہو گا اور بہت سی نہریں ہیں حلال اور پاک شراب کی جس میں بڑی لذت ہے پینے والوں کے لئے اور بہت سی نہریں ہیں صاف کئے ہوئے شہد کی اور ان کے واسطے اس جنت میں سب طرح کے پھل ہیں اور بخشش ہے ان کے پروردگار کی۔

اور سورہ الحجر میں ارشاد ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ اَدْخُلُوا هَا بِسَلَامٍ آمِينَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا
فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا
نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرِجِينَ ۝ (الحجر: ۴۴ تا ۴۸)

ترجمہ: یقین کرو کہ اللہ کے پرہیز گار بندے بہشت کے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (ان کے لئے فرمان ہو گا کہ) سلامتی اور امن کے ساتھ (ہماری تیار کی ہوئی) اس بہشت کے اندر آ جاؤ اور ان کے دلوں میں (دنیوی زندگی کے اختلافات کے اثر سے) جو کینہ ہو گا، ہم اس کو دور کر دیں گے (جس کے بعد وہ) بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے، کسی قسم کی کوئی تکلیف وہاں ان کو نہ پہنچے گی اور نہ کبھی وہ جنت سے نکالے جائیں گے۔

اور سورہ یس میں ارشاد ہے:

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهُونَ ۝ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ
عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ۝ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ ۝ سَلَامٌ
قَوْلًا مِّنْ رَبِّ رَحِيمٍ ۝ (یس: ۵۵ تا ۵۸)

ترجمہ: اہل جنت اس دن اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے، وہ اور ان کی بیبیاں سایہ میں مسہریوں پر ٹکٹے لگائے ہوئے ہوں گے، ان کے لئے وہاں طرح طرح کے میوے ہونگے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا، رحمت و کرم والے پروردگار کی

نبوت و رسالت

قرآن مجید جس نظام زندگی کی انسانوں کو دعوت دیتا ہے، جیسا کہ معلوم ہو چکا۔ اسکی پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ خدائے وحدہ لا شریک لہ کی ہستی اور اسکی صفات کو اس طرح مانا جائے جس طرح کہ واقع میں وہ ہیں۔

اور دوسری بنیاد یہ ہے کہ آخرت کی زندگی اور وہاں کی جزا و سزا پر یقین لایا جائے جو اللہ تعالیٰ کی صفت عدل و حکمت اور شانِ حاکمیت کا لازمی تقاضا ہے اور جسکے بغیر یہ دنیا ناقص و ناممکن بلکہ محض عبث اور بے مقصد تماشا ہے۔ ان دونوں بنیادوں کے بارے میں قرآن کریم نے جو کچھ بتلایا ہے، ہم اپنے ناظرین کے سامنے کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کو پیش کر چکے ہیں۔

زندگی کی تیسری اہم اعتقادی بنیاد جسکے ماننے کی قرآن مجید دعوت دیتا ہے اور جسکو اپنی دینی تعلیم و دعوت کی اصل و اساس ٹھہراتا ہے، یہ ہے کہ رسالت و پیغمبر کے پوری سلسلے کو مانا جائے، یعنی پہلے تو اس اصولی حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ انسانوں کی ضرورت کے لئے جس طرح اللہ تعالیٰ نے غذا اگانے والی زمین پیدا کی، روشنی اور گرمی پہنچانے والا سورج پیدا کیا اور ہوا، پانی وغیرہ وہ ساری چیزیں پیدا کیں جن کے ہم اس دنیوی زندگی میں محتاج ہیں، اسی طرح اس نے اپنی ذات و صفات کا صحیح علم عام انسانوں تک پہنچانے کے لئے اور اس طریقہ زندگی کی تعلیم و ہدایت کیلئے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے مقرر کیا ہے اور جس پر چل کر انسان اللہ کی رضا اور حقیقی نجات و فلاح حاصل کر سکتا ہے، اس نے نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی قائم فرمایا اور ہر زمانہ اور دنیا کے ہر خطہ میں اسکی ضرورت اور تقاضے کے مطابق بنی اور رسول بھیجے۔ یہ سب اللہ کے پیارے اور برگزیدہ بندے تھے اور اپنے وقت میں جو ہدایت و تعلیم انہوں نے دنیا کو دی، وہ بلاشبہ خدا کی سچی تعلیم تھی۔ الغرض قرآن مجید پورے زور اور اصرار کے ساتھ اسکی دعوت دیتا ہے کہ اللہ کے سب پیغمبروں پر (خواہ وہ کسی زمانہ، کسی ملک اور کسی قوم میں آئے ہوں) بلا تفریق ایمان لایا جائے، سب کی سچائی اور پاکبازی کی شہادت دی جائے اور اللہ کا پیغمبر ہونے کی

بڑے پیمانے پر جمع کر دی گئی ہیں۔

قرآن مجید کا مقصد دوزخ کے اس بیان سے یہی ہے کہ جو انسان اس دنیا میں ایک دن کے لئے بھی یہ دکھ اور یہ تکلیفیں سہنے کے لئے تیار نہیں ہے، اس کو چاہئے کہ وہ خدا کی بغاوت اور نافرمانی کے اس راستہ سے بچے جو اس دوزخ میں پہنچانے والا ہے، جہاں جانے والے ان دکھوں اور تکلیفوں میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔

اسی طرح جنت کے متعلق قرآن مجید میں جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ انسان کی فطرت میں جن جن راحتوں اور لذتوں کی خواہش اور طلب بھری ہوئی ہے، جنت میں وہ سب راحتیں اور لذتیں بدرجہ کمال جمع کر دی گئیں ہیں، پس انسان کو چاہئے کہ وہ خدا پرستی اور نیک عملی کی اس راہ کو اپنی راہ بنائے جو اس جنت میں پہنچانے والی ہے، جس میں انسان کی تمام فطری خواہشوں اور آرزوؤں کی تکمیل کا سامان بھرپور موجود ہے اور وہاں پہنچنے والے وہاں کی لذتوں اور راحتوں سے ہمیشہ ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

آخرت کے بیان کو ہم اسی پر ختم کرتے ہیں اور جنت و دوزخ کے خالق و مالک سے دُعا کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ رِضًا وَ الْجَنَّةَ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَ النَّارِ۔
اٰمین!

(اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی رضا اور جنت مانگتے ہیں اور آپ کے غضب سے اور دوزخ سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں!)

فَآمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ

ترجمہ: پس تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

جو لوگ بلا تفریق اللہ اور اس کے سب رسولوں کو نہ مانیں بلکہ ان میں تفریق کریں مثلاً اس طرح کہ خدا پر ایمان لانے کا تو اقرار اور دعویٰ کریں اور اس کے رسولوں کے منکر ہوں، یا بعض رسولوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں تو قرآن کہتا ہے کہ ان کا یہ جزوی اقرار اور ایمان قطعاً معتبر نہیں بلکہ جب تک یہ سب کو نہ مانیں اس وقت تک کافر ہیں۔

سورہ نساء میں ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ مِنْ بَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أَجْرَهُمُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (النساء: ۵۰ تا ۵۲)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ (بعض کو مان کے اور بعض کا انکار کر کے) اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں اور (اسی بنا پر) وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ (اپنے اس طرز عمل سے) ایمان اور کفر کے درمیان کی ایک راہ نکالنا چاہتے ہیں (کہ نہ سب پر ایمان ہو اور نہ سب کا انکار ہو) تو ایسے لوگ قطعاً دھینکا کافر ہیں اور ہم نے ایسے کافروں کیلئے سخت رسوا کن عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانتے ہیں اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (وہی سچے مومن ہیں) ان کو اللہ پورا پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ جتنے پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے، جب بھی آئے اور جس ملک اور جس قوم میں بھی آئے، سب واجب الطاعت تھے اور ان کے حکموں پر چلنا ان لوگوں پر فرض تھا جسکی طرف وہ بھیجے گئے۔

حیثیت سے اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے دارِ رُہ اور حلقہ میں سب کو واجب الطاعت مانا جائے۔ اسی کے ساتھ قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ پہلے پیغمبروں کا دور ختم ہو چکا، اب دنیا کے اس دور کے لئے اللہ کے نبی و رسول حضرت محمد عربی (ﷺ) ہیں۔ نیز قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بھی اعلان کرتا ہے کہ جو ہدایت و تعلیم لے کر ہم نے آپ کو بھیجا ہے، وہ نہ صرف اگلے نبیوں و رسولوں کی ان ساری تعلیمات پر حاوی ہے جو اپنے اپنے وقت پر لے کر آئے تھے بلکہ پچھلے پیغمبروں کی محکم تعلیمات کا مستند اور قابل اعتماد مجموعہ اب آپ ﷺ ہی کی تعلیم اور آپ ﷺ ہی کی لائی ہوئی کتاب مبین ہے، اس لئے آپ کا اتباع اللہ کے سارے پیغمبروں کا اتباع ہے اور آپ کا انکار سارے نبیوں و رسولوں کا انکار ہے۔ پھر قرآن یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ ہماری طرف سے جو جامع ہدایت و تعلیم لے کر آپ آئے ہیں، ایسی کامل و مکمل ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اب یہی کافی دوائی ہے اور ہر قسم کی تحریف و ملاوٹ کے اندیشے سے اس کی حفاظت کا انتظام بھی ہم نے کر دیا گیا ہے اور اسی لئے نبوت و رسالت کے اس سلسلہ کو جو ابتداء دینا سے چلا آ رہا تھا اب رسالت محمدی ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے اور یہ نبی عربی (ﷺ) نبی کامل ہونے کے ساتھ اس مقدس سلسلہ کے خاتم بھی ہیں۔ یہ ہے نبوت و رسالت کے بارے میں قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ اور حاصل۔ اب اس کے تمام اجزاء اور عناصر کو قرآن مجید کی آیات میں پڑھئے۔ سورہ نحل میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا (النحل: ۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے بھیجے ہیں ہر قوم میں رسول۔

اور سورہ نساء میں اگلے زمانوں کے چند خاص خاص رسولوں کا نام بتا کر یہ تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا گیا:

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (النساء: ۱۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے انسانوں کی طرف اور بھی بہت سے اور رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ کو پہلے بتایا ہے اور بہت سے وہ رسول بھی جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

اور اسی رکوع میں چند آیتوں کے بعد ارشاد فرمایا:

نے ان کے واسطے تیار کر رکھا ہے پس اے عقل و خرد والو! اللہ کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈرو۔

یہ تو پورے سلسلہ نبوت کو ماننے اور سب نبیوں و رسولوں پر ایمان لانے کے بارے میں قرآن مجید کا اصولی مطالبہ اور اس کے متعلق انتباہات تھے، پھر خاص اس دور کیلئے سیدنا حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور اس کی خاص نوعیت کا اعلان کرتے ہوئے سورہ فتح میں فرمایا گیا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۖ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ (الفتح: ۲۸ تا ۲۹)

ترجمہ: وہی اللہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ وہ اس کو سب دینوں کے اوپر کر دے اور اللہ اس حقیقت کا کافی گواہ ہے۔ (چشم بینا رکھنے والوں کیلئے اس کی یہ گواہی ظاہر باہر ہے، الغرض اب) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اور سورہ مائدہ میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی نبوت و رسالت اور توریت و انجیل کی تنزیل کا ذکر فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب (قرآن مجید) کی خصوصیت اور اس کی امتیازی نوعیت کو اس طرح فرمایا گیا ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّبًا عَلَيْهِ (المائدہ: ۴۸)

ترجمہ: اور اب ہم نے اپنی یہ کتاب آپ کی طرف حقانیت اور سچائی کے ساتھ اتاری ہے، جو ہماری پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگران اور محافظ بھی ہے (یعنی پہلے نازل ہونے والے سب آسمانی کتابوں کی محکم تعلیم اور ان کا جوہر اس میں شامل کر کے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا گیا ہے، گویا اگلے پیغمبروں کی محکم تعلیم کی اصل کا پی بھی اب یہی الکتاب (قرآن) ہے۔

اور سورہ اعراف میں خود رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ پوری انسانی دنیا کو پیغام دیں:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ (النساء: ۶۴)

ترجمہ: اور جو پیغمبر بھی ہم نے بھیجے، اسی لئے بھیجے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ نبی و رسول کی اطاعت دراصل خدا کی ہی اطاعت ہے، کیونکہ انبیاء و رسل جو احکام دیتے ہیں، وہ ان کے اپنے احکام نہیں ہوتے، بلکہ خدا کے احکام ہوتے ہیں، جن کو وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ (النساء: ۸۰)

ترجمہ: جس نے خدا کے رسول کی فرمانبرداری کی، اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

اور جس طرح رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے، اسی طرح رسول کی نافرمانی اور مخالفت دراصل خدا کی نافرمانی اور اسکے خلاف بغاوت ہے، اسی لئے قرآن مجید میں جا بجا ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کر کے اس کی سخت سزا اور پاداش سے ڈرایا گیا ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الانفال: ۱۳)

ترجمہ: اور جس نے مخالفت کی اللہ کی اور اسکے رسول کی تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

اور سورہ طلاق میں فرمایا گیا:

وَكَايْنٍ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسِبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا ۖ وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا تُنْكِرُ ۖ ۝۱۰ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۖ ۝۱۱ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (الطلاق: ۱۰ تا ۱۱)

ترجمہ: اور بہت سی بستیوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسول سے سرتابی کی تو ہم نے ان کا بڑا سخت محاسبہ کیا اور ان کو ہم نے عذاب کی سزا دی، غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کے اعمال کا انجام خسارہ اور ٹوٹا ہی رہا۔ (یہ تو دنیا میں ان کے ساتھ ہو چکا اور آخرت کا) سخت ترین عذاب اللہ

ذُنُوبَكُمْ ۖ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران: ۳۲-۳۱)

ترجمہ: آپ اعلان کر دیجئے کہ (اے خدا طلبی کے مدعیو!) اگر تم فی الحقیقت خدا کو چاہتے ہو تو (اب اسکی راہ یہی ہے کہ) میری پیروی اختیار کرو اور میرے بتلائے ہوئے راستے پر چلو! (اگر تم ایسا کرو گے) تو اللہ کا پیار تم کو نصیب ہو گا اور وہ تمہارے گناہ و قصور بخشش دے گا، وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ آپ صاف صاف (ان سے) کہہ دیجئے کہ (کہ راستہ صرف یہی ہے کہ) اللہ کی اور پیغمبر وقت کی (یعنی میری) فرمانبرداری کرو۔ پس اگر وہ اسکو نہ مانیں تو (پھر سنو اللہ اور قانون خداوندی یہ ہے کہ) منکروں اور نہ ماننے والوں سے اللہ محبت نہیں کرتا اور ان کو نہیں چاہتا۔

اور سورہ احزاب میں اعلان فرمایا گیا کہ سلسلہ نبوت آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے، آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا، جس کا یہی نتیجہ اور تقاضا یہی ہے کہ بعثت محمدی کے بعد اس دنیا میں پیدا ہونے والے سارے انسانوں کیلئے اب آپ ہی کی ہدایت و تعلیم حکم نامہ خداوندی ہے:

وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم بھی ہیں۔ (اب ان کے بعد کوئی نبی دنیا میں نہیں بھیجا جائے گا) اور اللہ سب چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

ان آیات میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت و رسالت، اس کی عمومیت اور آپ کی خاتمیت کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، دنیا کے واقعات نے بھی اسکی پوری پوری تصدیق اور توثیق کی ہے۔

اس دنیا میں حضرت ابراہیمؑ و اسحقؑ و داؤدؑ و سلیمانؑ، موسیٰ و عیسیٰؑ اور انکے علاوہ بھی کسی ملک اور کسی قوم میں آنے والے کسی ہادی اور مصلح کو جن اوصاف و خصوصیات اور جس قسم کے شواہد و دلائل کی وجہ سے خدا کا پیغمبر مانا گیا ہے، واقعات کی یہ دنیا گواہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی برگزیدہ ہستی ان تمام اوصاف و کمالات کی جامع اور ان سب شواہد و دلائل کی حامل تھی اور یہ حقیقت اتنی روشن ہے کہ چودہ صدی گزرنے کے بعد آج بھی جس میں سچی طلب اور

الْأَحْيَى الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: کہو کہ اے دنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں، وہ خدا جسکی بادشاہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اسکے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں، وہی سب کو زندگی اور موت دیتا ہے، پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے رسول نبی امی پر جو خود بھی اللہ پر اور اسکے کلاموں پر (یعنی اسکی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر) ایمان رکھتا ہے اور تم اسکی پیروی اختیار کرو، تاکہ تم اللہ کی ہدایت حاصل کر سکو، (جو اب صرف اس نبی امی کی پیروی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔)

اور سورہ سبا میں خود رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ پوری انسانی دنیا کی رہنمائی اور زندگی کے اچھے برے انجام سے انکو خبردار کرنا آپ ﷺ ہی کے ذمہ ہے اور ہم نے اسی واسطے آپ کو بھیجا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا: ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام نسل انسانی کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے (اور اب آپ ہی سے یہ کام لیا جاتا ہے۔)

اور سورہ آل عمرآن میں آپ کو حکم فرمایا گیا ہے کہ تمام دنیا کے انسانوں کو سنا دیجئے اور بتا دیجئے کہ اب اس دور میں جو بھی خدا کا طالب ہو اور اسکی بخشش اور محبت سے حصہ لینا چاہتا ہو اس کے لئے اللہ کی بخشش اور محبت حاصل کر سکنے کی راہ صرف یہی ہے کہ وہ میری پیروی کرے یعنی اس شریعت اور اس طریقہ زندگی کو اختیار کرے، جو اللہ تعالیٰ نے اس دور کیلئے مقرر فرمایا ہے اور میرے ذریعے بھیجا ہے، اب جو بھی اس صراط مستقیم سے ہٹ کر چلے گا، وہ خدا کا

مجرم اور نافرمان سمجھا جائے گا اور اللہ کی محبت و عنایت اور نجات سے محروم رہے گا

ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

نبی کی حیثیت اور مقام نبوت

قرآن مجید جس طرح انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت و پیروی کرنے کی دعوت دیتا ہے، اسی طرح وہ اس پر بھی زور دیتا ہے کہ ان کی حیثیت و مقام اور ان کے کام کو صحیح طور پر جانا جائے اور ان کے بارے میں افراط و تفریط سے بچا جائے۔

تفریط اور بے ادبی کی گمراہی

انبیاء علیہم السلام کی شان میں سب سے بڑی تفریط اور بے ادبی یہ ہے کہ ان کی پیغمبرانہ حیثیت کا انکار اور ان کی تکذیب کی جائی اور جو ہدایت و تعلیم اور جو احکام وہ خدا کی طرف سے لاتے ہیں، انکو تسلیم ہی نہ کیا جائے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ بھی اسی طرح کفر ہے جس طرح کہ خدا کا انکار کفر ہے اور خدا کے منکرین کی طرح اس جرم کے مجرمین بھی اللہ کی مغفرت اور بخشش سے قطعی محروم رہنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مجید کا اعلان:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (النساء: ۱۵۱)

پہلے گزر چکا ہے کہ جس کا مطلب یہی ہے کہ ایسے لوگ قطعی کافر ہیں اور جہنم کا اہانت آمیز عذاب ان کیلئے تیار ہے اور سورہ اعراف میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ وحواءؑ کے اس دنیا میں آنے کے بعد جب انسانی تاریخ کا یہاں آغاز ہوا تو اس وقت پوری نسل آدمؑ کے لئے چند اصولی اور بنیادی ہدایتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ:

يٰۤاٰدَمُ اِمَّا يٰۤاَتَيْنٰكَمۡ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُوْنَ عَلَیْكُمْ الْاٰیٰتِیۡ ۚ فَمَنْ اَتٰنِیۡ وَاصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِیۡنَ كَذَبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۖ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

(الاعراف: ۳۶-۳۵)

انصاف ہو، وہ اس بارے میں غور و فکر کر کے پورا اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔

اسی طرح جو ہدایت و تعلیم آپ ﷺ لے کر آئے، جو بلا شک و شبہ جوں کی توں محفوظ ہے، وہ اپنی کمال جامعیت و اعتدال کی وجہ سے خود اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ پوری انسانی دنیا کے لئے ہے اور تمام اقوام عالم کے لئے یہی خدا کا مقرر کیا ہوا ضابطہ حیات اور دستور زندگی ہے۔

پھر تیرہ صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود دنیا کے کسی حصہ سے بھی کسی ایسی ہستی کا نہ اٹھنا جس کو خدا کا نبی و رسول مانا جاسکے اور اس دور میں دنیا کی ارتقائی رفتار کے تیز سے تیز ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم کا انسانوں کی دینی و روحانی ہدایت کیلئے اسی طرح کافی ہونا جس طرح کہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل کے انسانوں کی ہدایت کیلئے وہ کافی تھی، اس حقیقت کا نہایت ہی روشن و واقعی ثبوت ہے کہ انسانوں کے پیدا کرنے والے اور نبیوں و رسولوں کو بھیجنے والے خالق و مالک نے سلسلہ نبوت کو آپ ﷺ پر ختم کر دیا ہے اور اب آپ ﷺ ہی کا دور دورہ ہے اور آپ ﷺ ہی کی تعلیم و ہدایت تمام اقوام عالم کے لئے خدائی تعلیم و ہدایت ہے اور آپ ہی کی پیروی سے اب خدا کی رضا اور رحمت کو پایا جاسکتا ہے۔ اللہ کے جن بندوں نے ابھی تک ان کھلی حقیقتوں پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا ہے، کاش! وہ صاف ذہن اور نیک نیتی کے ساتھ غور کریں اور اس دور کی خدائی تعلیم و ہدایت کو اپنا کر خدا کے ساتھ بندگی کے اپنے تعلق کو صحیح کریں۔

یہ بند گان خدا جنت میں پہنچ جائیں گے تو انکی زبان پر اللہ کی حمد و ثنا اور پیغمبروں کے اعتراف و شکر یہ کا یہ نغمہ ہوگا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ
لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط (الاعراف: ۴۳)

ترجمہ: اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے اس مقام تک پہنچایا اور اگر وہ نہ پہنچاتا تو یہاں تک ہماری ہر گز رسائی نہیں ہو سکتی، بیشک ہمارے اللہ کے پیغمبروں کی تعلیم و دعوت بالکل حق تھی اور انہوں نے جو کچھ ہم کو بتایا، سب سچ تھا۔

الغرض قرآن مجید نے ان آیات میں بتلایا کہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور انکی تعلیم کا انکار، اللہ کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے اور جس طرح انکار خدا کی سزا جہنم کا ابدی عذاب ہے، اسی طرح پیغمبر کی تکذیب کی سزا بھی اللہ نے یہی مقرر کی ہے، ایسے لوگ کبھی جنت کی ہوا بھی نہ پاسکیں گے۔ جنت صرف ان ہی کیلئے ہے جو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائیں اور انکی تعلیم و ہدایت کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنواریں۔۔۔ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے اسی فیصلہ کا اعلان ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (الانعام: ۴۸ تا ۴۹)

ترجمہ: ہم پیغمبروں کو صرف اسی لئے بھیجتے ہیں کہ وہ ثواب کی خوشخبری سنائیں اور عذاب سے ڈرائیں۔ پس جو لوگ انکی دعوت کو قبول کر کے ایمان لائیں اور انکی تعلیم و ہدایت کے مطابق اپنے کو درست کر لیں تو ان کو کوئی اندیشہ اور کوئی غم نہیں، اسکے برخلاف جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب کریں گے، وہ اپنی بدکاری اور نافرمانی کی وجہ سے ضرور عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اس اعلان اور انتباہ کے علاوہ قرآن مجید اپنے مخاطبین کو یہ بھی بتلاتا ہے کہ پچھلے زمانوں میں جن قوموں اور قوموں کے جن سرداروں نے اللہ کے پیغمبروں کی مخالفت اور تکذیب کی، ان کو کبھی معاف نہیں کیا گیا۔ چنانچہ سورہ ص میں قوم عاد، قوم ثمود، قوم شعیب اور فرعون کا نام بنام ذکر کر کے ان کے جرم اور اس کی سزا کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

ترجمہ: اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے اور تم کو میرے احکام بتائیں تو جو لوگ (ان کی ہدایت کو قبول کر کے) پرہیز گاری اختیار کریں گے اور اپنے احوال و اعمال کو درست کر لیں گے تو ان کو کوئی اندیشہ نہ ہوگا اور نہ غمگین ہونگے اور جو لوگ انکار و استکبار کی راہ اختیار کریں گے اور ہمارے احکام کو جھٹلائیں گے اور ازراہ تکبر ان کو قبول نہیں کریں گے، وہ دوزخ والے ہونگے، اور ہمیشہ دوزخ ہی میں پڑے رہیں گے۔

اور چند ہی آیات کے بعد انبیاء علیہم السلام اور انکی لائی ہوئی تعلیم کے ان ہی مکذبین و منکرین کے بارے میں پھر فرمایا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتِّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ
وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ط (الاعراف: ۴۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور ازراہ تکبر انکے ماننے سے انکار کیا، ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ کبھی ہر گز جنت میں نہ جاسکیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔ (مطلب یہ ہے کہ جس طرح سوئی کے ناکہ میں سے اونٹ کا گذرنا ناممکن ہے، اسی طرح اللہ کی آیات کے مکذبین و منکرین کا جنت میں جانا بھی ناممکن ہے)

اور ان کے برخلاف جو لوگ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائیں اور ان کی ہدایت و تعلیم کی پیروی کر کے نیک عمل کی زندگی گذاریں، ان کے متعلق اس آیت کے بعد متضلاً فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (الاعراف: ۴۲)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں (یعنی علم و عمل میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و ہدایت کی پیروی کریں اور یہ کوئی ناممکن یا بہت مشکل نہیں، کیونکہ) ہم کسی کو اسکے امکان اور اسکی طاقت و وسعت کے سوا مکلف نہیں کرتے۔ تو وہ جنتی ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

پھر فرمایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی پیروی کرنے کے طفیل جب

سورہ نور میں اللہ کی اطاعت کے بعد رسول کی اطاعت کا تاکید حکم دینے کے بعد فرمایا گیا:

وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ تَهْتَدُوا (النور: ۵۴)

ترجمہ: اگر تم رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

گویا اس آیت میں قرآن مجید نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ رسول کی اطاعت و پیروی نہ کریں گے، وہی اللہ کی ہدایت سے محروم اور راہِ حق سے بھٹکے ہوئے رہیں گے۔ ایک دوسرے موقع پر اس حقیقت کا اعلان قرآن مجید نے ان الفاظ میں بھی فرمایا ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا (النور: ۳۶)

ترجمہ: اور جو نافرمانی کریں اللہ کی اور اس کے رسول کی تو وہ بڑی کھلی گمراہی میں جا پڑے۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن مجید نے اعلان فرمایا ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی بے چوں و چرا اطاعت اور ان کے ہر حکم اور فیصلہ کو خوش دلی سے قبول کرنا، ایمان کے شرائط میں سے ہے، جس کا یہ حال نہ ہو، اس کو ایمان کا مقام ہرگز حاصل نہیں، سورہ تہٰ میں ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (النساء: ۶۵)

ترجمہ: (اے ہمارے پیغمبر ﷺ!) قسم تمہارے پروردگار کی کہ یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے (اور ایمان کے مقام پر نہیں پہنچ سکتے) جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ حکم بنائیں تم کو اپنے نزاعی معاملات میں پھر (جب تم اپنا فیصلہ دے دو تو) کوئی تنگی اور ناگواری نہ پائیں اپنے دلوں میں تمہارے فیصلہ سے اور تسلیم کر لیں اس کو پوری طرح مان کر۔

اور سورہ حشر میں تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا کہ ہمارے پیغمبر تمہارے حق میں جو مثبت یا منفی فیصلہ کریں اور جو حکم دیں، اس کو مانو اور بجالاؤ، اگر اسکے خلاف راستہ اختیار کیا گیا تو یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الحشر: ۷)

إِنْ كُلُّ إِلَّا كَذَّبَ الرَّسُولَ فَتَحَقَّقْ عِقَابِ (ص: ۱۴)

ترجمہ: ان سب نے یہی کیا کہ میرے پیغمبروں کی تکذیب اور ان کا انکار کیا، اس لئے میرا عذاب ان پر واقع ہوا۔

اسی طرح سورہ الحاقہ میں فرعون اور اس سے پہلے کے بعض منکرین انبیاء کے متعلق فرمایا گیا:

فَعَصَوْا رُسُلَ رَبِّهِمْ فَاخَذَهُمْ أَخَذَةً رَّابِيَةً (الحاقہ: ۱۰)

ترجمہ: انہوں نے کہنا نہ مانا اپنے رب کے رسول کا، تو اللہ نے لے لیا ان کو سخت گرفت میں۔

الغرض پیغمبروں کے حق میں سب سے بڑی تفریط اور بے ادبی ان کی تکذیب اور ان کی اطاعت سے انکار ہے اور قرآن مجید نے جہاں واضح کر دیا ہے کہ یہ قطعی کفر اور ناقابل معافی جرم ہے۔

پھر اس سے کم درجہ کی تفریط اور ناقدر شناسی یہ ہے کہ ان کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کی جائے، قرآن مجید بتلاتا ہے کہ یہ بھی ایسا جرم ہے کہ اسکے کرنے والوں کو اللہ کے دردناک عذاب اور اسکی سخت پکڑ سے ڈرنا چاہئے۔

فَلْيَخْذِرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (النور: ۶۳)

ترجمہ: جو لوگ رسول خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ کوئی آفت ان پر آں پڑے یا دردناک عذاب ان پر نازل ہو جائے۔

اسی لئے قرآن مجید میں جہاں اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے حکم کے ساتھ رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم بھی ویسے ہی زور کے ساتھ دیا گیا ہے، بہت سے مقامات پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ

”اللہ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔“

کہیں فرمایا گیا ہے کہ ہدایت، رسول کی اطاعت و فرمانبرداری سے ہی وابستہ ہے، چنانچہ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور اس طرح کھل کر بھی بات نہ کیا کرو جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر باتیں کرتے ہو، مبادا تمہارے سارے اعمال (ادب کی اس کوتاہی سے) اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے حضور میں اپنی آوازیں نیچی کر کے باتیں کرتے ہیں، وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے خاص کر لیا ہے، ان کیلئے ہی اللہ کی بخشش اور بڑا اجر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تفریط و ناقدر شناسی اور بے ادبی کی گمراہی سے بچانے کیلئے تو قرآن مجید نے یہ ہدایات دیں (جو مذکور ہوئیں)۔ اب اسکے بعد وہ ہدایات بھی سنئے جو افراط اور غلو کے فتنہ سے بچانے کے لئے قرآن مجید نے دی ہیں۔

افراط اور غلو کا فتنہ

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جس غلو اور افراط میں بہت سی قومیں مبتلا ہوئی ہیں، وہ یہ ہے کہ انہوں نے سمجھا کہ نبی انسان نہیں ہو سکتا، بلکہ اسکو انسانوں سے بالاتر کسی جنس سے ہونا چاہئے اور انسانی ضرورتیں اور انسانیت کے لوازم بھی نہ ہونے چاہئیں۔ چنانچہ بہت سی قوموں نے اسی گمراہی کی بنا پر اپنے زمانہ کے پیغمبروں کا انکار کیا۔ قرآن کا بیان ہے کہ اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے انکی قوم نے کہا تھا:

مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (مومنون: ۳۳)

ترجمہ: یہ تمہاری طرح کے ایک انسان ہیں (پھر یہ خدا کے رسول کیسے ہو سکتے ہیں؟)

اور نوح علیہ السلام کے بعد جب دنیا میں پھر گمراہی پھیلی اور اللہ نے اپنے ایک اور نبی کو بھیجا تو انکی قوم نے بھی یہی کہہ کے ان کا انکار کیا کہ:

مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ (المومنون: ۳۳)

ترجمہ: یہ تمہاری طرح ایک انسان ہیں، جو تم کھاتے ہو وہی چیزیں یہ بھی کھاتے ہیں اور جو تم پیتے ہو وہی یہ بھی پیتے ہیں (پھر بھلا یہ کس طرح رسول ہو سکتے ہیں؟)

ترجمہ: ہمارے رسول جو تم کو دیں، اس کو لے لو اور جن سے منع کریں، اس سے رک جاؤ اور اس بارے میں اللہ (کی پکڑ) سے ڈرو، اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

اور سورہ احزاب میں پیغمبر کا حق اور مرتبہ یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنے اوپر جتنا حق اور جتنا اختیار اپنی ذات کا ہوتا ہے، اس سے زیادہ حق اور اختیار ایمان والوں پر پیغمبر کا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر اللہ کے پیغمبر کسی کو ایسا حکم دیں جس میں اسکی جان جاتی ہو تو اس کا فرض ہے کہ بے دریغ جان دے کر اس حکم کی تعمیل کرے۔ ارشاد ہے:

الَّذِينَ أُولَىٰ بِالْأَمْرِ مِنْهُمْ وَأَوْحَا أَمْرُهُمْ ۖ (الاحزاب: ۶)

ترجمہ: پیغمبر کا زیادہ حق ہے اہل ایمان پر خود انکی ذاتوں سے اور پیغمبر کی بیویاں کل اہل ایمان کی مائیں ہیں۔

اصلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق اور مالک ہے، اسکو ہم ہر طرح کا حق اور اختیار ہے، یہاں تک کہ جن تصرفات اور جن فیصلوں کا اپنی جان اور اپنی ذات کے بارے میں خود ہم کو بھی حق نہیں، اللہ کو ان تمام تصرفات اور فیصلوں کا بھی حق ہے اور پیغمبر اس دنیا میں چونکہ اسکے نائب اور نمائندہ ہیں اور وہی اللہ کے احکام لانے والے اور ان کے نافذ کرنے والے ہیں، اس لئے عملاً ضروری ہے کہ ان کا حق و اختیار بھی ایسا ہی مانا جائے۔ آگے فرمایا کہ: ”انکی بیویاں تمام اہل ایمان کی ماؤں کی جگہ ہیں“۔ اس لئے ان کا ادب و احترام اپنی ماؤں کی طرح کیا جائے۔

قرآن مجید انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور انکے احکام کی اطاعت کرنے اور ان کا حق اور مرتبہ پہچاننے پر زور دینے کے علاوہ اسکی بھی تاکید کرتا ہے کہ انکے حضور میں بلند آواز سے اور پیاپی سے بولا بھی نہ جائے، بلکہ جب کسی کو انکے سامنے کچھ عرض کرنا ہو تو پورے ادب سے اور دبی آواز سے عرض کیا جائے۔ قرآن مجید آگاہی دیتا ہے کہ اگر اس بارے میں کوتاہی ہوئی تو تمہارے سارے اعمال اکارت ہو جانے کا خطرہ ہے۔ سورہ حجرات میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ١٠
إِنَّ الَّذِينَ يَغْضَوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات: ۳۲-۳۳)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ (یوسف: ۱۰۹)

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی آدمیوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا، ہم ان ہی کی طرف اپنے احکام کی وحی کرتے تھے۔

اور سورہ فرقان میں فرمایا گیا:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ط (الفرقان: ۲۰)

ترجمہ: اور آپ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے، وہ سب کھانا کھاتے تھے اور (اپنی ضرورتوں سے) بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

اور خود رسول اللہ ﷺ کو بار بار حکم دیا گیا کہ اپنے بارے میں صاف صاف ان لوگوں سے کہہ دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (لم سجدہ: ۶)

ترجمہ: میں تو بس تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں۔

اور پیغمبروں کے بارے میں غلو اور افراط ہی کے سلسلہ کی ایک گراہی یہ تھی کہ ان کیلئے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ساری کائنات پر ان کا تصرف اور اختیار ہو اور وہ سب کچھ کر سکتے ہوں، اسی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے منکرین نے آپ سے کہا تھا، قرآن کا بیان ہے:

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ۖ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَجِيلٍ ۖ وَعَنْبٍ فَتَفْجُرَ الْآفَاقَ خَلَلَهَا ۖ خَلَلَهَا ۖ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمَتْ عَلَيْنَا ۖ كِسْفًا ۖ أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۖ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ ۖ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نُّقْرُؤُهُ ط (بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳)

ترجمہ: یہ منکرین کہتے ہیں کہ ہم ہر گز تم پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ تم ایسے خارق عادت کام کر کے نہ دکھاؤ۔ (مثلاً یہ کہ) تم حکم کرو اور زمین سے چشمہ پھوٹ نکلے، یا تمہارے لئے کھجور اور انگور کا ایک باغ لگ جائے اور پھر تم اس میں پانی کی بہت سی نہریں جاری کر کے دکھاؤ، یا جیسے کہ تم کہا کرتے ہو آسمان کے

اور سورہ تغابن میں زمانہ قدیم کی منکر قوموں کے متعلق بیان فرمایا گیا ہے کہ انکے کفر و انکار کا باعث یہی ہوا کہ یہ بات تسلیم کرنے کیلئے وہ تیار نہیں ہوئیں کہ انسان بھی ہو سکتا ہے۔ ارشاد ہے:

ذَلِكَ بِأَنَّهُ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا (التغابن: ۶)

ترجمہ: ان کے اس کفر کا سبب یہی ہوا کہ انکے پاس انکے پیغمبروں کی روشن دلائل اور واضح احکام لے کر آئے، تو ان کجختوں نے کہا کیا انسان ہم کو ہدایت دیں گے؟ پس (اسی بنیاد پر) انہوں نے ان رسولوں کا انکار کر دیا، ان سے روگردانی اختیار کی۔

اور دوسری جگہ فرمایا گیا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا (بنی اسرائیل: ۹۴)

ترجمہ: جب لوگوں کے پاس ہماری ہدایت پہنچی تو ایمان لانے سے ان کو صرف یہی چیز مانع ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا آدمی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (یہ بات تو ہم نہیں مان سکتے)

اور خود قرآن کے لانے والے خدا کے آخری رسول ﷺ کے بارے میں ان کے منکروں نے کہا کہ:

مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ط (الفرقان: ۷)

ترجمہ: یہ کیسے رسول ہیں کہ کھاتے پیتے ہیں اور (اپنے کاموں سے) بازاروں میں بھی جاتے ہیں؟

مطلب یہی تھا کہ خدا کا رسول تو وہی ہو سکتا ہے جو ان انسانی لوازم و خصوصیات سے مبرا اور بالاتر ہو۔ الغرض پیغمبروں کے بارے میں بہت سی قومیں اسی گراہی میں مبتلا رہی ہیں کہ وہ انسان نہیں ہو سکتے بلکہ ان کو کسی بالاتر جنس سے ہونا چاہئے اور انسانی عادات و خصوصیات بھی ان میں بالکل نہ ہونی چاہئیں۔ مگر قرآن مجید نے اس گراہی کی پوری صراحت و صفائی سے بیخ کنی کی ہے، رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد ہے:

ہوں۔ (میرا حال تو یہ ہے کہ) جو وحی اللہ کی طرف سے مجھ پر کی جاتی ہے اور جو حکم مجھے دیا جاتا ہے، میں تو بس اس کا اتباع کرتا ہوں۔

اور اسی مقصد کے لئے آپ ﷺ سے اعلان کرایا گیا:
قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيبَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ ۚ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا (الحج: ۲۲-۲۱)

ترجمہ: آپ صاف کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں نہیں مالک ہوں تمہارے نقصان کا اور نہ تمہاری بھلائی کا (یعنی تمہارا بناؤ بگاڑ میرے اختیار میں نہیں، بلکہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے) آپ کہہ دیجئے (کہ خود میرا معاملہ یہ ہے) کہ مجھے بھی نہیں بچا سکتا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور، میں نہیں پاسکتا اس کے سوا کوئی جائے پناہ اور کوئی ٹھکانا۔ اور سورہ اعراف میں فرمایا گیا:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّلْقَوْمِ يَوْمَئِذٍ (الاعراف: ۱۸۸)

ترجمہ: آپ اعلان فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی مالک و مختار نہیں ہوں، مگر جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ (سب کچھ اسی کی مشیت اور اسی کے فیصلہ پر موقوف ہے) اور اگر میں غیب کی بات جان لیا کرتا تو بہت کچھ منافع حاصل کر لیتا اور کبھی کوئی ناگواری اور خلاف مرضی بات مجھے پیش نہ آتی، میں بس انجام کے خطرہ سے ہوشیار کرنے والا اور انعامات الہیہ کی خوشخبری سنانے والا ہوں ایمان و یقین والوں کو۔

ان سب آیتوں میں اسی غلو اور افراط کی بیخ کنی کی گئی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بہت سی قوموں اور امتوں میں مختلف زمانوں میں رہا ہے اور آج بھی موجود ہے، حتیٰ کہ خود قرآن کے ماننے والے بہت سے مسلمان جہالت اور نادان فقی کی وجہ سے اس میں مبتلا ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے خزانوں پر رسول کا پورا پورا اختیار اور تصرف ہونا چاہئے اور انکو علم غیب بھی ہونا چاہئے اور دین و دنیا اور آخرت کے بارے میں ان کو مختار مطلق ہونا چاہئے، حالانکہ معلوم ہو چکا کہ قرآن مجید نے ان تمام گمراہانہ خیالات و خرافات کی پوری صراحت اور صفائی سے تردید کی ہے۔ اسی سلسلہ میں قرآن مجید کی یہ چند آیتیں اور بھی پڑھ لیجئے:

کلڑے ہم پر گراؤ، یا اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ، یا تمہارے لئے ایک سونے کا گھر بن جائے، یا تم پر واز کرتے ہوئے آسمان میں چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے اس چڑھ جانے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک ایسا نہ ہو کہ تم آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب ہمارے پاس اتار لاؤ جس کو ہم پڑھ سکیں۔

مگر قرآن مجید میں ان سب مطالبوں کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ:
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ (بنی اسرائیل: ۹۳)
ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ سبحان اللہ! (میں کوئی خدا ہوں!) میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک آدمی ہوں خدا کا پیغام پہنچانے والا۔

اس مختصر آسانی جواب کا مطلب یہی ہے کہ اے منکرو! تمہاری یہ بنیادی غلطی ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ نبی و رسول وہ ہوتا ہے جس کے اختیار اور قبضہ میں سب کچھ ہو اور زمین و آسمان پر اس کا ”کن فیکن“ تصرف ہو، حالانکہ یہ شان خدا کی ہے، بیشک وہ کسی چیز سے عاجز نہیں، اس کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ لیکن میری حیثیت تو صرف یہ ہے کہ میں تم میں کا اور تمہاری جنس کا ایک انسان ہوں، جس کو اللہ نے رسالت و پیغمبر کا کام اور منصب عطا فرمادیا ہے، میں اس سے زیادہ کسی چیز کا مدعی نہیں۔

اسی طرح سورہ عنکبوت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے منکرین نے آپ سے کہا کہ جو معجزے اور نشانیاں ہم چاہتے ہیں، وہ آپ کیوں نہیں دکھاتے؟ تو اس کا جواب بھی آپ سے یہی دلویا گیا کہ:

قُلْ إِنَّمَا الْإِنشَاءُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (العنکبوت: ۵۰)

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ معجزے اور نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں (ان پر میرا اختیار نہیں)۔ میں تو بس صاف صاف آگاہی دینے والا اور ہوشیار کرنے والا اللہ کا پیغمبر ہوں۔

اور اسی غلو اور افراط کی بیخ کنی کے لئے ایک دوسری جگہ آپ کو حکم دیا گیا کہ:
قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۚ إِنِّي أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ (الانعام: ۵۰)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ اللہ کے خزانے میرے اختیار میں ہیں اور نہ (میں یہ کہتا ہوں کہ) مجھے علم غیب ہے اور نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ

خداوندی ہدایت کی اطاعت و پیروی

اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ خدا کی خدائی کو جان لینے اور بندوں کی ہدایت کے لئے اس کے قائم کئے ہوئے سلسلہ رسالت کو مان لینے اور اس پر ایمان لے آنے کے بعد خود بخود بندے کے لئے یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے متعلق یہ اصولی فیصلہ کر لے کہ اس دنیا میں مجھے اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی نازل کی ہوئی ہدایت کا مطیع اور تابع رہ کر ہی زندگی گزارنا ہے، لیکن قرآن مجید صرف اس لزوم پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ مستقل طور سے بھی اس کی دعوت دیتا ہے اور پوری تاکید کے ساتھ جا بجا اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ انسانوں کو چاہیے کہ وہ خدا کی ہدایت اور اس کے احکام (جو پیغمبر وقت کے ذریعے اس کی طرف سے آئیں ان) کی پیروی کو زندگی کا اصول بنائیں، نجات و فلاح کی یہی راہ ہے اور اس کے سوا ہر راستہ ہلاکت کا راستہ ہے۔

سورہ انعام میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ إِنْ هَدَى اللَّهُ هُوَ الْهَادِي وَأَمْرًا يُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (الانعام ۷)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ میرے بندوں کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہدایت ہی زندگی کی صحیح راہ ہے اور ہم سب کو حکم ہے کہ پروردگار عالم کی حکم برداری کریں۔

اور سورہ اعراف کے بالکل شروع میں فرمایا گیا:

اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ (الاعراف ۳)

ترجمہ: اس ہدایت کی پیروی کرو جو اتاری گئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اس کے سوا اور آقاؤں کی پیروی نہ کرو (کیونکہ حقیقی آقا اور رب صرف وہی ہے۔)

اور سورہ زمر میں ارشاد ہوا:

وَإِنِ بَوَّأُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلَمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُاتِيَكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْقِرُونَ ۝ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُاتِيَكُمْ الْعَذَابُ بَغْتَةً ۖ وَ أَنْتُمْ لَا

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ؕ إِنِ اتَّبَعِ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (الاحقاف: ۹)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا رسالہ نہیں ہوں رسولوں میں سے۔ (جس طرح مجھ سے پہلے اللہ کے بہت سے رسول آئے اسی طرح میں بھی اس کا ایک رسول ہوں) اور (میرا حال یہ ہے کہ) جو کچھ مستقبل میں میرے ساتھ پیش آئے گا اور جو تمہارے ساتھ کیا جائے گا، میں اس کو جانتا بھی نہیں، میں تو بس اس کی پیروی کرتا ہوں جو اللہ کی طرف سے بذیہ وحی مجھے بتلایا جاتا ہے اور میں تو بس صاف صاف آگاہی دینے والا ہوں۔

اور سورہ یونس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے کافر و منکر جب آپ کی زبان سے قرآن مجید سنتے تھے (جس کی تعلیم ان کے کافرانہ و مشرکانہ خیالات و اعمال کے خلاف تھی) تو کہتے تھے کہ قرآن کو تو ہم نہیں مان سکتے، لہذا یا تو اس کی جگہ کوئی دوسرا قرآن لاؤ یا اس کی تعلیم اور اس کے مضامین کو بدل دو اس کے جواب میں آپ کو حکم دیا گیا:

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِي ۚ إِنِ اتَّبَعِ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ ۚ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (يونس: ۱۵)

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے بالکل یہ حق نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی رد و بدل کر سکوں، میں خود انہی احکام کی تابعداری کرتا ہوں جو کہ خدا کی طرف سے میری طرف وحی کئے جاتے ہیں، اگر میں اپنے اس مالک کے حکم کی خلاف ورزی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا مجھے بھی ڈر ہے۔

الغرض پیغمبروں کے بارے میں غلو اور افراط کے سلسلہ کی جن جن گمراہیوں میں لوگ کبھی مبتلا ہوئے ہیں یا مبتلا ہونے کے زیادہ امکانات اور خطرات ہیں، قرآن مجید نے ان سب ہی کی پوری پوری بیخ کنی اور آئندہ کیلئے ناکہ بندی کر دی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی جو واقعی حیثیت اور ان کا جو حقیقی مقام ہے، اسکو اس طرح واضح اور متعین کر دیا ہے کہ قرآن کو سمجھنے اور ماننے والوں کیلئے کسی غلط فہمی اور گمراہی کی گنجائش قطعاً نہیں رہی ہے۔

اللہ کافی ہے جاننے والا۔

اور ان ہی خوش نصیب بندوں کے متعلق جنہوں نے ہر طرف سے رخ موڑ کے اور دنیا کے سارے طریقوں کو چھوڑ کے اللہ کی ہدایت کی پیروی ہی کو اپنا اصول زندگی بنالیا ہے، سورہ مؤمن میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے وہ خاص خاص مقرب فرشتے (حاملین عرش ومن حولہ) جنہیں بارگاہ خداوندی میں ہمہ وقت حاضری نصیب رہتی ہے، وہ اللہ کی حمد و تسبیح کے ساتھ ان بندگان خدا کے لئے بلکہ ان کے طفیل میں ان کے آباء واجداد، بیوی بچوں کے لئے بھی ہر دم دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ان کی اس دعاء کے الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں پڑھئے اور بار بار پڑھئے!!

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ ابْنَائِهِمْ وَادْخُلْهُمْ وَدَارَاتِهِمْ ۝ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۚ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَجَحْتَهُ ۚ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (المومن: ۹ تا ۱۷)

ترجمہ: اے پروردگار! تیرا علم اور تیری رحمت ہر چیز کو محیط ہے پس تو اپنے ان بندوں کی مغفرت فرمادے جو تیری طرف رجوع ہوئے اور انہوں نے تیری ہدایت کی پیروی کی اور تیری بتائی ہوئی راہ پر چلے اور دوزخ کے عذاب سے ان کو بچالے! اے پروردگار! اور ان غیر فانی جنتوں میں ان کو پہنچادے جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے ماں باپ اور ان کے بیوی بچوں میں سے جو بھی اچھے ہیں ان کو بھی ان کے ساتھ جنت میں رکھا تو زبردست حکمت والا ہے۔ اور تکلیفوں اور برائیوں سے ان کو بچا اور قیامت کے دن جن کو تو نے تکلیفوں سے بچایا تو ان پر تیری رحمت ہوئی اور یہ ان کی بڑی کامیابی ہے۔

گویا اللہ کے یہ بلند مرتبت مقرب فرشتے مامور ہیں کہ اللہ کی بندگی اور اس کی حکم برداری والی زندگی گزارنے والے بندوں کے حق میں یہ دعائے خیر اللہ کے حضور میں کرتے رہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جس اللہ نے انہیں اس دعا پر مامور فرمایا ہے اور اپنی حمد و تسبیح کے ساتھ اس دعائے خیر کو ان کا وظیفہ بنایا ہے، وہ ان کی اس دعا کو کیوں نہ قبول فرمائے گا، بلکہ قرآن مجید میں یہ دعا اسی لئے ذکر کی گئی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اللہ کے جو بندے اللہ کی بندگی والی زندگی گزارتے ہیں اور اس دنیا میں اس کی ہدایت کے پابند ہو کر رہتے ہیں، اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ اور مقام یہ ہے کہ اس نے اپنے مقرب ترین فرشتوں کو ان کا دعا گو بنادیا ہے اور ان کے لئے

تَشْعُرُونَ ۝ (الزمر: ۵۴ تا ۵۵)

ترجمہ: اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو قبل اسکے کہ آجائے تم پر اس کا عذاب اور پھر کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے اور اتباع کرو اس بہترین ہدایت کا جو اتاری گئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے قبل اس کے کہ آجائے تم پر اچانک عذاب اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

یہ تو خداوندی ہدایت کے اتباع کی تاکید تھی نیز قرآن مجید میں ان آیات کے علاوہ ”اطيعوا الله واطيعوا الرسول“ یا اس کے ہم معنی الفاظ میں بھی جابجا اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

اب ماننے والوں کا انجام بھی قرآن ہی کی زبان سے سنئے!

سورہ فتح میں ارشاد ہے:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْيَهُودَ عَذَابًا أَلِيمًا (الفتح: ۱۷)

جو لوگ حکم برداری کریں گے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اور چلیں گے ان کی ہدایت پر، پر ان کو پہنچائے گا اللہ تعالیٰ ان بہشتی باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو نہ مانیں گے اور حق کی اس راہ سے مڑ کر چلیں گے، ان کو اللہ تعالیٰ اس جریم کی دردناک سزا دے گا۔

اور دوسری جگہ ماننے والوں کے متعلق سورہ احزاب میں فرمایا گیا:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۱۷)

اور جو لوگ تابعداری کریں اللہ اور اس کے رسول کی تو انہوں نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

اور سورہ نساء میں اس بڑی کامیابی (فوز عظیم) کی تفسیر و تشریح اس طرح فرمائی گئی:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۖ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلْمًا (النساء: ۶۹ تا ۷۰)

ترجمہ: اور جو بندے فرمانبرداری کریں اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ اللہ کے ان خاص بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اس کا خصوصی انعام ہے، یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین اور کیا اچھے ہیں یہ رفیق! یہ ان پر فضل ہو گا اللہ کی طرف سے،

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۰۰ قَالَتِيْنَ اٰمَنُوْا وَعٰمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۱۰۱ وَ الَّذِيْنَ سَعَوْا فِىۡ اٰتِنَا مُعْجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰۲ (الحج: ۵۱ تا ۵۲)

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اعلان کر دیجئے اور سب کو سنا دیجئے کہ اے انسانو! میں اللہ کی طرف سے تم کو صرف خبردار کرنے والا اور اس کا پیغام کھول کھول کر سنانے والا ہوں، پس جو لوگ ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی اختیار کریں ان کے لئے ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے اور جو لوگ ہمارے احکام و فرامین کے مقابلہ میں زور آزمائی کریں وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔ اور سورہ طہ میں فرمایا:

وَ اِنِّ لَنَقَافِرُ لَکُمْ تَابًا وَّ اٰمَنًا وَّ عَمِلَ صٰلِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی (طہ: ۸۲)

ترجمہ: اور میری بڑی بخشش ہے ان کے لئے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں اور ٹھیک ٹھیک چلتے رہیں۔ اور سورہ عنکبوت میں فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (العنکبوت: ۷)

ترجمہ: اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں ہم ان کی خطائیں معاف اور ان کی برائیاں دور کر دیں گے اور ان کو ان کے اعمال کے استحقاق سے بہت زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔ اور سورہ نساء میں فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۚ وَ عَدَدُ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَ مَنۢ اٰصَدٰکُمْ مِنَ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُ (النساء: ۱۲۲)

اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں، ہم ضرور ان کو ان بہشتی باغات میں بسائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا بالکل سچا اور کس کی بات ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی؟

اور سورہ شوریٰ میں ارشاد فرمایا:

دعائے خیر کرنا اپنی حمد و تسبیح کی طرح ان کا وظیفہ مقرر فرمادیا ہے۔

اور اس کے برعکس جو بد نصیب انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کی نازل کی ہوئی شریعت کے بجائے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں، ان کی محرومی اور بربادی کا اعلان قرآن مجید میں ان الفاظ میں فرمایا گیا:

وَمَنۢ اٰصَلَّ مِثْنًا مِّثْنًا هُوَ بِغَيْرِ هُدٰی مِّنَ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (القصص: ۵۰)

ترجمہ: اور ان سے زیادہ گمراہ اور بھٹکا ہوا کون ہے جو اللہ کی ہدایت سے ہٹ کر اپنی خواہشات کی پیروی کریں، اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور سورہ فرقان میں فرمایا گیا:

اَرَاَيْتَ مَنۢ اَتَّخَذَ الْهٰٓهٖ هٰٓؤُلَہٗۤ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْہِ وَ كَيْلًا ۝۱۰۱ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اٰصَلُّ سَبِيْلًا ۝۱۰۲ (الفرقان: ۲۳ تا ۲۴)

ذرا ان بد نصیبوں کو دیکھو جو (خدا کی بندگی اور اس کی ہدایت کی پیروی چھوڑ کر) اپنی خواہشات نفس کے پرستار ہو گئے ہیں، کیا تم ان کو سنبھالنے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ (وہ ہرگز درست نہ ہوں گے!) کیا تمہارا خیال ہے کہ ان میں سے بہت سے کچھ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ نہیں وہ تو بس لایعقل جانوروں کی طرح ہیں بلکہ وہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔

عمل صالح

اسی اتباع ہدیٰ اور اطاعت رسول خدا اور رسول والی زندگی کی ایک تعبیر عمل صالح والی زندگی بھی ہے، قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا ان دونوں سے مل کر وہ زندگی بنتی ہے جو ہمارے پیدا کرنے والے کو مطلوب اور محبوب ہے اور جو ہم کو اس کا محبوب بندہ بنانے والی ہے۔ قرآن پاک میں بلا مبالغہ سیکڑوں مقامات پر عمل صالح والی زندگی پر ایسی کیف آور بشارتیں سنائی گئی ہیں جن میں ایمان والی روحوں کے لئے لذت و سرور اور نشاط و مستی کا یقیناً اس سے زیادہ سامان ہے جتنا کہ شراب کے متوالوں کو شراب سے حاصل ہوتا ہو گا۔ چند آیتیں یہاں بھی سن لیجئے۔

سورہ حج میں رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے کہ آپ پوری انسانی دنیا کو ہمارا پیغام سنا دیجئے! ارشاد ہے:

بالفرض اگر ایمان و عمل صالح کے صلہ میں اس فانی دنیا میں کچھ بھی نہ ملے اور صرف آخرت ہی میں وہ مل جائے جس کا وعدہ ان آیتوں میں کیا گیا ہے تو بھی یقیناً نفع ہی نفع ہے اور ہر مومن بندہ اس سودے پر دل و جان سے راضی ہو کر اپنے رب کریم کا شکر گزار ہی ہو گا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ عمل صالح اور ایمان کے صلہ میں آخرت میں مغفرت اور جنت کے علاوہ اس دنیا میں بھی کچھ عطا فرمانے کا وعدہ قرآن مجید میں کیا گیا ہے، وہ اس دنیا کی بھی سب سے بڑی نعمت ہے۔

مثلاً سورہ مریم میں فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ۝ (مریم: ۹۶)

ترجمہ: بلاشبہ جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں، بڑی رحمت والا پروردگار ان کو ضرور محبت سے نوازے گا۔

یعنی اس دنیا کی زندگی میں ان کو اللہ کی محبت و محبوبیت کا مقام نصیب ہو گا اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے دلوں میں بھی ان کی محبت پیدا فرمادے گا۔

سوچئے! کسی بندے کے لئے اس دنیا میں اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے دل کو اللہ سے محبت و تعلق کی دولت نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت کے لئے چن لے اور عامہ مخلوق کے دل میں بھی اس کی محبت و مقبولیت پیدا کر دی جائے۔

صرف مادی لذتوں اور برائیوں سے دلچسپی رکھنے والے جو انسان اپنی انسانیت کھو کر حیوانیت کی سطح پر آچکے ہیں، غالباً ان کے نزدیک تو اس دنیا کی بڑی نعمتیں صرف روپیوں کے ڈھیر، اینٹوں اور پتھروں سے بنے ہوئے عالیشان محلات، انواع و اقسام کے لذیذ مرغن کھانے، بیش قیمت کپڑے اور قیمتی سواریاں ہی ہوں گی، لیکن جو واقعی انسان ہیں انہیں اس میں قطعاً کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی محبت و محبوبیت اور عام خلایق کی نگاہ میں مقبولیت کا ایک لمحہ اس پوری عمر سے زیادہ لذیذ اور قیمتی ہے جس میں مذکورہ بالا ساری مادی نعمتیں تو میسر ہوں لیکن اللہ کی محبت و محبوبیت اور مقبولیت کی اس نعمت سے محرومی ہو۔

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اپنے جس بندے کو اپنی محبت و محبوبیت کا کوئی حصہ نصیب فرمائے بس وہی جانتا ہے کہ اس کو کتنی بڑی دولت اور زندگی کا کیسا لطف حاصل ہے۔ اسی کو قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ ”حیوۃ طیبہ“ فرمایا گیا ہے۔ سورہ النحل میں ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل: ۹۷)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُمْ مَّا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۝ (الشوریٰ: ۲۳-۲۲)

ترجمہ: اور جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں وہ جنت کے باغیچوں میں رہیں گے، ان بہشتی باغوں میں جس چیز کی وہ خواہش کریں گے اپنے پروردگار کے پاس وہ ان کو ملے گی، یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے، اللہ تعالیٰ خوش انجامی کی بشارت اپنے ان بندوں کو سناتا ہے جو ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں۔ اور سورہ کہف میں فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْغَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُضُونَ عَنْهَا أَحَدًا ۝ (الکہف: ۱۰۸-۱۰۷)

ترجمہ: بیشک جو بندے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی گزاریں ان کے پروردگار کی طرف سے ان کی مہمانی کے لئے فردوس یعنی جنت کے باغات ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (نہ ان کو وہاں سے کبھی نکالا جائے گا اور) نہ وہ خود وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے۔ اور سورہ طہ میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يَّاتِهِمْ مُّؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ (طہ: ۷۵-۷۴)

اور جو بندے اپنے پروردگار کے حضور میں مومن ہو کر حاضر ہوں گے اور عمل صالح والی زندگی انہوں نے گزاری ہوگی، ان کے لئے وہاں نہایت بلند درجے ہیں، کبھی نہ فنا ہونے والے بہشتی باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ صلہ ملے گا ان کو جو (کفر و نافرمانی کی گندگی سے) پاک ہوں۔

ان سب آیتوں میں ایمان اور عمل صالح والی زندگی گزارنے والوں کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت اور اس کے فضل و بخشش اور جنت و نعمائے جنت کی بشارتیں ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن بندوں کو آخرت پر ایمان و یقین نصیب فرمایا ہے ان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی بشارت اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی کہ آخرت کی حقیقی اور کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا و مغفرت اور جنت نصیب ہو جائے۔

قرآن سے پہلے زمانوں میں بھی یہی ہوا اور نزول قرآن کے بعد کے دور کے لئے بھی یہی وعدہ الہی اور منشور خداوندی ہے۔

سورہ انبیاء کے آخری رکوع میں اسی خداوندی دستور کا بیان ان الفاظ میں فرمایا گیا:
وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ
(الانبیاء: ۱۰۵)

ترجمہ: اور ہم لکھ چکے زبور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث ہوں گے اور اس کا انتظام کریں گے میرے صالح بندے۔

ضروری انتباہ

ان آیتوں سے یہ سمجھنا کہ دنیا میں حکومت صرف صالحین کو ملتی ہے اور کسی گروہ کے ہاتھ میں حکومت کا ہونا اس کے صالح ہونے کی نشانی ہے، بڑی گھٹیا درجہ کی غلط فہمی ہے۔ ان آیات کا مفاد جیسا کہ ہم نے بتلایا صرف یہ ہے کہ جب دنیا میں ایمان اور عمل صالح والی کوئی امت اور جماعت موجود ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص نصرت اور مدد سے زمین کا اقتدار و انتظام اس کے سپرد کر دے گا اور یہ اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کا انعام اور مزید ترقیات کا باعث ہوگا۔

ترجمہ: جو بندہ عمل صالح والی زندگی گزارے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو تو ضرور اس کو ”حیات طیبہ“ (نہایت اچھی پر لطف زندگی) دیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال حسنہ کا ان کے استحقاق سے بہت زیادہ اچھا صلہ ان کو عطا فرمادیں گے۔

اس آیت میں عمل صالح والی زندگی پر جس ”حیوۃ طیبہ“ کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا تعلق اس دنیا سے ہے اور وہ اللہ کی محبت و محبوبیت، سکینت و طمانیت اور خلق اللہ میں مقبولیت کی وہی زندگی ہے جس کا ابھی اوپر ذکر کیا گیا اور بلاشبہ وہ اس دنیا کی سب سے بڑی دولت و نعمت اور سب سے بڑی لذت ہے۔

دنیا میں یہ ”حیوۃ طیبہ“ ملنا تو ایمان اور عمل صالح والی زندگی کا وہ صلہ ہے جس سے ہر وہ فرد نوازاجاتا ہے جو ایمان و عمل صالح کی شرط کو پورا کرے خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑا انعام اور صلہ اس دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی زندگی رکھنے والوں کو یہ بھی دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک کا انتظام ان کے سپرد کر دیتا ہے اور نظم و نسق ان کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے۔ جس کے بعد وہ اللہ کی زمین کا انتظام اللہ کی مرضی کے مطابق کرتے ہیں اور انتظام میں وہ اللہ کے نائب اور خلیفہ ہوتے ہیں، لیکن یہ انعام اور صلہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی ہے یعنی ہر فرد کو اس کے ایمان اور عمل صالح پر یہ صلہ نہیں دیا جاتا بلکہ اگر کوئی قوم اور جماعت ایمان اور عمل صالح والی زندگی کو اختیار کر لے تو اللہ تعالیٰ اس قوم اور جماعت کو اس نعمت سے نوازتے ہیں۔

ایمان اور عمل صالح کے اسی انعام کا وعدہ سورہ نور میں ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵۵)

ترجمہ: اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائیں اور عمل صالح والی زندگی اختیار کریں کہ ان کو ضرور منتظم اور خلیفہ بنائے گا زمین کا، جیسا کہ ان سے پہلے گزشتہ امتوں کے مومنین صالحین کو خلیفہ بنایا تھا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت قدیمہ اور اس کا ازلی قانون ہے کہ اگر دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی زندگی رکھنے والی امت موجود ہو تو اللہ تعالیٰ زمین کے انتظام حکومت کے لئے اسی کا انتخاب کرتا ہے اور اسی کو اپنی خلافت و نیابت دیتا ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ نزول

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُوا إِلَّا وَأَنتُمْ مُسْلِمُونَ
(آل عمران ۱۰۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور (آخری دم تک اس تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے دل و جان سے اپنے اس مالک کی فرمانبرداری کرتے رہو یہاں تک کہ تم کو اسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آجائے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو سب کا پیداکرنے والا اور پرورش کرنے والا ہے اور جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت کا نظام ہے اور بے انتہا بخشش و رحمت کے ساتھ جس کے قہر و جلال کی بھی کوئی حد نہیں ایسے مالک سے بندہ کو جیسا ڈرنا چاہئے، ایمان والے اس سے ویسا ہی ڈریں اور زندگی کی آخری سانس تک اس کی فرمانبرداری کرتے رہیں۔

اور سورہ تغابن میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے:

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا أَطِيعُوا (التغابن: ۱۶)

ترجمہ: اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو جس قدر بھی تم سے ہو سکے اور دل و جان سے اس کے سارے حکم سنو اور مانو۔

اور سورہ حشر میں فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَنْتَنظُرْ نَفْسًا مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ
بِمَا تَعْمَلُونَ (الحشر: ۱۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس کو ضرور دیکھنا اور (سوچنا) چاہئے کہ اس نے کل کے لئے (یعنی آخرت کے لئے) کیا سامان کیا ہے اور (تم کو مکرر تاکید کی جاتی ہے کہ) اللہ سے ڈرتے رہو! یہ بالکل قطعی اور یقینی بات ہے کہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے، (تمہارا کوئی عمل بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔)

اور سورہ مائدہ میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ: ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے قرب کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرتے رہو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

تقویٰ

اللہ یوم آخرت اور سلسلہ نبوت پر ایمان کے بعد جن چیزوں کی دعوت قرآن مجید نے زیادہ اہمیت کے ساتھ دی ہے اور جن کو گویا انسان کی فلاح و سعادت کا مدار بتلایا ہے، ان میں سے ایک ”تقویٰ“ بھی ہے۔

تقویٰ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہوئے، پھر اللہ کی ناراضی اور اس کی پکڑ اور آخرت کے عذاب اور مواخذے سے ڈرتے ہوئے فکر اور احتیاط کے ساتھ زندگی گزارے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جو علم قرآن میں خصوصی امتیاز اور مہارت رکھتے تھے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی اس خاص علمی حیثیت کی توثیق فرمائی تھی۔ ایک دن ان سے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”کبھی کانٹوں بھرے کسی راستے پر چلنے کا اتفاق تو آپ کو ضرور ہوا ہو گا؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”کیوں نہیں! بارہا ایسے راستوں پر چلنے کا اتفاق ہوا ہے۔“ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”اس وقت آپ نے کیا کیا؟“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے اپنے جسم اور کپڑوں کو سنبھالا اور خوب کوشش کی کہ اپنے جسم اور کپڑوں کو کانٹوں سے بچا کر صحیح سالم نکل جاؤں۔“ حضرت ابی نے فرمایا ”فَذَالِكَ التَّقْوَى“ (بس یہی تقویٰ کی حقیقت ہے)۔

واقعہ یہ ہے کہ تقویٰ کی کوئی تشریح اس سے بہتر اور بلغ تر نہیں کی جاسکتی۔

قرآن مجید کی جن آیتوں میں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین اور تاکید فرمائی گئی ہے ان سب کا شمار بھی مشکل ہے، صرف چند آیتیں اس سلسلہ کی یہاں پڑھ لیجئے:

اور سورہ نحل میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَلَنَعْمَ ذَاؤُ النَّفْتَيْنِ ﴿٣٠﴾ جَلَّتْ عَنَّا يَدُ خُلُوفِهَا تَجْرِي مِمَّنْ تَحْتِهَا إِلَّا نَهْرُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ النَّفْتَيْنِ ﴿٣١﴾ (النحل: ۳۰ تا ۳۱)

ترجمہ: اور متقیوں کا ٹھکانا کیا ہی اچھا ٹھکانا ہے غیر فانی اور سد ابہار بہشت کے باغات میں وہ داخل ہوں گے، ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہاں ان کے لئے وہ سب کچھ مہیا ہو گا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح اللہ متقیوں کو ان کے تقویٰ کا بدلہ دے گا۔

اور سورہ قمر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

إِنَّ النَّفْتَيْنِ فِي جَنَّتٍ وَنَهْرٍ ﴿٥٣﴾ فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٤﴾ (القمر: ۵۳ تا ۵۴)

ترجمہ: جن بندوں نے دنیا میں تقویٰ کا رویہ اختیار کیا وہ (آخرت میں) باغات اور نہروں میں رہیں گے، ایک عمدہ مقام میں کامل اقتدار رکھنے والے کائنات کے حقیقی بادشاہ کے قرب میں۔

اللہ اللہ! کیا نصیب ان بندوں کے جن کو جنت میں ہر قسم کی دوسری نعمتوں کے ساتھ اپنے مالک کا قرب خصوصی بھی حاصل ہو گا۔

ان آیتوں میں تو اہل تقویٰ کو صرف ان انعامات کی خوشخبری سنائی ہے جن سے وہ مرنے کے بعد عالم آخرت میں نوازے جائیں گے۔ اب چند آیتیں وہ بھی پڑھ لیجئے جن میں ان متقی بندوں کو آخرت کی جنت و مغفرت کے علاوہ اس سے پہلے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کی بشارت سنائی گئی ہے۔

سورہ انفال میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الانفال: ۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تم کو اپنے خاص فضل سے ایک امتیازی قوت اور امتیازی شان بخشے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

اس آیت میں جو ”فرقان“ کا لفظ ہے (جس کا مطلب ہم نے یہاں امتیازی قوت اور امتیازی شان کے الفاظ سے ادا کرنا چاہا ہے) دراصل اس کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ تقویٰ کا رویہ اختیار کرنے والے بندوں کے قلوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل کی

ان چاروں آیتوں میں تقویٰ کی تاکید ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ اس کے لوازم اور مقتضیات اختیار کرنے پر بھی پورا زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں ”اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ“ کے ذریعہ تقویٰ کے حکم کے بعد فرمایا گیا ہے کہ: ”زندگی کے آخری سانس تک اپنے پروردگار کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے رہو“ اور دوسری آیت میں اسی مضمون کو ”وَأَسْبَغُوا وَأَطِيعُوا“ کے الفاظ سے ادا کیا گیا ہے اور تیسری آیت میں ”وَلَنَتَنَظَّرُ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ“ کے الفاظ سے ہر شخص کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنے اور سفر آخرت کے لئے اعمالِ صالحہ کا توشہ تیار کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور چوتھی آیت میں ”وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ“ کا مطلب بھی یہی ہے کہ جن اعمالِ صالحہ اور جن طاعات و مجاہدات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو سکتی ہے ان کو اختیار کیا جائے اور اس راہ میں پوری پوری جدوجہد کی جائے اور آخر میں ”لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ“ فرما کر اہل تقویٰ کو فلاح و کامیابی کی بشارت بھی سنائی گئی ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کو شامل ہے۔

پھر قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں میں اس فلاح و کامیابی کی تفصیل کی گئی ہے، جو تقویٰ کی روش اختیار کرنے کی بدولت اللہ کے متقی بندوں کو دنیا اور آخرت میں حاصل ہونے والی ہے۔

چند آیتیں اس سلسلہ کی بھی پڑھ لیجئے! پہلے صرف دو تین وہ آیتیں پڑھئے جن میں اہل تقویٰ کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ يُصِيبُ بِالْعِبَادِ (آل عمران: ۱۵)

ترجمہ: جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں ان کے لئے ان کے رب کے پاس بہشتی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ان ہی باغات میں رہیں گے اور پاک و صاف بیویاں وہاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے، اللہ اپنے سب بندوں (کے ظاہری و باطنی احوال) پر گہری نظر رکھتا ہے، (اس لئے کسی کا متقی یا غیر متقی ہونا اس سے مخفی نہیں رہ سکتا)۔

اس آیت میں تقویٰ کو جنت اور اس کی نعمتوں کے علاوہ اللہ کی رضا کا بھی مژدہ سنایا گیا ہے، جو یقیناً دنیا اور آخرت کی ساری نعمتوں سے بلند تر ہے۔ خود قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے:

وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ (التوبہ: ۷۲)

ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ کا رویہ انہوں نے اختیار کیا، ان کے لئے خاص خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اس آیت میں اہل تقویٰ کو اولیاء اللہ (اللہ کے دوست) کہا گیا ہے جو یقیناً ان کا بہت ہی بڑا اکرام و اعزاز ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑا اعزاز ان کا یہ ہے کہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پاک کو ان کا دوست بتلایا ہے۔

سورہ جاثیہ میں ارشاد ہے:

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (الجاثیہ: ۱۹)

ترجمہ: اور اللہ دوست ہے تقویٰ والوں کا۔

اسی طرح سورہ فصل کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک ذات کو متقیوں کا رفیق اور ساتھی بتلایا ہے۔ ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (النحل: ۱۲۸)

ترجمہ: اللہ اپنے ان بندوں کے ساتھ ہے (اور ان کا رفیق ہے) جو متقی اور نیکو کار ہیں۔

بلاشبہ کسی بندے کے لئے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں ہو سکتا کہ اس کا مالک و مولا اس کے بارے میں فرمائے کہ ہم اس کے دوست، اس کے رفیق اور اس کے ساتھ ہیں۔

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

تقویٰ ہی اصل نیکی اور عمل صالح کی روح ہے

قرآن مجید تقویٰ ہی کو نیکی کی اصل و اساس اور سارے اعمال کی روح قرار دیتا ہے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى (البقرہ: ۱۸۹)

ترجمہ: لیکن نیکی کی حقیقت تو بس یہ ہے کہ کوئی اللہ سے ڈرے اور تقویٰ اختیار کرے۔

اور سورہ حج میں قربانی کا حکم دینے کے بعد ارشاد فرمایا کہ: تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ کو مطلوب نہیں اور نہ وہ اس کے پاس پہنچتا ہے بلکہ دل کا جو جذبہ اور اس کی وہ کیفیت جو قربانی کے حکم کی تعمیل کراتی ہے، یعنی تقویٰ، بس وہ مطلوب ہے اور وہی خدا کے پاس پہنچتی

معرفت کی جو ایک خاص صلاحیت عطا ہوتی ہے اور ان کی زندگی میں جو ایک نمایاں امتیاز ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی ہیبت و عظمت قلوب میں پیدا ہوتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی خاص مدد جو ان کے ساتھ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے بلند مقاصد میں معجزانہ قسم کی کامیابی حاصل کرتے ہیں، فرقان کے مفہوم میں دراصل یہ سب کچھ داخل ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کو یہ سب ہی کچھ اس دنیا میں عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اور اسی کے ساتھ گناہوں کی معافی اور بخشش کا بھی۔ جس کا تعلق عالم آخرت سے ہے۔

اور سورہ اعراف میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الاعراف: ۹۶)

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور تقویٰ کا رویہ اختیار کرتے تو ہم زمین و آسمان سے ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس سنت اور اس قانون کا اعلان فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی ملک اور کسی علاقہ کے لوگ ایمان اور تقویٰ والی زندگی اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر برکتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، پھر جن نعمتوں کا تعلق آسمان سے ہے وہ ان پر آسمان سے برستی ہیں اور جن کا تعلق زمین سے ہے وہ زمین سے ان کے لئے اہلتی ہیں۔

اور سورہ طلاق میں اہل تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے اسی خاص فضل و کرم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: ۳)

ترجمہ: اور جو لوگ تقویٰ کا رویہ اختیار کریں، ان کے واسطے اللہ تعالیٰ مشکلات اور سختیوں سے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور ان کو ان طریقوں سے رزق دیتا ہے جن کا ان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اور سورہ یونس میں اہل تقویٰ کو اللہ کے دوست قرار دے کر ان کو دنیا اور آخرت میں سرفرازی کی بشارت سنائی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۚ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (يونس: ۶۲ تا ۶۳)

ترجمہ: یاد رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں انہیں کوئی خوف و غم نہ ہو گا، وہ لوگ وہ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشَوْا يَوْمَ مَا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَارٌ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ (لقمان: ۳۳)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہیں کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کی طرف سے کسی مطالبہ کی ادائیگی کرے گا (بلکہ ہر ایک کو اپنی ہی فکر ہوگی۔) یقین کرو کہ اللہ کا وعدہ بالکل حق اور اٹل ہے، پس یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے اور اسی طرح دھوکہ باز شیطان اللہ کی طرف سے تم کو کسی فریب میں مبتلا نہ کر دے۔

ان دونوں آیتوں میں تو تقویٰ اور خوف خدا دلوں میں پیدا کرنے کے لئے قیامت اور آخرت کے شدید اور ہولناک مناظر کا بیان کیا گیا ہے (اور بلاشبہ یہ ایسا بیان ہے کہ اگر کسی دل میں اس کو سن کر بھی خدا کا خوف اور آخرت کی فکر پیدا نہ ہو تو بلاشبہ وہ دل پتھر کا ہے) اور بہت سی دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے قہر و عذاب کا ذکر کر کے بھی دلوں میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مثلاً سورہ بقرہ ہی میں ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (البقرہ: ۱۹۶)

ترجمہ: اور ڈرو اللہ سے اور یقین جانو کہ (مجرموں کو) اللہ بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

اسی طرح سورہ مائدہ کے پہلے ہی رکوع میں فرمایا گیا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (المائدہ: ۲)

ترجمہ: اور ڈرو اللہ سے، یقیناً اللہ (مجرموں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور چند آیتوں کے بعد فرمایا گیا ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (المائدہ: ۷)

اور ڈرو اللہ سے اور یقیناً اللہ سینوں کے چھپے ہوئے راز بھی جانتا ہے۔

اور اس سے اگلی ہی آیت میں پھر فرمایا گیا ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المائدہ: ۸)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو، یقیناً وہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

ہے اور قبول ہونی ہے اور وہی گویا عمل کی روح ہے۔

لَنْ يَنَالَهُ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (الحج: ۳۷)

ترجمہ: تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا، اس کے حضور جو کچھ

پہنچتا ہے وہ تمہارے دلوں کا ”تقویٰ“ ہے۔

اسی لئے ایک اور موقع پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ اسی عمل کو قبول کرتا ہے جس کے کرنے والے میں تقویٰ ہو اور اس نے وہ عمل تقویٰ کی صفت کے ساتھ کیا ہو۔ یعنی اللہ کی رضا جوئی اور آخرت کی فکر اس عمل کی محرک ہو۔ ارشاد ہے:

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (المائدہ: ۲۷)

اللہ تقویٰ والوں ہی کے عمل کو قبول کرتا ہے۔

قرآن مجید میں تقویٰ کی تعلیم و دعوت تربیتی انداز میں بھی دی گئی اور تربیتی انداز میں بھی۔ یعنی بہت سے مقامات پر تو مغفرت و رحمت اور جنت و رضائے الہی کی جیسی خوشخبریاں سنا کر تقویٰ پر ابھارا گیا ہے اور بہت سی آیتوں میں اسی طرح قیامت اور آخرت کے ہولناک مناظر کا ذکر کر کے انسان کے دل میں تقویٰ اور خوف خدا پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پہلے چند تربیتی آیتیں پڑھئے!

سورہ حج میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرْوَنَهَا تَنْزَهُلُ كُلُّ

مُرْضِعَةٍ عَنْ مَلَأَتْ أَزْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ

بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ (الحج: ۲۳۱)

ترجمہ: اے آدم کے فرزندو! اپنے پروردگار سے ڈرو! یقین کرو کہ قیامت کا بھونچال

بڑا ہی سخت حادثہ ہو گا، جس دن وہ قیامت تمہارے سامنے آجائے گی اور تم (اس کے ہیبت ناک مناظر دیکھو گے) تو حالت یہ ہو گی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہے گا

یہاں تک کہ ننھے بچے کو دودھ پلانے والی ماں اپنے اس بچے کو بھول جائے گی اور

حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور تم دیکھو گے سب لوگوں کو نشہ کی سی حا

لت میں بے ہوش اور وہ کسی نشہ سے بے ہوش نہ ہوں گے مگر اللہ کا عذاب بڑا ہی

سخت ہے، (یعنی اس ہولناکی اور دہشت سے ان کا یہ حال ہو گا۔)

سورہ لقمان کے آخر میں ارشاد ہے:

اسی طرح توبہ میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (التوبہ: ۴)

ترجمہ: یقیناً اللہ کا پیار ہے اپنے متقی بندوں پر۔

ان آیتوں میں اہل تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جس محبت اور رحمت کی خبر دی گئی ہے اس کا اصل ظہور تو عالم آخرت ہی میں ہو گا جو دراصل جزا کا عالم ہے، لیکن قرآن مجید ہی نے بتلایا ہے کہ کسی درجے میں اس کا ظہور اس دنیا میں بھی ہوتا ہے۔ اس مضمون کی چند آیتیں چند ہی ورق پہلے ناظرین کرام پڑھ چکے ہیں۔ ایک آیت یہاں اور پڑھ لی جائے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَإِنْ تَصْذَبُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (آل عمران: ۱۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم صبر و استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو تمہارے ان دشمنوں کی چالوں (اور ان کے خفیہ واروں) سے تم کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا، (کیونکہ پھر اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ اور مددگار ہو گا) اور وہ دشمن جو کچھ کرتے ہیں (تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے جو خفیہ چالیں چلتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان سب کو جانتا ہے اور سب اس کے بس میں ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے کہ اللہ کے جو بندے صبر اور تقویٰ کی روش اختیار کریں گے ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ان کا حامی اور مددگار ہو گا اور ان کی بدخواہیوں اور بداندیشیوں سے ان کی حفاظت فرمائے گا۔

اہل تقویٰ کو ایک خوشخبری قرآن مجید یہ بھی سناتا ہے کہ موت کے وقت ان کی روح خوش و خرم ہوتی ہے اور قبض روح کے لئے جو فرشتے ان کے پاس آتے ہیں وہ ان کو پہلے سلام کر کے جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔

سورہ نحل میں اہل تقویٰ کو آخرت میں جنت اور اس کی نعمتوں اور لذتوں کی خوشخبری سنانے کے بعد فرمایا گیا ہے:

كَذَلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفَّيْهُمْ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ (النحل: ۳۱-۳۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایسی ہی جزا دے گا متقیوں کو، وہ متقی بندے جن کی روح قبض

بعض مقامات پر تقویٰ کی تعلیم و تلقین کے لئے یہ عنوان بھی اختیار فرمایا گیا ہے کہ: اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، تم کو اس کے حضور حاضر ہونا ہے۔

مثلاً سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَهُهُ تُحْشَرُونَ (البقرہ: ۲۰۳)

ترجمہ: اور ڈرو اللہ سے اور یقین جانو کہ تم سب اس کے سامنے جمع کئے جاؤ گے۔

پھر دور کوغ کے بعد اسی سورہ البقرہ میں فرمایا گیا ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلْقَوْنَ (البقرہ: ۲۲۳)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو اور یقین جانو کہ تم سب اس کے سامنے حاضر ہونے والے ہو۔

ان سب آیتوں میں تو تربیتی انداز میں تقویٰ کی تعلیم اور تلقین فرمائی گئی ہے۔ اب چند آیتیں وہ بھی پڑھ لیجئے جن میں تربیتی انداز یعنی مغفرت و رحمت اور جنت و رضائے الہی کی خوشخبریاں سناسنا کر تقویٰ پر ابھارا گیا ہے۔ سورہ نساء میں ایک موقع پر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَإِنْ تَصْذَبُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (النساء: ۱۲۹)

ترجمہ: اور اگر تم اصلاح اور تقویٰ کا رویہ اختیار کرو تو اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے، (وہ تمہارے ساتھ مغفرت اور رحمت ہی سے پیش آئے گا۔)

اور سورہ حجرات میں فرمایا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ (الحجرات: ۱۲)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو، اللہ بہت عنایت فرمانے والا اور نہایت مہربان ہے۔

اور اسی سورہ میں فرمایا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الحجرات: ۱۰)

ترجمہ: اور اللہ سے ڈرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو، تاکہ تم پر تمہارے مالک کی رحمت ہو۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کے لئے مغفرت و رحمت کے علاوہ اپنی محبت اور اپنے پیار کا بھی وعدہ فرمایا ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (آل عمران: ۷۶)

ترجمہ: ہاں جو پورا کریں عہد اور تقویٰ کا رویہ اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ ان متقی بندوں سے محبت اور پیار کرتا ہے۔

تَوَعَّدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٩﴾ إِنَّ هَذَا لِرِزْقِنَا مَالَةٌ مِنْ فَتَاكٍ ﴿٦٠﴾ (ص: ۵۴ تا ۵۹)
ترجمہ: اور یقیناً متقیوں کے لئے اچھا ٹھکانا، باغ ہیں غیر فانی، کھلے ہوئے ہیں ان کے لئے دروازے، بیٹھے ہیں ان میں تکیہ لگائے، منگاتے ہیں میوے اور ثمرات اور ان کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں، سب ایک عمر کی۔ یہ ہے وہ (انعام) جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے تم سے روز حساب کے لئے، بیشک یہ ہے ہمارا رزق جس کو کبھی بڑنا نہیں۔

قرآن مجید نے تقویٰ کی تعلیم و ترغیب اور اس کے فضائل و برکات اور اس پر دنیا اور عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور بشارتیں سننے کے ساتھ ایک نہایت اہم اعلان تقویٰ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ: بندوں کی چھوٹائی بڑائی اور ان کی پستی اور بلندی کا معیار اللہ کے نزدیک بس تقویٰ ہی ہے، پس جو تقویٰ میں جتنا اونچا اور جس قدر ممتاز ہے اللہ تعالیٰ کی نگاہ اور اس کی سرکار میں وہ اتنا ہی اونچا اور اتنا ہی ممتاز ہے۔ اور جو تقویٰ میں جتنا ناقص، جتنا پیٹا اور جتنا گھٹیا ہے وہ اللہ کی نگاہ اور اس کی سرکار میں اتنا ہی ناقص اور گھٹیا اور بے قیمت ہے۔ سورہ حجرات میں ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: اللہ کے یہاں تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تقویٰ میں بڑا ہے۔

اور اس کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ تقویٰ ہی بندے کی وہ صفت ہے جو اس کو ان معاصی اور منکرات سے روکتی ہے جن سے رکنے ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، وہی ان اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کو پیدا کرتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا وابستہ ہے۔

اللَّهُمَّ آتِ نَفُوسَنَا تَقْوَاهَا وَ زَكَّاهَا۔ اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا۔

تقویٰ کی نشانیاں اور اہل تقویٰ کے اوصاف

جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے تقویٰ دراصل دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے پھر اس کیفیت کے دل میں ہونے سے آدمی احتیاط اور پرہیز گاری کی جو زندگی گزارتا ہے، اس کو بھی تقویٰ کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کی بھی وضاحت کی گئی ہے کہ انسان کی عملی زندگی پر تقویٰ کے کیا اثرات ہوتے ہیں اور اہل تقویٰ کی خاص علامات اور نشانیاں کیا ہیں؟ چند آیتیں اس

کرتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ خوش ہوتے ہیں، کہتے ہیں: تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے سلامتی ہے (اور اس کا تمہارے لئے فرمان اور فیصلہ ہے کہ) پہنچ جاؤ اس کی تیار کی ہوئی جنت میں اپنے اعمال کے سبب سے۔
نیز قرآن مجید ہی کا بیان ہے کہ اسی طرح آخرت میں جنت کے داخلہ کے وقت بھی وہ فرشتے جو جنت کے نگران مقرر ہیں، اہل تقویٰ کا استقبال بڑے اکرام اور اعزاز سے کریں گے اور ان کو سلام کر کے اور مبارکباد دے کر اللہ کے انعامات کی بشارتوں سے ان کو شاد کریں گے۔

پڑھے سورہ زمر کے آخری رکوع کی یہ آیت:

وَسَبِّحْ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ (الزمر: ۷۳)

ترجمہ: اور لے جائے جائیں گے متقی بندے جنت کی طرف گروہ در گروہ یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے: سلام ہو تم پر، تم لوگ پاکیزہ ہو، پس داخل ہو جاؤ اس میں سدا رہنے کے لئے۔

فرشتوں کی طرف سے یہ سلامی اور مبارکباد لیتے ہوئے اللہ کے یہ متقی بندے اس جنت میں داخل ہوں گے جو اللہ نے انہی کے لئے سجائی اور بنائی ہے (أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ) اور اس وقت ان کی زبانوں پر اپنے مالک کی حمد و ثنا کا یہ ترانہ ہو گا:

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَقْنَا وَعَدَاؤُا وَ أَوْفَرْنَا الْأَرْضَ نَتَّبِعُ مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ (الزمر: ۷۴)

ترجمہ: تمام تر تعریف ہے اس خدا کے واسطے جس نے پورا کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث بنایا ہم کو اس زمین کا کہ ہم ٹھکانہ بناتے ہیں جنت میں جہاں چاہیں۔

پھر جنت میں اللہ تعالیٰ کے ان متقی بندوں کو جو نعمتیں اور جو راحتیں اور لذتیں عطا فرمائی جائیں گی، حق تو یہ ہے کہ اس دنیا میں ان کا صحیح علم بھی کسی کو نہیں ہو سکتا، تاہم ہم نے چند صفحے پہلے جو دو چار آیتیں اس مضمون کی درج کی ہیں ان سے جو کچھ اجمالی اندازہ ہو سکتا ہے، اہل ایمان میں جنت کا شوق اور اس کی طلب و ترپ پیدا کرنے کے لئے بلاشبہ وہ بھی کافی ہے۔

اس سلسلے میں سورہ ص کی یہ آیت پڑھ کر بھی اپنی ایمانی روح کو تازہ کر لیا جائے:

وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿١﴾ جَنَّاتٍ عَدْنٍ مُّفْتَحَةً لَّهُمْ الْأَبْوَابُ ﴿٢﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٣﴾ وَعِنْدَهُمْ قَصْرَاتُ الطَّرْفِ أَنْتَابٍ ﴿٤﴾ هَذَا مَا

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ راست باز اور متقی وہ لوگ ہیں جن میں تقویٰ کے یہ آثار اور یہ نشانیاں پائی جائیں، وہ ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور یوم آخرت پر اور اللہ کے فرشتوں اور اللہ کی کتابوں پر اور نبوت کے پورے سلسلے پر اور مال کی محبت اور چاہت کے باوجود اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وہ اس کو بے دریغ خرچ کرتے ہوں اپنے حاجت مند قراہت داروں پر، عام مسکینوں، یتیموں پر، ضرورت مند مسافروں اور سانکلوں پر اور اللہ کے بندوں کو قید غلامی سے آزاد کرانے پر۔ نیز وہ پوری فکر کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہوں، زبان کے سچے اور وعدے کے پکے ہوں اور اللہ کے حکم کے مطابق اور اس کی راہ میں تنگیاں اور سختیاں جھیلنے والے اور حق پر مضبوطی سے قائم رہنے والے ہوں۔

اور سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝
الَّذِينَ يُفْقُونَ فِي الضَّآءِ وَالضَّآءِ الْكَظِيمِ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا
لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (آل
عمران: ۱۳۳ تا ۱۳۵)

ترجمہ: لوگو! تیزی سے بڑھو اور دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش اور وسیع جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین جیسی ہے، وہ ان متقی بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے (جن کی سیرت یہ ہے کہ) وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں، خوشحالی میں بھی اور تنگی اور تکلیف میں بھی اور جو آپس میں اختلافات و نزاعات میں غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ ایسے نیکو کار بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اور (وہ بندے بھی متقیوں ہی میں شامل ہیں اور جنت کے وہ بھی مستحق ہیں) جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی اتفاق سے کوئی شرمناک بات ان سے سرزد ہو جاتی ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آجاتا ہے پھر وہ اس سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہتے ہیں اور کون ہے سوا اللہ کے جو بخشنے گناہوں کو؟ (اور پھر وہ اس گناہ سے باز رہتے ہیں) اور دیدہ و دانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے (اور اس کو اپنی عادت نہیں بناتے)۔

اس آیت میں اہل تقویٰ کی علامات اور صفات یہ بیان کی گئی ہیں کہ وہ خوشی اور راحت اور تکلیف و مصیبت دونوں حالتوں میں خدا کو یاد رکھتے اور اس کے احکام کے مطابق اس کی راہ میں

سلسلے کی بھی پڑھ لیجئے۔ سورہ بقرہ کے بالکل شروع ہی میں ارشاد ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ (البقرہ: ۳۱-۳۲)

ترجمہ: یہ کتاب (قرآن مجید) ہدایت ہے متقی بندوں کے واسطے (وہی اس سے نفع اٹھائیں گے، یہ متقی بندے وہ ہیں جن کا حال یہ ہے کہ) وہ بن دیکھی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور خوب اچھی طرح نماز ادا کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں بھی) خرچ کرتے ہیں۔

یہاں اہل تقویٰ کی موٹی موٹی علامتیں بیان کی گئیں ہیں۔ ایک اللہ کے رسول کی بتلائی ہوئی ان غیبی حقیقتوں کو دل سے ماننا اور ان پر ایمان لانا جن کو آدمی بطور خود نہیں جان سکتا۔ (مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، قیامت و آخرت اور جنت و دوزخ وغیرہ) دوسرے نماز اچھی طرح ادا کرنا اور تیسرے اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں خرچ کرنا۔

پس جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی جائے، سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا دل تقویٰ سے خالی ہے۔ پھر اسی سورہ بقرہ میں آگے ایک موقع پر فرمایا گیا ہے:

وَلِكِنَّ الْبِرَّ مَنَ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَىٰ الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَىٰ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْفُونَ بَعْدَهُمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّادِقِينَ فِي الْبُيُوتِ وَالصَّادِقِينَ فِي الْبُيُوتِ وَحِينَ النَّبَأِ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ: اصل نیکی کرنے والے (جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قدر و قیمت ہے) وہ بندے ہیں ایمان لائے سچے دل سے اللہ پر اور یوم آخرت پر اور ملائکہ پر اور اللہ کی کتابوں پر اور یتیموں پر اور اپنا محبوب مال انہوں نے اللہ کی محبت میں (اس کے حکم کے مطابق) دیا اپنے (صاحب حاجت) اہل قراہت کو اور عام یتیموں، مسکینوں کو اور (ضرورتمند) مسافروں اور سانکلوں کو اور (خرچ کیا) غلاموں کی رہائی میں اور اچھی طرح قائم کی انہوں نے نماز اور ادا کی زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے عہد کو جبکہ کسی سے کوئی عہد کریں اور صبر کرنے والے تنگی اور تکلیف و مصیبت کے وقت اور حق و باطل کی جنگ میں، یہی ہیں راست باز اور متقی بندے۔

لئے، ان کے لئے اللہ کی معافی ہے اور ثواب عظیم ہے۔
الغرض ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا ادب اور اسی طرح اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق و نسبت رکھنے والی ہر چیز کی تعظیم، تقویٰ کے لازمی اثرات میں سے ہے۔ جو بے ادب اور بیباک اس سے محروم ہیں ان کے دلوں کو تقویٰ کا کوئی ذرہ بھی نصیب نہیں۔ قوی کے آثار اور اہل تقویٰ کے اوصاف کے سلسلہ میں اب صرف ایک آیت اور پڑھ لیجئے! سورہ ذاریت میں اہل تقویٰ کو جنت اور نعمائے جنت کی خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۖ اخْذِينَ مَا آتَاهُمْ مِنْهُمْ رِزْقُهُمْ إِنَّهُمْ كَانَ قَلِيلٌ ذَلِكِ مُحْسِنِينَ ۖ كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۖ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۖ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۖ (الذاریت: ۱۹ تا ۲۵)

ترجمہ: یقیناً ہمارے متقی بندے بہشتی باغات میں اور خوش منظر رواں چشموں میں رہیں گے، ان کا پروردگار جو خاص نعمتیں ان کو دے گا، وہ ان کو (اپنے ہاتھوں سے) وہاں لیں گے، یہ بندے پہلے سے تھے اچھے کام کرنے والے، راتوں کو یہ تھوڑا سوتے تھے (اور زیادہ وقت نماز اور ذکر و دعا وغیرہ عبادات میں گزارتے تھے) اور سحر کے وقتوں میں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی دعائیں مانگتے تھے اور ان کے مالوں میں حصہ تھا ضرورت مند سائلوں اور مارے ہوئے آفت رسیدوں کا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کے خاص آثار میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کم سوئے اور اس کی راتوں کا زیادہ حصہ اللہ کی یاد، اس کی عبادت اور دعا و استغفار میں گزرے اور اس کے بعد بھی وہ مطمئن اور بے فکر نہ ہو بلکہ رات اس طرح گزارے کہ باوجود اپنے کو خطا کار اور قصور وار سمجھتے ہوئے سحر کے وقت اپنے اللہ سے معافی اور بخشش کا سوال کرے اور اپنی دن کی کمائی میں ضرورت مند سائلوں اور ایسے بے دست و پا بندوں کو حصے دار بنائے جو کسی مرض یا کسی اور آفت کی وجہ سے ضروریات کے محتاج ہو گئے ہوں۔

ان سب آیتوں کے جمع کرنے سے تقویٰ والی زندگی کی ایک مکمل تصویر تیار ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو تقویٰ کے نور سے منور فرمائے اور ہماری زندگیوں کو متقیوں والی زندگی بنائے اور ہمارے ساتھ چلنے والوں اور ہماری آئندہ نسلوں کو بھی تقویٰ نصیب فرمائے۔

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان: ۷۴)

اپنا کام یا ہوا روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اپنے ذاتی معاملات میں غصے کو پی جانے والے اور قصور واروں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں۔ آگے فرمایا گیا ہے کہ اور جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی شیطان کے دھوکے یا نفس کے فریب میں آکر ان سے کوئی ناشائستہ حرکت یا کوئی معصیت سرزد ہو جاتی ہے تو انہیں اللہ اور اس کا عذاب یاد آ جاتا ہے اور پھر وہ سچے دل سے اس سے معافی مانگتے ہیں اور گناہ کو وہ عادت نہیں بناتے، وہ بھی متقیوں میں شمار ہیں اور یہی آخری بات سورہ اعراف میں ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَافٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ (الاعراف: ۲۰۱)

ترجمہ: جن بندوں کے دلوں میں تقویٰ ہو تا ہے ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی شیطان کی طرف سے کوئی چو کہ ان کو لگتا ہے (اور وہ خبیث ان پر کمند ڈالتا ہے) تو فوراً ہی ان میں چونک پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی ایمانی بصیرت بیدار ہو جاتی ہے (اور پھر وہ اس کے جال سے نکل جاتے ہیں)۔

اور سورہ حج میں تقویٰ کا ایک خاص اثر یہ بتلایا گیا ہے کہ جس دل میں تقویٰ ہو گا وہ اللہ سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کا بہت ادب اور ان کی بہت تعظیم کریگا، جیسے اللہ کی کتاب، اللہ کے رسول، اللہ کی مسجدیں خاص کر خانہ کعبہ، اسی طرح اللہ کے نام اور اللہ والوں کا ادب کریگا۔ الغرض اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی تمام چیزوں کی علی فرق مراتب تعظیم اور ان کا ادب کرنا بھی تقویٰ کے خاص آثار و علامات میں سے ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج: ۳۲)

ترجمہ: اور جو بندے تعظیم کریں اللہ کے شعائر کی (یعنی اس سے خاص نسبت رکھنے والی چیزوں کی) تو ان کا یہ ادب و تعظیم کا رویہ ان کے دلوں کے تقویٰ کا نتیجہ ہے۔

اور اسی بنا پر سورہ حجرات میں بارگاہ نبوی ﷺ کا ادب کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

إِنَّ الَّذِينَ يَخُفُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِيَتَّقُوا لَهُمْ مَخْفِعًا وَآجَرَهُمْ عَظِيمًا (الحجرات: ۳)

ترجمہ: جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں (ازراہ ادب) دبی آواز سے بولتے ہیں، وہی وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے جانچ کر انتخاب کر لیا ہے تقویٰ کے

طواف کرنا۔

اور خالص مالی سے مراد وہ عبادات ہیں جو اللہ کی راہ میں صرف مال خرچ کر کے ادا کی جاتی ہیں اور ان میں کوئی خاص جسمانی عمل نہیں کرنا پڑتا۔ جیسے صدقہ و خیرات کرنا، اللہ کے لئے کوئی نذرمان کرنا، قربانی کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اور مرکب وہ عبادات ہیں جن کی ادائیگی میں جسم اور مال دونوں کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حج اور عمرہ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں جتنے پیغمبر مختلف زمانوں میں آئے اور جتنی کتابیں بھی نازل ہوئیں ان سب کے ذریعہ بندوں کو ان عبادات کا حکم دیا گیا ہے۔ زمانے کے حالات اور امتوں کے احوال کے مطابق اگرچہ عبادات کے نظام اور ان کی مقرر شکلوں میں کچھ اختلاف رہا ہے، لیکن قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبادات کا حکم اور مطالبہ ہمیشہ رہا ہے، خصوصیت سے نماز اور زکوٰۃ (یعنی اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات) ہر شریعت کے اہم اجزا رہے ہیں۔

سورۃ انبیاء میں بہت سے اگلے نبیوں کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَجَعَلْنَاهُمْ اٰیٰتٍ يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَيْنَاهُمُ الزَّكٰوةَ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِيْنَ (الانبیاء: ۷۴)

ترجمہ: اور ہم نے بنایا ان کو رہبر، وہ رہنمائی کرتے تھے (اپنی امتوں کی) ہمارے حکم سے اور ہم نے پیغام دیا ان کو نیکیوں کے کرنے کا اور (خاص کر) نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا، وہ سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔

اور سورۃ مائدہ میں بنی اسرائیل کے عہد کا ذکر فرمانے کے بعد فرمایا گیا ہے:

وَقَالَ اللّٰهُ اِلٰی مَعْكُمْ لَیْنِ اَقْبَلْتُمْ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَامْنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاْ اَکْثَرُ عَنْکُمْ سَبَابًا لَّکُمْ وَلَآ اَدْخِلْکُمْ جَنَّتٍ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ (المائدہ: ۱۲)

ترجمہ: اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ان سے) کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے قائم رکھی نماز اور دیتے رہے زکوٰۃ اور ایمان لاتے رہے تم میرے رسولوں پر (جو بعد میں میری طرف سے آئیں گے) اور (ان کی دینی جدوجہد میں) تم ان کی مدد کرتے رہے اور خدا کی راہ میں اپنی دولت اچھی طرح صرف کرتے رہے تو

خدا کی عبادت

تمام ادیان و مذاہب کا جن چند بنیادی باتوں پر اتفاق ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو خدا کی عبادت کرنی چاہئے۔ عبادت سے مراد خاص وہ اعمال ہوتے ہیں جن کو بندہ اللہ کے حضور میں اس کی رضا اور رحمت کا طالب بن کر اپنی بندگی اور سرافکندگی ظاہر کرنے کے لئے اور اپنے عمل سے اس کی معبودیت اور عظمت و کبریائی کی شہادت ادا کرنے کے لئے کرتا ہے۔ جیسے اسلام میں نماز، روزہ، حج زکوٰۃ، صدقات، ذکر، دعا، تلاوت اور قربانی وغیرہ۔ یہ سارے عبادتی اعمال بندہ صرف اس لئے کرتا ہے کہ اس کا معبود اس سے راضی ہو، اس پر رحمت فرمائے اور ان کے ذریعہ اس کی روح کو پاکیزگی اور خدا کا تقرب حاصل ہو۔

انسان کے اچھے اعمال میں صرف عبادت ہی کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا تعلق براہ راست صرف اللہ سے ہوتا ہے، یعنی عبادت صرف اس کی رضا اور رحمت حاصل کرنے اور اس کے سامنے اپنی بندگی کے اظہار اور رشتہ عبودیت کو استوار کرنے ہی کے لئے کی جاتی ہے اور مٹی سے بننے والے اور گندہ پانی کے ناپاک قطرہ سے پیدا ہونے والے انسان کو اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا وہ تقرب، وہ رابطہ اور وہ حضوری حاصل ہوتی ہے جو دراصل ساکنین ملاء اعلیٰ کا حصہ ہے۔ اسی لئے تمام ادیان نے اپنے ماننے والوں سے خدا کی عبادت کا مطالبہ کیا ہے اور اس کو انسان کا مقدس ترین عمل قرار دیا ہے۔

عبادت کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں:

خالص جسمانی، خالص مالی، یا دونوں سے مرکب۔

خالص جسمانی وہ عبادات ہیں جن میں روپیہ خرچ نہیں ہوتا بلکہ ان کا تعلق صرف انسان کے جسم سے ہوتا ہے۔ جیسے اللہ کے حضور میں سجدہ کرنا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، اللہ کے گھر کا

حاصل کرنے کے قابل بنیں۔ اس تمہید کے بعد قرآن مجید کی چند وہ آیتیں پڑھئے جن میں ہم کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔

سورہ حج میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ إِذْ كُنْتُمْ وَاغْلُظُوا الْخَبَرَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (الحج: ۷۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے لئے رکوع کرو اور سجدہ کرو (یعنی نماز پڑھو) اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

اس آیت میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ عبادت کا حکم صرف بندوں کی بھلائی کے لئے دیا گیا ہے، خدا کو ان کی عبادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاذْكُرُوا مَعَ الرُّكُوعِ (البقرہ: ۴۳)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ پھر اسی سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوا عِنْدَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (البقرہ: ۱۱۰)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو نیکی بھی اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو خدا کے پاس پالو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو دیکھتا ہے۔

اور سورہ ابراہیم میں ارشاد ہے:

قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ بِيَوْمِهِمْ يَوْمَهُ لَا يَنفَعُ فِيهِ وَلَا خَلٌّ (ابراہیم: ۳۱)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) میرے بندے جو ایمان لے آئے ہیں ان کو پیغام دیجئے کہ وہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور سے یا علانیہ طور سے (جیسا موقع ہو، ہماری راہ میں) خرچ کریں (اور نیکی کے یہ سارے کام قیامت کے) اس دن کے آنے سے پہلے کر لیں جس دن نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی۔

یعنی اس دن نیک اعمال ہی پر نجات کا دار و مدار ہو گا اور نیک عمل اگر بندہ خود اپنے ساتھ نہیں لے گیا ہے تو نہ وہاں کہیں سے خرید سکے گا نہ کوئی ایسا دوست وہاں ہو گا جو اس کو اپنے نیک اعمال بخش دے۔ لہذا بندوں کو چاہئے کہ جو وقت ملا ہو اسے اس کو غنیمت سمجھیں اور نماز اور صدقہ و خیرات وغیرہ عبادت کا ذخیرہ جمع کر کے اپنی نجات کا سامان کریں۔

(تمہارے ان نیک اعمال کی وجہ سے) ضرور بالضرور مٹا دوں گا تمہارے گناہوں کو (یعنی وہ معاف کر دیئے جائیں گے) اور بساؤں گا تمہیں ان جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

اور سورہ بینہ میں اہل کتاب کے اختلاف و انکار کا ذکر کر کے فرمایا گیا ہے:

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا لَعْنَةُ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ لَهُ الدِّينُ حَقًّا وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ (البینہ: ۵)

ترجمہ: اور ان کو صرف یہی حکم تو دیا گیا تھا کہ وہ عبادت اور بندگی کریں اللہ کی پورے اخلاص کے ساتھ صرف اسی کے بندے ہو کر اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ اور (وہ بھی جانتے ہیں کہ) یہی دینِ قیَم ہے (جس کی دعوت اللہ کے سب پیغمبروں نے دی ہے)۔

بہر حال قرآن مجید نے جا بجا یہ بتایا ہے کہ عبادت دین کا اہم رکن ہے اور پیغمبروں کے ذریعہ ہر امت سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ اللہ کو ہماری عبادت کی کوئی ضرورت ہے یا اس کی شان میں ہماری عبادت سے کوئی اضافہ ہوتا ہے یا ہمارے رکوع و سجدے اور ہمارے صدقہ و خیرات سے اس کو کوئی نفع پہونچتا ہے، بلکہ صرف اس لئے بندوں کو عبادت کا حکم دیا گیا ہے کہ عبادت ہی کے ذریعہ ہمارے رُوحوں کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور اپنے مالک و معبود سے ہمارا رابطہ قائم ہوتا ہے۔

سورہ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے چند باتوں کی خاص نصیحت اور تاکید فرمائی گئی ہے اور اس نصیحت کو ان لفظوں پر ختم کیا گیا ہے:

وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتَيْنِ الزَّكَاةَ وَاطَّعْنِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّهُ لَمُؤْتِي الدِّينِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اور (اے نبی کی گھر والیو!) اچھی طرح ادا کرتی رہو نماز اور دینی رہو زکوٰۃ اور فرمانبرداری کرتی رہو اللہ و رسول کے سب احکام کی۔ (اس نصیحت اور ان احکام سے) اللہ تعالیٰ کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر قسم کی آلائش اور گندگی دور ہو اور تم کو کامل طور سے پاک کر دیا جائے۔

الغرض عبادت کا حکم اگلی امتوں کو بھی اس لئے دیا گیا تھا اور ہم کو بھی اسی لئے دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ بندوں کی رُوحوں کو پاکیزگی حاصل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا مقام

ان عبادت خانوں میں (جن کا اوپر ذکر ہوا) اس (اللہ) کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں صبح و شام وہ بندے (جن کے تعلق باللہ کا حال یہ ہے) کہ ان کو غافل نہیں کر سکتا کوئی تجارتی مشغلہ اور نہ کوئی خرید و فروخت کا کام اللہ کی یاد سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے، وہ بندے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اس دن کی فکر سے جس میں کہ الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ ان کے بہترین اعمال کا اور مزید عطا فرمائے ان کو اپنے فضل خاص سے اور اللہ تعالیٰ دے گا جس کو چاہے گا بے حساب۔

اور سورہ توبہ میں ایک جگہ ان بندوں کا ذکر فرماتے ہوئے جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کا خاص وعدہ ہے، ان کے خاص اوصاف یہ بیان فرمائے گئے ہیں:

الَّذِينَ يُؤْتُونَ الْعِلْمَ وَالْحَدِيثَ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الْأُمُورَ بِالْغُرُوفِ
وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفَظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (التوبہ: ۱۱۲)

ترجمہ: وہ توبہ کرنے والے ہیں، عبادت گزار ہیں، اللہ کی حمد کرنے والے ہیں، روزے رکھنے والے ہیں، رکوع سجود کرنے والے یعنی نمازیں پڑھنے والے ہیں، اچھے کاموں کے لئے کہنے والے اور برائیوں سے منع کرنے والے ہیں اور اللہ کی باندھی ہوئی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اے رسول! (ان صفات کے رکھنے والے) مومنین کو آپ (ہماری رحمت اور جنت) کی خوشخبری سنا دیجئے۔

اور سورہ مومنون میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ (المومنون: ۱-۴)

ترجمہ: یقیناً فلاح پائی ان ایمان والوں نے (اور اپنی مراد کو پہنچ کر وہ کامیاب ہو گئے) جو اپنی نمازیں خشوع کی صفت کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں اور جو لغو و فضول باتوں اور مشغلوں سے کنارہ کش رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں۔

اس کے بعد ان کی پاک دامنی اور امانت داری وغیرہ بعض اخلاقی محاسن کا ذکر فرما کر آخر

میں ارشاد فرمایا:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْإِبْرَاهِيمَ دُؤَسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (المومنون: ۱۰-۱۱)

اس کے بعد چند وہ آیتیں پڑھیں جن میں عبادت گزار بندوں کو بشارتیں سنائی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے پیار و محبت سے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ سورہ حج میں ایک جگہ ارشاد ہے:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمُ
وَالصَّابِرِينَ الصَّلَاةَ وَنَمَازَهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ (الحج: ۳۴-۳۵)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) بشارت دیجئے اور خوشخبری سنائیے ہمارے ان نیاز شعار اور عبادت گزار بندوں کو جن کا حال یہ ہے کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا تو خوش فزودہ ہو جاتے ہیں ان کے دل اور جو صبر کرتے ہیں اس پر جو ان پر پڑتی ہے اور جو قائم کرنے والے ہیں نماز کے اور ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا ہے۔

اور سورہ رعد میں ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً
وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنَّتٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ
صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۝
سَلَامٌ عَلَيْهِمْ بِمَا صَبَرُوا فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (الرعد: ۲۲-۲۴)

ترجمہ: اور ہمارے جن بندوں نے اپنے نفس کو تھامے رکھا (اس کی بری خواہشوں سے) اپنے رب کی رضا جوئی میں اور قائم کی انہوں نے نماز اور خرچ کیا انہوں نے اس میں سے جو ہم نے ان کو دیا تھا (موقع کے مطابق) پوشیدہ اور علانیہ اور کرتے ہیں وہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی، ان بندوں کے لئے آخرت کا اچھا گھر ہے، باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں رہیں گے اور ان کے ساتھ ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں گے اور فرشتے آئیں گے ان کے پاس ہر دروازہ سے اور کہیں گے سلام ہو تم پر اے اللہ کے بند وابدلہ اس کا جو تم نے صبر کیا، خوب ہے اور مبارک ہے تمہارا آخرت کا یہ گھر۔

اور سورہ نور میں ارشاد ہے:

يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
إِقَامِ الصَّلَاةَ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةَ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهِمْ
اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۝ وَاللَّهُ يَزِدُّكَ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(النور: ۳۶-۳۸)

ترجمہ: ہمارے یہ بندے راتوں میں بہت کم سوتے تھے (بلکہ رات کے بڑے حصہ میں عبادت کرتے تھے) اور رات اس طرح گزار کے (سحر کے اوقات میں مغفرت چاہتے اور معافی مانگتے تھے اور ان کے مالوں میں ایسے لوگوں کا حق تھا جو (ضرورت سے مجبور ہو کر) سوال کرتے تھے، یا جن پر کوئی آفت آپڑتی تھی۔

اس سلسلہ میں ایک آیت سورہ احزاب کی اور پڑھ لیجئے! ارشاد ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالصَّالِحِينَ وَالصَّالِحَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ و رسول کا حکم ماننے والے مرد اور ماننے والی عورتیں اور دل سے ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سدا بچ بولنے والے مرد اور بچ بولنے والی عورتیں اور نفس کی غلط خواہشوں کے مقابلہ میں اللہ کے حکم پر مضبوطی سے جھرمٹنے والے مرد اور جھرمٹنے والی عورتیں اور عاجزی و مسکنت اختیار کرنے والے مرد اور اسی صفت کی عورتیں اور صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شر مگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور ایسے ہی اس کو یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے ان سب بندوں اور بندویوں کے لئے رکھی ہے خاص بخشش اور بڑا اجر۔

یہ چند آیتیں اس کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہیں کہ قرآن مجید نے خدا کی عبادت پر کتنا زور دیا ہے اور عبادت کے ذریعہ بندہ کیا کچھ پا سکتا ہے۔ قرآن مجید کی بعض آیتوں میں خصوصیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عبادت یا کثرت عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں سے بھی دو چار آیتیں یہاں پڑھ لیجئے۔

سورہ حج میں ارشاد ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ۝ (الحج: ۹۸-۹۹)

ترجمہ: یہی وراثت پانے والے ہیں جو وراثت پائیں گے جنت الفردوس کی، وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اور سورہ فاطر میں ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورًا ۝ لِيُؤْتِيَهُمُ أَجْرَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ (الفاطر: ۲۹-۳۰)

ترجمہ: جن بندوں کا حال یہ ہے کہ وہ پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور قائم کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں ہمارا دیا ہوا پوشیدہ اور اعلانیہ، وہ امید رکھتے ہیں ایسی سوداگری کی جس میں ہرگز ٹوٹا نہیں، ان کا انجام یہ ہے کہ پورا دے گا اللہ ان کو ان کا ثواب اور مزید بخش دے گا ان کو اپنے خاص فضل سے، وہ اللہ بہت بخشنے والا ہے اور اپنے بندوں کی عبادت گزاری اور نیک کرداری کی بڑی قدر فرمانے والا ہے۔

اور سورہ سجدہ میں ان ہی عبادت گزار بندوں کے متعلق ارشاد ہے:

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدہ: ۱۶-۱۷)

ترجمہ: ان کی کروٹیں اپنی خوابگاہوں سے الگ رہتی ہیں (یعنی جب سونے والے آرام سے میٹھی نیند سوتے ہیں تو ہمارے یہ خاص عبادت گزار بندے بستروں سے الگ ہماری عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔) اس کے عذاب کے خوف سے اور اس کی رحمت کی طمع میں اس سے دعاں کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں، پس کوئی نفس نہیں جانتا ان کی آنکھ کی ٹھنڈک کے ان سامانوں کو جو ان بندوں کے لئے چھپا کے رکھے گئے ہیں بدلہ میں ان کے اچھے اعمال کے جوہر کرتے ہیں۔

سورہ ذاریت میں ایسے ہی بندوں کو جنت اور اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص نعمتیں عطا فرمائے جانے کا ذکر کرنے کے بعد ان کا حال خود اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الْآلِ مَا يَهْجَعُونَ ۝ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ (الذاریت: ۱۷-۱۹)

صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیا کیجئے اور اس کو یاد کیا کیجئے اور رات میں اس کے حضور سجدے کیا کیجئے اور اس کی تسبیح کیجئے رات کے بڑے حصے میں۔

ان آیتوں میں لفظوں کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ دن میں بھی اور خصوصیت سے صبح و شام اور رات کے اوقات میں آپ نماز اور اللہ کی حمد و تسبیح میں زیادہ مشغول رہا کریں۔

ان آیتوں میں بظاہر خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہی حکم بالواسطہ اور ثانوی درجہ میں آپ کی امت کو بھی ہے۔ آخر میں سورہ کوثر اس سلسلہ میں اور پڑھ لیجئے:

إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَىكَ الْكَوْثَرَ ۚ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۚ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۚ (الکوثرہ: ۳ تا ۱)

ترجمہ: ہم نے آپ کو عطا کیا کوثر، پس آپ نماز پڑھئے اپنے پروردگار کے لئے اور قربانی کیجئے، بلاشبہ آپ کے دشمن ہی بے نام و نشان ہوں گے۔

اس سورہ میں یہ اشارہ کھلا ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت (نماز و قربانی) دنیا میں بھی سرفرازی دلاتی ہے بشرطیکہ حقیقی نماز اور حقیقی قربانی ہو، نماز اور قربانی کی صرف صورت نہ ہو۔

ترجمہ: آپ اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہئے اور اس کے حضور میں سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیے اور موت کی گھڑی تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے۔

اور سورہ طہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَفْعُلُونَ وَنَبِّحْ بِحَنَدٍ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْحَمُونَ (طہ: ۱۳۰)

ترجمہ: یہ منکر لوگ جو تکلیف دہ باتیں کرتے رہتے ہیں، آپ ان پر صبر کیجئے اور اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کرتے رہئے، صبح کو طلوع آفتاب سے پہلے اور شام کو غروب آفتاب سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں بھی خدا کی تسبیح کیجئے اور دن کے حصوں میں بھی، شاید کہ آپ راضی ہوں۔

چونکہ نماز میں خاص عنصر اللہ کی حمد و تسبیح ہے یہاں تک کہ قیام، قعود، رکوع، سجدہ، غرض نماز کا کوئی حصہ بھی حمد و تسبیح سے خالی نہیں، اس لئے قرآن مجید کی بعض آیات میں حمد و تسبیح ہی کے عنوان سے نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ اے پیغمبر! آپ صبح و شام اور دن و رات کے مختلف حصوں میں نماز پڑھنے کا اپنا طریقہ جاری رکھئے اور امید رکھئے کہ آپ کی دن رات کی اس عبادت گزاری کے وہ نتائج دنیا اور آخرت میں ظاہر ہوں گے کہ آپ کا جی خوش ہو جائے گا۔

اور سورہ مزمل میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ۖ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۖ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۖ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۖ رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۖ (المزمل: ۴ تا ۱)

ترجمہ: اے کمبل پوش! کھڑے ہو اگر وہ (ہمارے حضور میں) رات کو (یعنی رات کو نماز میں مشغول رہا کرو) سوائے تھوڑے سے حصہ کے (یعنی رات کو بس تھوڑے سے حصہ میں آرام کر لیا کرو) آدھی رات (نماز میں گزارا کرو) یا اس میں سے تھوڑا کم کر دیا اس پر اضافہ کر لو اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھا کرو۔

سورہ دہر میں فرمایا گیا:

وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۚ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَنَسِجْهُ لَبًا طَيِّبًا ۚ (الدھر: ۲۵ تا ۲۶)

● ”کوثر“ کے اصل معنی خیر کثیر کے ہیں، اس کے وسیع مفہوم میں دنیا اور آخرت کی وہ ساری نعمتیں داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں، یا آپ کو عطا فرمائی جانے والی ہیں۔ میدان قیامت کا حوض کوثر اور جنت کی نہر کوثر جن کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے، وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

ما تحتوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی طرح سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَقُضِيَ رِبْكَ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاكَ وَالْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِنَّمَا يُنْفَعُ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا
أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آيٌ وَلَا تُنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ (بنی اسرائیل: ۲۲۳-۲۲۴)

ترجمہ: اور تیرے رب نے حتمی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت اور
بندگی نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں
تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو ”اف“ بھی نہ کہو اور ان سے خفگی کی
بات نہ کرو اور ان سے ادب و تمیز سے بولو اور خاکساری و نیاز مندی کے ساتھ ان کی
اطاعت کرو اور ان کے حق میں خدا سے اس طرح دعا کرتے رہو کہ اے پروردگار!
تو میرے ماں باپ پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے
پالا، پرورش کی۔

اسی سلسلہ بیان میں ایک آیت کے بعد ارشاد ہے:

وَإِذَا الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّبِيلَ وَالْأَسْرَىٰ وَتَذَرُ الْوَيْدِيَّ ۚ (بنی اسرائیل: ۲۶)

ترجمہ: اور اپنے قربت داروں کا حق ادا کرو اور مسکینوں اور پردیسیوں، مسافروں کو
بھی ان کا حق دو اور اللہ کا دیا ہوا مال فضولیات میں مت اڑاؤ۔

اور سورہ روم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَإِذَا الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّبِيلَ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۚ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (الروم: ۳۸)

ترجمہ: پس ادا کرو قربت داروں کو ان کا حق اور (اسی طرح دو) مسکینوں حاجت
مندوں کو اور پردیسیوں مسافروں کو (جو ان کا حق ہے)۔ یہی (طریقہ) بہتر ہے ان
بندوں کے لئے جو اللہ کو چاہتے ہیں (یعنی اس کی رضامندی کے طالب ہیں) اور یہی
بندے فلاح یاب ہونے والے ہیں۔

مذکورہ بالا آیتوں میں ہمدردی اور اعانت کے مستحق کمزور طبقوں میں سے یتیموں، مسکینوں
غلاموں، ماتحتوں اور مسافروں پردیسیوں کا ذکر آیا ہے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور
ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کی اعانت و خدمت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ بعض دوسری

بندوں کی خدمت اور حسن سلوک

قرآن مجید جس طرح خدا کے متعلق صحیح عقیدہ رکھنے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری
اور اس کی عبادت کرنے کی زور و قوت کے ساتھ دعوت و تعلیم دیتا ہے، اسی طرح وہ بندوں کے
حقوق ادا کرنے اور علی قدر مراتب ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی بھی سخت
تاکید کرتا ہے، بلکہ اس میں بہت سے مقامات پر تو ان دونوں مطالبوں کو ایک ہی سلسلہ بیان
میں ایسے انداز سے ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے حقوق اور ان کے
ساتھ حسن سلوک کا مطالبہ بھی گویا توحید اور خدا کی عبادت کے مطالبہ کی طرح قرآن مجید کے او
لین اور بنیادی مطالبات میں سے ہے۔

مثلاً سورہ نساء میں ارشاد ہے:

وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۚ بِالْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ وَالْيَتَامَىٰ
وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (النساء: ۳۶)

ترجمہ: اور عبادت کرو اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے
ساتھ نیکی کرو اور دوسرے قربت داروں کے ساتھ بھی (اچھا سلوک کرو) اور
(اسی طرح) یتیموں، مسکینوں کے ساتھ بھی اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی جو
اجنبی ہوں (جن سے کوئی رشتہ ناتانہ ہو صرف پڑوس کا تعلق ہو) اور ان کے ساتھ
بھی (اچھا سلوک کرو) جن کا کہیں سنگ ساتھ ہو اور مسافروں پردیسیوں کے ساتھ
اور ان کے ساتھ جو تمہارے قبضہ میں اور تمہارے زیر دست ہوں۔

اس آیت میں خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے ماں باپ اور پھر قربت
داروں اور ہر طرح کے پڑوسیوں، سنگ ساتھ والوں اور یتیموں مسکینوں اور پردیسیوں اور

وَإِنْ جَاهِلَكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِكَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطْعِمُهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا
مَعْرُوفًا (لقمان: ۱۵)

ترجمہ: اور اگر تمہارے ماں باپ تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ (یعنی اللہ کے ساتھ) کسی ایسی ہستی کو شریک کرو جس کا تمہیں علم اور پتہ نہیں ہے (بلکہ وہ بالکل بے حقیقت، محض فرضی اور وہی ہے، جیسے مشرکوں کے سارے معبودوں کا حال ہے) تو تم انکی یہ بات تو نہ مانو (لیکن اس کے باوجود) تم دنیا میں ان کے ساتھ اچھا معاملہ اور برتاؤ جاری رکھو (اور ان کی خدمت کرتے رہو)۔

اہل و عیال

ماں باپ کے بعد انسان کا سب سے بڑا تعلق بیوی بچوں سے ہوتا ہے اور انسانوں کی یہ فطرت ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو آرام ہی سے رکھنا چاہتے ہیں بلکہ اس بارے میں تو بہت سے لوگ اپنی حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ اس لئے قرآن مجید میں اس پر زیادہ زور نہیں دیا گیا ہے کہ اہل و عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور ان کا حق ادا کیا جائے۔

البتہ چونکہ بہت سے لوگوں سے اہل و عیال کی دینی اصلاح و تربیت کے بارے میں کوتاہی ہو جاتی ہے، اس لئے قرآن مجید نے اہل و عیال کے اس حق کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے کہ ان کو دیندار بنانے کی اور اللہ کی رضا کے راستے پر چلانے کی اسی طرح فکر اور کوشش کی جائے جس طرح کہ ہر صاحب ایمان کو اپنی جان و دوزخ سے بچانے کی فکر کرنی چاہئے۔ سورہ تحریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا
مَلَائِكَةٌ غِلَظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (التحریم: ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس (عذاب دینے کے لئے) وہ فرشتے مقرر ہیں جو بڑے سخت دل (بنائے گئے ہیں) اور بڑے مضبوط ہیں، اللہ نے ان کو جو حکم دے دیا ہے وہ (ذرا بھی) اس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور جس کام کے لئے وہ مامور کئے گئے ہیں وہ اس کو پورا پورا انجام دیں گے۔

البتہ بیویوں کے معاملہ میں چونکہ بہت سوں سے کوتاہیاں ہو جاتی ہیں اس لئے ان کے

آیتوں میں اسیروں یعنی قیدیوں کے لئے بھی اسی قسم کی خدمت کی ترغیب دی گئی ہے۔ سورہ دہر میں جنتیوں کے وہ اوصاف اور اعمال بیان کرتے ہوئے جن کے بدلہ میں ان کو جنت اور جنت کی نعمتیں ملیں گی، ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِمْ مُسْكِنِينَ وَبَيْنَهُمَا أَسِيرًا (الدھر: ۸)

ترجمہ: وہ بندگان خدا کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت کی بنا پر مسکینوں کو اور یتیموں کو اور قیدیوں کو۔

ان کمزور طبقوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے سلسلہ میں قرآن مجید کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جو بچہ باپ کی سرپرستی سے محروم ہو کر یتیم ہو گیا ہو، اس سے شفقت کا برتاؤ کرو اور جو کوئی بچہ راہ لاپرواہی سے مجبور ہو کر تم سے سوال کرے اس کے ساتھ رحم دلی اور نرمی کا معاملہ کرو، اس کو کبھی نہ جھڑکو۔ ارشاد ہے:

فَإِذَا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۖ وَإِذَا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۖ (النحی: ۹-۱۰)

ترجمہ: پس جو یتیم ہو اسے مت ڈانٹو، مت دباؤ اور بچاؤ مارے مانگنے والے کو مت جھڑکو۔

یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں میں والدین اور دوسرے اعزہ و اقارب اور یتیمی و مساکین اور مسافرین و سائلین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اعانت و خدمت کرنے کی جو تعلیم دی گئی ہے، اس میں مسلم اور غیر مسلم کی بھی تفریق نہیں ہے۔ اگر بالفرض کسی مسلمان کے والدین یا اہل قرابت غیر مسلم ہوں یا اس کے سامنے کوئی غیر مسلم یتیم یا غیر مسلم مسکین یا غیر مسلم سائل یا غیر مسلم ضرورت مند پر دیسی آئے تو قرآن مجید کا حکم اس مسلمان کو ان سب کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے کا اور اپنی استطاعت کے بقدر ان کی خدمت کرنے کا ہے۔

خاص کروالدین کے بارے میں تو قرآن مجید میں یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ بالفرض مشرک ہوں اور وہ اپنی مسلمان اولاد پر زور ڈالیں کہ وہ بھی اسلام اور توحید کو چھوڑ کر کفر و شرک اختیار کر لے تو مسلمان اولاد کا فرض ہے کہ ان کی یہ بات تو نہ مانے یعنی ان کے کہنے سے اسلام اور توحید کو تو نہ چھوڑے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ ہی کرتا رہے۔

سورہ لقمان میں اولاد پر والدین کا حق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

مسکینوں، اسیروں وغیرہ کمزور طبقوں کے حقوق اور ان کی خدمت و حسن سلوک کے بارے میں قرآن مجید کی تعلیم و تاکید آپ پڑھ چکے۔ اب دیکھئے کہ عام انسانوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں قرآن مجید کی تعلیم کیا ہے۔

اس سلسلہ میں اولاً تو قرآن مجید نے جا بجا یہ واضح کر کے کہ سارے انسان ایک ہی مکرم و محترم جوڑے (حضرت آدم و حوا علیہما السلام) کی اولاد ہیں، پوری انسانی برادری کو اپنی اصل و فطرت کے لحاظ سے قابل احترام بنادیا ہے، پھر دوسری تمام مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو جو خاص علمی و عملی صلاحیتیں اور طاقتیں بخشی گئی ہیں جن کے ذریعہ وہ اس پوری کائنات کو استعمال کر رہا ہے، اس کو بھی قرآن مجید میں پوری نسل انسانی کے لئے ایک خداوندی شرف و اعزاز بتایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوُجُوهِ (بنی اسرائیل: ۷۰)

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو ایک شرف و اعزاز بخشا اور اس دنیا کے بحر و بر پر اس کو قابض اور متصرف بنادیا۔

اس فطری اور تکوینی شرف و اعزاز کے علاوہ قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ وہ سب انسانوں سے اچھی بات کریں:

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ: ۸۳)

ترجمہ: اور سب لوگوں سے اچھی بات کہو۔

اسی طرح علی الاطلاق سب کے ساتھ انصاف اور احسان کا حکم دیا گیا، ایمان والوں کو سنایا گیا کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل: ۹۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف کرنے کا اور احسان کرنے کا (سب کے ساتھ)۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:

وَاحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرہ: ۱۹۵)

ترجمہ: اور اچھا سلوک کرو (سب کے ساتھ)، اللہ اچھا سلوک کرنے والوں سے

محبت کرتا ہے۔

حتیٰ کہ اگر کوئی تمہارا دشمن ہو اور تمہارے ساتھ برائی سے پیش آتا ہو تو اس کے حق میں بھی قرآن مجید کا حکم ہے کہ جہاں تک ہو سکے تم اس کے ساتھ اچھا ہی معاملہ کرو اور اس کی بدی

ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں قرآن مجید نے خاص تاکید فرمائی ہے۔

سورہ بقرہ ہی میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَلَكُمْ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِأَنْتُمْ عَرُوفٌ (البقرہ: ۲۸۸)

ترجمہ: اور عورتوں کے مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے کہ مردوں کے حقوق

عورتوں پر ہیں دستور کے مطابق۔

اور سورہ نساء میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَعَلَيْكُمْ مِثْلُ مَا عَلَيْكُمْ (النساء: ۱۹)

ترجمہ: اور ان کے ساتھ (یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ) دستور کے مطابق اچھے

طریقے پر گزر بسر کرو۔

اگر اللہ کے کسی بندے کے بیوی بچے بد مزاجی یا بے دینی کی وجہ سے اس کے خلاف اور اسکو دکھ دینے والے ہوں اور اسکو ان کی طرف سے خطر ہو، تو قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ وہ انکے شر سے تو اپنے کو بچاتا رہے اور ان کی طرف سے ہوشیار رہے لیکن جہاں تک گنجائش ہو، انتقام اور سختی کی کوئی کاروائی نہ کرے، بلکہ معاف کرے اور نظر انداز کرتا رہے، انشاء اللہ یہ طرز عمل انکی اصلاح کا بھی باعث ہوگا۔

سورہ تغابن میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ أَرْزَاكُمْ عَنْ وَلَدِكُمْ فَأَحْذَرُوا لَهُمْ وَإِنْ تَعَفَّوْا

تَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (التغابن: ۱۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور تمہاری بعض اولاد تمہاری دشمن ہیں

پس تم ان کے شر سے بچتے رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخشو تو

(تمہارے لئے بہتر اور خوش انجام ہوگا) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے

والا ہے۔

عام انسانوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک

بندوں کے حقوق کے سلسلہ میں ماں باپ، اہل و عیال، عزیزوں، پڑوسیوں اور یتیموں،

ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔ ارشاد ہے اور کس قدر زور اور تاکید کے ساتھ ارشاد ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ اَلَّا تَعْدِلُوْا اَعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ: ۸)

ترجمہ: اور کسی قوم کی دشمنی ہر گز تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ بے انصافی کر بیٹھو، تم (دشمنوں کے ساتھ بھی) پورا پورا انصاف کرو، یہی قرین تقویٰ ہے۔

الغرض قرآن مجید میں جس طرح خدا کی عبادت اور اپنے ماں باپ اور اعزہ اقارب کی خدمت اور یتیموں، مسکینوں، حاجت مندوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے اسی طرح عام انسانوں حتیٰ کہ اپنے دشمنوں اور بدخواہوں کے ساتھ بھی انصاف اور حسن معاملت کی تاکید کی گئی ہے۔

اسلامی برادری کے خاص حقوق

قرآن مجید نے خون اور نسب کے رشتوں کی طرح ایمان اور اسلام کو بھی ایک اہم اور مقدس روحانی رشتہ قرار دیا ہے۔ اس رشتہ کی رو سے ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بتایا ہے۔ ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات: ۱۰)

ترجمہ: سارے مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

پھر اس روحانی اور ایمانی رشتہ کی وجہ سے ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کے کچھ خاص حقوق عائد کئے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان میں باہم شفقت اور ترحم ہو اور آپس میں ان کا معاملہ نرمی اور فروتنی کا ہو، ہر ایک دوسرے کا خیر خواہ، خدمت گزار اور نیاز مند ہو۔ چنانچہ ایک جگہ اہل ایمان کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ:

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفقہ: ۲۹)

ترجمہ: وہ آپس میں ترحم اور شفقت کا معاملہ کرنے والے ہیں۔

اور دوسری جگہ ان کا حال یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

اِذْلَلُّوْا عَلٰی النَّوْمِنِيْنَ (المائدہ: ۵۴)

ترجمہ: برادران ایمانی کے سامنے وہ نیاز مند اور اپنے کو نیچا رکھنے والے ہیں۔

اور جو چیزیں تعلقات کو خراب کرنے والی اور دلوں میں کدورت پیدا کرنے والی ہو سکتی

کا جواب بھی نیکی ہی سے دو۔ ارشاد فرمایا:

لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِذْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ (تم سجدہ: ۳۴)

ترجمہ: اچھا رویہ اور برا رویہ برابر نہیں (بلکہ اچھا رویہ نیکی ہے اور برا رویہ بدی ہے، لہذا تم کو چاہئے کہ) برائی کا جواب بھی تم نیکی ہی سے دو۔ دوسری جگہ فرمایا گیا:

اِذْفَعْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةِ تَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ (المومنون: ۹۶)

ترجمہ: تم برائی کا جواب بھی اچھے رویہ سے دو، ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ وہ (تمہارے متعلق) کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے جو نیک بندے بدی کا جواب بھی نیکی سے دیں اور برائی کرنے والوں کے ساتھ بھی اچھائی کریں وہ دوسرے ثواب اور دوسرے انعام کے مستحق ہیں۔ فرمایا گیا:

اُولٰٓئِكَ يُؤْتُوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (القصص: ۵۴)

ترجمہ: اللہ کے ان بندوں کو دوسرا اجر و ثواب دیا جائے گا، ان کے صبر کرنے کی وجہ سے اور بدی کا جواب نیکی سے دینے کی وجہ سے۔

عام انسانوں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کے بارے میں قرآنی تعلیم کی روح کو کچھ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اپنی فریب کاریوں اور خیانت کارانہ معاہدوں کے ذریعہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکا دیا کرتے تھے، ان کے بارے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا:

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِنْهُمْ فَاَعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

الْمُحْسِنِيْنَ (المائدہ: ۱۳)

ترجمہ: اور آپ پر برابر ان کی خیانتوں کے راز فاش ہوتے رہیں گے اور سوا چند کے ان کی دھوکہ بازیاں آئے دن آپ کے علم میں آتی رہیں گی پھر بھی آپ ان کو معاف کر دیا کریں اور ان کے قصور سے درگزر کیا کریں، دوسروں پر احسان کرنے والے بندے اللہ کو پیارے ہیں۔

اور یہ تو قرآن مجید کا عام منشور ہے جس کا ہر مسلمان مخاطب و مکلف ہے کہ بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ بھی پورا انصاف کیا جائے اور کسی کی عداوت اور دشمنی کی وجہ سے اس کا حق

اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔

مسلمانوں کے باہمی حقوق کے سلسلہ میں قرآن مجید نے ایک رہنمائی یہ بھی کی ہے کہ ہر مسلمان اپنی اچھی دعاؤں میں سب مسلمان بھائیوں کو بھی شریک کیا کرے۔ قرآن مجید کی تعلیم فرمائی ہوئی اکثر دعاؤں میں جمع کے صیغوں کے استعمال کا یہ بھی ایک سبب ہے۔ قرآن مجید کی ایسی بیسیوں دعاؤں میں صرف دو چار دعائیں یہاں بھی پڑھ لیجئے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ: ۲۰۱)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! دے ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی اور بچا ہمیں آخرت کے عذاب سے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران: ۸)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! نہ پھیر ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور دے ہمیں رحمت اپنے پاس سے، بیشک تو ہی عطا فرمانے والا ہے۔

رَبَّنَا آتِنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (المومنون: ۱۶)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے پس تو ہمارے گناہ بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچا۔

رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ (المومنون: ۱۰۹)

ترجمہ: اے پروردگار! ہمارے ایمان لے آئے، پس تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو سب مہربانوں سے بہتر اور بالاتر ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (الحشر: ۱۰)

اے ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما اور ان سب بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ہم سے آگے گئے ایمان کے ساتھ اور نہ کر ہمارے دلوں میں کدورت ایمان والوں کے ساتھ، اے پروردگار! یقیناً تو بڑا مہربان اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

ہیں، قرآن مجید نے مسلمانوں کے لئے سختی سے ان کی ممانعت فرمادی۔ مثلاً کسی کے ساتھ تمسخر کرنا، اس کا مذاق بنانا، ہنسی اڑانا، اس کو عیب لگانا، کسی برے اور مکروہ نام سے اس کو یاد کرنا، پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا، یا اس کے عیوب کا تجسس کرنا یا صرف قیاس و خیال کی بنا پر اور اسی طرح بغیر تحقیق کے کسی افواہی شہرت کی بنیاد پر کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا اور اس کے خلاف رائے قائم کر لینا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن میں لوگ زیادہ احتیاط نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ ان باتوں سے دلوں میں رنجش اور کدورت پیدا ہوتی ہے اور تعلقات میں خرابی پڑتی ہے اس لئے قرآن مجید میں صراحت اور تاکید کے ساتھ حکم دیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ہر گز ایسا نہ کرے اور اس معاملہ میں پوری احتیاط برتے۔ ارشاد فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْبِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأَسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيَحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ۝ (الحجرات: ۱۲-۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ تو مردوں کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، کیا عجب ہے کہ (جن لوگوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اللہ کے نزدیک) وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور اسی طرح نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، کیا عجب ہے کہ ان (مذاق اڑانے والیوں) سے وہی بہتر ہوں اور تم آپس میں ایک دوسرے کو عیب بھی نہ لگاؤ، اور نہ برے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا (ہی) بُرا ہے اور جو لوگ (اس تنبیہ کے بعد بھی ان حرکتوں سے) باز نہ آئیں وہ بڑے ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیونکہ بعضے گمان بالکل گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے عیوب کا تجسس نہ کرو، (اس کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ لگو) اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے؟ کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اور تمہیں اس سے کراہت اور گھن آئے اور اللہ سے ڈرو، بیشک

صدموں، تکلیفوں اور ناگوار یوں کو برداشت کرنا اور ناموافق حالات میں بھی حق اور سچائی پر مضبوطی سے جے رہنا اور نیکی کے راستے پر چلتے رہنا صبر ہے۔

صبر کی اس حقیقت کو ذہن میں رکھ کر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتیں پڑھئے! سب سے پہلے سورہ بقرہ کی یہ آیت پڑھئے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرہ: ۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! (مشکلوں اور تکلیفوں میں) صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ (یہ بات ناقابل شک اور بالکل یقینی ہے) کہ اللہ (اور اس کی پوری مدد) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صبر سے مدد حاصل کرنے کا مطلب سورہ اعراف کی ان آیتوں سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے جن میں مذکور ہے کہ جب فرعون اور اس کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کے سارے لڑکے قتل کئے جائیں اور لڑکیاں اور عورتیں باقی رکھی جائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو تلقین فرمائی:

اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (الاعراف: ۱۲۸)

ترجمہ: اللہ ہی سے مدد طلب کرو اور صبر کو اپنا شعار بناؤ (یعنی مضبوطی سے حق پر جے رہنے کا فیصلہ کر لو اور کمر کس لو، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کیا کر کے دکھاتا ہے۔) ملک کا حقیقی مالک اللہ ہی ہے، وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے ملک کا وارث بنا دیتا ہے۔

اس کے بعد سورہ آل عمران کی آخری آیت پڑھئے جو گویا اس عظیم سورت کے دفتر ہدایت کا حرف آخر ہے۔ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران: ۲۰۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر سے کام لو، ایک دوسرے کو صبر پر آمادہ کرو اور (راہ خدا میں جدوجہد کے لئے) مستعد اور کمر بستہ رہو اور اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ،) امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ حق اور نیکی کے راستے پر چلتے ہوئے جب اس کو مسلسل مصائب اور نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں اور اپنی قربانیوں کا کوئی پھل وہ نہیں دیکھتا تو

اخلاقِ حسنہ

اخلاقِ حسنہ کی دعوت و تعلیم بھی قرآن مجید کا خاص الخاص موضوع ہے اور یہ بات صرف عقیدت مندانہ نہیں بلکہ خالص علمی اور تحقیقی بات بھی ہے کہ اخلاق کے بارے میں قرآن مجید کی تعلیم اتنی مکمل، اتنی جامع، ایسی معتدل اور انسانی فطرت کے اس قدر مطابق ہے کہ اگر انسان اس پر عامل ہو جائے اور اپنی زندگی کے اخلاقی پہلو کو قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم و ہدایت کا پابند بنالے تو وہ اس زمین پر انسان کی صورت میں رحمت کا ایک فرشتہ ہو گا۔ اس کا مکمل نمونہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مشہور ارشاد ہے:

”کان خلقه القرآن“ (آپ کے اخلاق وہی تھے جو قرآن مجید کی تعلیم ہے۔)

قرآنی دعوت و تعلیم کا یہ باب اتنا وسیع ہے کہ بلا مبالغہ ایک ضخیم کتاب اس باب پر لکھی جاسکتی ہے اس لئے یہاں اس کے خاص خاص ہی عنوانات پر مختصر کچھ لکھا جائے گا۔

صبر

قرآن مجید نے جن اخلاق پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور مختلف عنوانوں سے اور مختلف پیرایوں میں جن کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے، ان میں صبر کا خاص مقام ہے۔

لیکن ہماری اردو زبان میں صبر کے معنے بڑے محدود ہو گئے ہیں، سمجھا جاتا ہے کہ صبر کا مطلب بس یہ ہے کہ موت اور بیماری اور فقر و تنگدستی جیسی مصیبتوں کو اس طرح سہہ لیا جائے کہ شور و فغاں اور شکوہ و شکایت کا اظہار نہ ہو اور کوئی ظالم اگر ظلم کرے تو اس کا انتقام نہ لیا جائے اور نہ نالہ و فریاد کی جائے۔ مگر قرآن کی زبان میں صبر کے معنے اس سے بہت زیادہ وسیع اور عمیق ہیں۔ مختصر الفاظ میں اس کی حقیقت کو کچھ اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ: ”کسی عظیم اور مقدس مقصد کے لئے (مثلاً اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے ثواب کے لئے یا دنیا میں نیکی پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے کے لئے یا دوسروں کی خدمت اور راحت رسانی کے لئے)

اللہ تعالیٰ سے صبر و ثبات اور فتح و نصرت کی دعا مانگی اور عرض کیا:

رَبَّنَا آفِرْ عَمَّنَا صَبْرًا وَثَبَّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (البقرة: ۲۵۰)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں صبر سے سرشار کر دے اور ہمارے قدم جمادے اور اس کافر گروہ پر فتح حاصل کرنے میں ہماری مدد فرما۔

پھر اس معرکہ کا انجام قرآن مجید میں اس دعا کے بعد ہی متصلاً ان الفاظ میں بیان فرمایا

کیا ہے کہ:

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرة: ۲۵۱)

ترجمہ: پھر یہ ہوا کہ اللہ کی مدد اور اس کے حکم سے ایمان رکھنے والے اس قلیل التعداد گروہ نے دشمن کی کثیر التعداد فوج کو شکست دے دی۔

اس پوری روداد سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ بندہ خود عزم و ہمت سے کام لے اور پورے اخلاص و الحاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق اور اس کا فیضان مانگے۔ جو بندہ ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی دولت اور طاقت عطا فرمائے گا۔

صبر والوں کا انجام اور مقام

اگرچہ مندرجہ بالا اکثر آیتوں میں بھی صبر کے حکم اور اس کی تلقین کے ساتھ اس کے اجر اور اس کی خوش انجامیوں کی طرف اشارات موجود ہیں تاہم دو تین آیتیں خاص صبر کے اجر و انجام ہی کے متعلق اور بھی پڑھ لیجئے۔

سورہ مد میں ایک جگہ ان بندوں کے خاص اوصاف و اخلاق کا ذکر کیا گیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص انعام ہو گا، اس سلسلہ بیان میں ان بندوں کا ایک خاص حال یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ (الرعد: ۲۲)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی رضا طلبی میں (ہر قسم کی ناگوار یوں اور سختیوں پر)

صبر کیا۔

پھر ان کا آخری انجام بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَالسَّلَامَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ۖ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَىٰ

اس میں مایوسی آتی ہے اور اس کی ہمت ٹوٹنے لگتی ہے۔ ایسے موقعوں کے لئے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (هود: ۱۱۵)

ترجمہ: اور صبر کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا (دیر سویر ان کی نیکو کاری کا صلہ ضرور ملے گا)۔

اور سورہ نحل میں صبر کے حکم کے ساتھ یہ بھی واضح فرمادیا گیا ہے کہ صبر کی صفت وہ دولت عظمیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق ہی سے نصیب ہو سکتی ہے۔ ارشاد ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ (النحل: ۱۲۷)

ترجمہ: اور صبر اختیار کرو اور (یاد رکھو کہ) تمہارا صبر کرنا بھی اللہ ہی کی مدد اور توفیق سے ہو گا۔

اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق بندہ کیسے حاصل کرے؟ اس کا جواب قرآن مجید ہی سے یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عزم و ارادہ کی جو طاقت بندہ کی فطرت میں ودیعت رکھی ہے وہ ایک طرف تو اس سے کام لے یعنی مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں ثابت قدم رہنے کا ارادہ کرے اور اس کے لئے اپنی خداداد ہمت کو استعمال کرے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے صبر اور ثابت قدمی کی دعا کرے۔

سورہ بقرہ میں اگلے دور کی ایک جماعت مجاہدین کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا سابقہ ایک بڑے طاقتور اور جزا ر فوج رکھنے والے دشمن (جالوت) سے پڑا تو کچھ کمزور دل اور کمزور ایمان رکھنے والے تو جالوت اور اس کے لشکروں کو دیکھتے ہی ہمت ہار بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ ان سے ٹکر لینے کی ہم میں طاقت نہیں (لا طاقت لنا اليوم بجالوت وجنوده) لیکن جن کے دلوں میں ایمان کی طاقت تھی انہوں نے کہا کہ فتح و شکست کا تعلق صرف قلت و کثرت ہی سے نہیں بلکہ تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں کہ:

كَمْ مِّنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئْتَهُ كَثِيرَةً بِلَاذْنِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (البقرة: ۲۳۹)

ترجمہ: قلیل تعداد رکھنے والے کتنے ہی گروہ اپنے مقابل کے کثیر التعداد گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مدد سے غالب ہوئے ہیں اور اللہ اور اس کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

بہر حال قرآن مجید کا بیان ہے کہ اللہ کے ان بندوں نے اپنے دلوں کو مضبوط کیا اور پھر

دل کی سچائی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا نفاق اور کوئی دغا و فریب نہ ہو اور عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو عقیدہ اور قول ہو وہی عمل بھی ہو اور ظاہر و باطن میں پوری یکسانیت ہو۔ جن بندوں کا یہ حال ہو وہی قرآن مجید کی اصطلاح میں صادق ہیں اور اگر اس صفت میں کامل ہوں تو صدیق ہیں اور قرآن مجید کی دعوت و تعلیم یہ ہے کہ آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور ایسوں ہی کے ساتھ رہنا چاہئے تاکہ ”صحبت صالح تر اصالح کنند“ کے فطری اصول پر ان کی ہم رنگی نصیب ہو۔ سورہ توبہ میں ارشاد فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبہ: ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

صدق اور سچائی کے معنی کی اس وسعت پر سورہ بقرہ کی ان آیات سے بھی روشنی پڑتی ہے جن میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں اور اصلی نیکی انہی کی نیکی ہے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت اور دوسرے ایمانی حقائق پر ایمان ہو اور اس ایمان کی وجہ سے وہ اپنا کمایا ہوا مال اللہ تعالیٰ کے حاجت مند بندوں، یتیموں، مسکینوں وغیرہ پر صرف کرتے ہوں اور عہد کے پورا کرنے والے اور حق و صداقت کی راہ میں پڑنے والی مصیبتوں اور تکلیفوں کو صبر و ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرنے والے ہوں۔ ان بندوں کے یہ تمام اوصاف بیان فرمانے کے بعد آخر میں فرمایا گیا ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ: یہی بندے ہیں جو سچے ہیں اور یہی ہیں متقی پرہیزگار۔

اسی طرح سورہ حجرات میں فرمایا گیا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَنْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات: ۱۵)

ترجمہ: اصل مومن بندے تو بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کیا اور اللہ کے راستے میں اپنے جان و مال

سے پوری جدوجہد کی، بس یہی بندے ہیں سچے۔

اور اسی وجہ سے کہ صدق اور سچائی کے معنی میں دل کی اور عمل کی سچائی بھی شامل ہے۔ سورہ احزاب کی ایک آیت میں صادقین کے مقابلہ میں منافقین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

الذَّارِطِينَ (الرعد: ۲۳ تا ۲۴)

ترجمہ: اور وہاں (جنت میں) ان کے گھر کے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس ان کے اکرام کے لئے آئیں گے اور کہیں گے کہ سلام ہو تم پر بہ سبب اس کے کہ تم نے دنیا میں صبر کو اپنا شعار بنایا، کیا ہی اچھا ہے یہ عاقبت کا ٹھکانا۔ اور سورہ آل عمران میں جنتی بندوں کے اوصاف و اخلاق بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے ان کی صفت صبر ہی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ (آل عمران: ۱۷)

ترجمہ: صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والے۔

اسی طرح سورہ احزاب میں جہاں مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان کے ایمانی اوصاف و اخلاق کی بنا پر مغفرت و رحمت کی بشارت سنائی گئی ہے وہاں بھی صبر کی صفت کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔

اس کے بعد اسی قسم کی ان چند اور اخلاقی صفات بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے:

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں اور بند یوں کے لئے مغفرت (کا فیصلہ فرمایا

ہے) اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔

ان ہی چند آیات سے سمجھا جاسکتا ہے کہ قرآنی دعوت و تعلیم میں صبر کا کیا مقام ہے اور صابرین کے لئے دنیا اور آخرت ہی میں کیسی خوش انجامیوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے۔

سچائی اور راست بازی

قرآن مجید سے جن اخلاق کی بہت زیادہ اہمیت اور فضیلت معلوم ہوتی ہے ان میں سے ایک سچائی اور راست بازی بھی ہے۔ پھر قرآن مجید ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صداقت و سچائی کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ زبان سے غلط اور خلاف واقعہ بات نہ کہی جائے اور سچ بولا جائے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں دل کی سچائی اور عمل کی سچائی بھی شامل ہے۔

پھر اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں صدق اور سچائی کو اللہ تعالیٰ کی بھی صفت بتایا گیا ہے بلکہ فرمایا گیا ہے کہ وہ سب سے بڑا سچا ہے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (النساء: ۱۲۲)

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ کون سچا ہو سکتا ہے قول میں؟ (کوئی بھی نہیں)

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (النساء: ۸۷)

ترجمہ: اور کون اللہ سے زیادہ سچا ہو سکتا ہے بات میں؟ (کوئی بھی نہیں)

صدق اور سچائی کی صفت کی یہ عظمت اور اہمیت معلوم ہو جانے کے بعد خود ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس صفت کا کتنا بڑا درجہ ہے اور اس کا کیسا عظیم صلہ ملنے والا ہے، تاہم قرآن مجید کی چند آیتیں اس سلسلے میں بھی پڑھ لیجئے۔

ابھی صبر کے بیان میں سورہ آل عمران کی وہ آیت ذکر کی جا چکی ہے جس میں جنتی بندوں کے اوصاف و اخلاق بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے ان کی صفت صبر اور صدق ہی کا ذکر کیا گیا ہے:

الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقُنُوتِينَ (آل عمران: ۱۸)

ترجمہ: صبر کرنے والے، سچے اور راست باز اور اللہ کے فرمانبردار بندے۔

اور سورہ احزاب میں صاحب ایمان بندوں اور بندیوں کے لئے جن صفات پر اللہ کی خاص مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی ہے، ان میں ایمان و اسلام اور اللہ کی فرمانبرداری کے بعد سب سے پہلے ان کی صفت صداقت اور سچائی ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنُوتِينَ وَالْقَنُوتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: اسلام و ایمان لانے والے بندے اور بندیاں اور اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے بندے اور بندیاں اور صدق و سچائی کی صفت رکھنے والے بندے اور بندیاں۔ آگے ان کے چند اوصاف بیان فرمانے کے بعد ان کو بشارت سنائی گئی ہے کہ:

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت (کا فیصلہ فرمایا ہے) اور اجر عظیم تیار کر کے رکھا ہے۔

اور سورہ مائدہ کے آخری رکوع میں قیامت کے دن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے:

لِيَجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ إِنْ شَاءَ (الاحزاب: ۲۴)

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا عوض اور صلہ دے اور سزا دے منافقین کو اگر چاہے۔

صدق و سچائی کے یہ معنی اور اس کی یہ وسعت اور گہرائی معلوم ہونے کے بعد خود بخود یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جن بندوں کو ایمان کے ساتھ صدق و سچائی کی یہ صفت پوری طرح نصیب ہو، وہ اللہ کے کامل ترین بندے ہیں اور نبیوں کے سوا ان سے اونچا مقام کسی کا نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں اہل ایمان کے ان چار طبقوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب اور مقبولیت و محبوبیت کا خاص مقام حاصل ہے اور جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے وہاں نبیوں کے بعد دوسرے نمبر پر صدیقین ہی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (النساء: ۶۹)

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کریں پس وہ (جنت میں) اللہ کے ان خاص بندوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کی خصوصی نوازش ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ بڑے ہی اچھے ساتھی ہیں۔

صداقت و صدیقیت کی صفت کی بلند مقامی کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ ﷺ جیسے جلیل القدر پیغمبر کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ ان میں صدیقیت کی صفت موجود تھی۔ سورہ مریم میں ارشاد ہوا ہے:

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ كَانَ صَدِيقًا نَبِيًّا (مریم: ۴۱)

ترجمہ: اور اس کتاب میں ابراہیم کا حال ذکر کرو، وہ تھے صدیق، نبی۔

اسی طرح اسی سورہ مریم کے اس سے اگلے رکوع میں حضرت اور یس علیہ السلام کے متعلق بھی بالکل یہی الفاظ فرمائے گئے ہیں اور اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کی شان میں بھی بڑے سے بڑا تعریفی کلمہ قرآن مجید یہ میں فرمایا گیا ہے: ”أُمُّهُ صَدِيقَةٌ“ (حضرت مسیح ﷺ کی والدہ مریم علیہا السلام ”صدیقہ“ تھیں)

نیز قرآن مجید کا بیان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانہ کے اس ساتھی نے جو ان سے بہت متاثر اور ان کا بڑا معتقد ہو گیا تھا، اُن کو صدیق ہی کی صفت سے پکارا اور کہا:

”يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ“ (اے بڑے صادق و راست باز یوسف!)

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل: ۳۴)

ترجمہ: عہد کو پورا کرو، یقیناً عہد کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ پگچھ ہوگی۔
وفائے عہد کی اس صریح دعوت و تعلیم اور اس طرح کے سیدھے اور براہ راست مطالبے کے علاوہ اس کی ترغیب قرآن مجید میں اس طرح بھی دی گئی ہے کہ عہد کے پورا کرنے والوں کو جہاں جنت کی اور اخروی فوز و فلاح کی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی بشارت سنائی گئی ہے۔
سورہ بقرہ کے بانیسویں رکوع کی اُن آیات کا تذکرہ ابھی اوپر صدق کے بیان میں ہو چکا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے نیک اور متقی بندوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ وہاں ایک خاص وصف ان کا یہ بھی بیان ہوا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ بَعْدَهُمْ إِذَا عَاهَدُوا (البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ: اور وہ بندے جو پورا کرنے والے ہیں اپنا عہد جب وہ عہد کریں۔
اسی طرح سورہ مومنون کے شروع میں جہاں فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف و اخلاق بیان کئے گئے ہیں وہاں ایک خاص وصف ان کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِمَنْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رُءُوفٌ (المومنون: ۸)

ترجمہ: اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں۔
اور سورہ معارج میں جہاں جنتی مسلمانوں کے اوصاف کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے وہاں بھی ان کی اس صفت کو بالکل انہیں الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ (المعارج: ۳۲)
قرآن مجید نے وفائے عہد کی عظمت کو ایک دوسرے انداز میں اس طرح بھی ظاہر کیا ہے کہ اس کو حق تعالیٰ کی صفت بتایا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَنْ أَؤْتَىٰ بَعْدَهُ مِنَ اللَّهِ (التوبہ: ۱۱۱)

ترجمہ: اور اللہ سے زیادہ کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے؟
اور دوسری جگہ منیٰ انداز میں فرمایا:

وَعَدَ اللَّهُ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ (الروم: ۶)

ترجمہ: اللہ کا وعدہ ہوا ہے، اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔
اور ایک اور جگہ تاکید کے صیغہ کے ساتھ فرمایا گیا ہے:

وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ (الحج: ۴۷)

ترجمہ: اور اللہ ہر گز وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَكْبَارًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (المائدہ: ۱۱۹)

ترجمہ: یہ وہ دن ہے کہ نفع دے گا صادقین یعنی سچوں کو ان کا صدق اور ان کی راست بازی، ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کا اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے خوش، یہ بڑی عظیم الشان کامیابی ہے۔

قرآن مجید نے صادقین کو مغفرت و جنت اور اجر عظیم اور رضائے الہی کی یہ روح پرور بشارتیں سن کر دراصل ایک خاص انداز سے صدق و سچائی کی نہایت مؤثر دعوت اور دلکش ترغیب دی ہے۔

وفائے عہد

عہد کا پورا کرنا بھی دراصل صدق اور سچائی ہی کی ایک خاص شکل ہے بلکہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر تو اس کے لئے صدق ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سورہ احزاب میں ارشاد ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۲۳)

ایمان والوں میں کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس میں وہ سچے اترے۔

اس آیت میں وفائے عہد کو صدق ہی کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ صدق ہی کی ایک خاص قسم ہے۔ لیکن قرآن مجید میں چونکہ اس کا مطالبہ وفائے عہد اور وفائے عقد کے مستقل عنوان سے کیا گیا ہے اس لئے ہم نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اس سلسلہ کے قرآن مجید کے ارشادات کو مستقل عنوان کے ذیل میں ذکر کریں۔

سورہ مائدہ کی سب سے پہلی آیت جس سے یہ سورت شروع ہوتی ہے سنئے! ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ (المائدہ: ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے جو عہد، معاہدے اور جو معاملے ہوں ان کو پورا کرو۔

اور سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا ہے:

ہے کہ امانتیں ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والوں کو فلاح یاب اور جنتی بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ مؤمنون اور سورہ معارج کے پہلے رکوع میں فلاح پانے والوں اور جنت میں جانے والوں کے اوصاف ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِنَتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رُغْوَنَ (المؤمنون: ۸، المعارج: ۳۲)

ترجمہ: اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اس وصف امانت کی عظمت کو اس طرح بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کو اللہ کے مقدس رسولوں اور اس کے مقرب ترین فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کی خاص صفت بتایا گیا ہے۔ سورہ شعراء میں متعدد پیغمبروں کے تذکرے میں فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی امانتوں سے کہا:

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا عَمَلَكُمْ (الشعراء: ۷۰، ۱۰۸)

ترجمہ: میں تمہارے لئے اللہ کا امانت دار پیغمبر ہوں، (میرا خاص پیغام یہ ہے کہ)

اللہ سے ڈرو اور میرے لئے ہوئے احکام کی فرمانبرداری کرو۔

اور قرآن مجید کے بارے میں اسی سورہ شعراء میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

نَزَّلَ بِهِ الْوَحْيَ الْأَمِينُ (الشعراء: ۱۹۳)

ترجمہ: لے کر اترتا ہے اس کو روح الامین (یعنی اللہ کا خاص امانت دار فرشتہ جبرائیل علیہ السلام)۔ پس اللہ کے جن بندوں کی یہ چاہت اور آرزو ہو کہ اللہ کے نبیوں اور رسولوں اور اس کے مقرب فرشتوں سے ان کو کوئی نسبت حاصل ہو اور ان کے پاکیزہ اوصاف اور اخلاق میں ان کا کوئی حصہ ہو تو انہیں چاہئے کہ وہ امانت کے وصف کو اپنائیں اور جس کا جو حق ان کے ذمہ ہو اور جو ان کی ڈیوٹی ہو اس کو پوری امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ ادا کریں۔

عدل و انصاف

قرآن مجید کی دعوت و تعلیم میں جن اخلاقی اور معاشرتی امور پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، ان میں ایک عدل و انصاف بھی ہے۔ یہ بھی دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص قسم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ بلا رعایت وہ معاملہ کیا جائے اور اس کے بارے میں وہ خدا لگتی بات کہی جائے جس کا وہ واقعہ میں مستحق ہے۔ اسی عدل و انصاف پر دنیا کا نظام قائم ہے۔ جس قوم اور جس سماج میں عدل و انصاف نہ ہو وہ خدا کی رحمت سے محروم رہے گی اور دنیا میں بھی اس کا انجام بہت ہی برا ہو گا۔ قرآن مجید نے اپنی دعوت و تعلیم میں عدل

اور ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيثَاقَ (الرعد: ۳۱)

ترجمہ: یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا، جو اس کا وعدہ

ہے ضرور پورا ہو گا۔

ان آیتوں کا مفاد یہی ہے کہ وفائے عہد اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، وہ اپنے ہر عہد اور ہر وعدہ کا پورا کرنے والا ہے، ظاہر ہے کہ اس میں بندوں کے لئے اس کی کس قدر موثر اور دلکش ترغیب ہے کہ وہ بھی عہد کو پورا کیا کریں اور عہد شکنی سے بچیں۔

امانت

امانت بھی دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص شکل ہے۔ اردو محاورہ میں تو اس کا مطلب صرف اتنا ہی سمجھا جاتا ہے کہ کسی نے جو چیز کسی کے پاس رکھ دی ہو اس میں کوئی خیانت اور کوئی بددیانتی نہ کی جائے اور اس شخص کے مطالبہ پر یا پوں ہی وہ جوں کی توں واپس کر دی جائے اور یہ بھی بلاشبہ ایک اخلاقی نیک ہے۔ لیکن عربی زبان اور خاص کر قرآنی محاورہ میں امانت کا مفہوم اس سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تمام حقوق و فرائض کا دیانت داری کے ساتھ ادا کرنا، ہر قابل لحاظ بات کا لحاظ رکھنا اس میں داخل ہے۔ امانت کے مفہوم کی اس وسعت کو ذہن میں رکھ کر اس کے متعلق قرآن مجید کی آیات پڑھئے! سورہ نساء میں ارشاد ہوا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (النساء: ۵۸)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ (تمہارے پاس اور تمہارے ذمہ) جن

کی امانتیں ہیں ان کو امانتیں ادا کرو۔

پس اس آیت کی رو سے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اس کے پاس کسی شخص کی کوئی بھی امانت ہو یا کسی کامی یا غیر مالی کوئی حق ہو تو اس کو پوری دیانت داری کے ساتھ ادا کرے اور اس کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی اور خیانت نہ کرے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کسی معاملہ میں اس سے مشورہ لے تو پوری خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے۔ اسی طرح اگر کسی کا کوئی راز معلوم ہو جائے تو اس کو بھی امانت ہی سمجھے اور اس کو افشاء نہ کرے۔ الغرض ادائے امانت کے اس قرآنی حکم میں اس طرح کی تمام صورتیں داخل ہیں۔

نیز قرآن مجید میں ادائے امانت کے اس حکم کے علاوہ اس کی ترغیب اس طرح بھی دی گئی

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل: ۹۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف کا اور اچھا سلوک کرنے کا۔

اور سورہ انعام میں جہاں اللہ تعالیٰ کے اہم اوامر و نواہی کو یکجا بیان کیا گیا ہے وہاں بھی عدل و انصاف کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (الانعام: ۱۵۲)

ترجمہ: جب (کسی نزاعی معاملہ میں) تمہیں کچھ کہنا یا فیصلہ دینا ہو تو پورا انصاف کرو، اگرچہ (فریق معاملہ) تمہارا کوئی قربت دار ہو۔

سورہ نساء کی ایک آیت میں اور زیادہ وضاحت و تفصیل سے فرمایا گیا ہے کہ ایمان والوں کا فرض ہے کہ وہ بے لاگ انصاف کرنے والے اور خدا کے لئے سچی گواہی دینے والے بنیں اگرچہ اس سے خود ان کو ایمان کے مال باپ یا اور قربت داروں کو نقصان پہنچے۔ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۚ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلَوَّا أَوْ تَعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (النساء: ۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہو جاؤ خوب انصاف پر قائم رہنے والے اور انصاف کے حامی اور اللہ کے لئے سچی گواہی دینے والے اگرچہ (وہ انصاف اور وہ گواہی) تمہارے ہی خلاف پڑے یا تمہارے مال باپ اور دوسرے اقرباء کے خلاف پڑے، اگر فریق معاملہ دولت مند ہیں یا محتاج (دونوں صورتوں میں) اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے، پس تم انصاف کرنے میں اپنے نفس کی خواہش کی پیروی نہ کرو، اگر تم (کسی کی قربت یا میری غریبی کے لحاظ سے فیصلے میں یا گواہی میں) لاگ لپیٹ یا ایچ پیج کی بات کرو گے یا خدا لگتی بات کہنے سے پہلو تہی کرو گے تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح خبر دار ہے۔

عدل و انصاف کے حکم کے بارے میں یہ آیت کتنی جامع اور کیسی محکم اور واضح ہے، فرمایا گیا ہے کہ معاملات میں عدل و انصاف کو اور سچی خدا لگتی بات کہنے کو اپنا اصول اور نصب العین بنالو اور پوری دیانت داری اور للہیت کے ساتھ اس فرض کو ادا کرو، خواہ اس سے خود تم کو یا تمہارے اعضاء و اقرباء کو کتنا ہی نقصان پہنچے لیکن اللہ کے مقابلہ میں سچائی اور انصاف کے معاملہ میں کسی کی جانب داری نہ کرو، نہ کسی امیری کی امیری کی وجہ سے اس کی طرف داری کرو اور نہ کسی

وانصاف کو جو خاص درجہ اور مقام دیا ہے اس کا اندازہ سورہ حدید کی ایک آیت سے لگایا جاسکتا ہے۔ ارشاد ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحديد: ۲۵)

ترجمہ: ہم نے اپنے رسول بھیجے کھلے کھلے احکام دے کر اور اوتاریں ہم نے ان کے ساتھ (ہدایت کی) کتابیں اور عدل و انصاف کا فرمان، تاکہ لوگ اپنے معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیں۔

اس آیت میں ”المیزان“ سے مراد عدل و انصاف کے احکام و قوانین ہیں، اس بنا پر آیت کا مفاد یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ساتھ جس طرح مختلف صحیفے اتارے اسی طرح عدل و انصاف کے فرامین اور احکام و قوانین بھی اتارے تاکہ اس کے بندے ان صحیفوں کی روشنی میں اس کی بندگی کے راستے پر چلیں اور عدل و انصاف کے فرامین کی رہنمائی میں آپس میں عدل و انصاف کا برتاؤ کریں۔ الغرض اس آیت میں ”المیزان“ یعنی عدل و انصاف کا ذکر جس طرح ”الکتاب“ کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور قرآن مجید کی دعوت و تعلیم میں عدل و انصاف کی کتنی غیر معمولی اہمیت ہے۔

قرآن میں ایک دوسری جگہ بھی اللہ کی کتاب کے ساتھ عدل و انصاف کے ایک فرمان کا ذکر اسی طرح کیا گیا ہے۔ سورہ شوریٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے:

وَقُلْ أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (الشوری: ۱۵)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) آپ (ان یہودیوں اور عیسائیوں سے) کہہ دیجئے کہ میں ایمان لایا ہوں اس مقدس کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے اور مجھے اس کا فرمان ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہمارا بھی مالک و رب ہے اور تمہارا بھی۔

اس آیت میں بھی عدل و انصاف کے فرمان کا ذکر جس طرح ایمان بالکتاب کے ساتھ کیا گیا ہے وہ قرآن مجید کے اشارہ شناسوں کو یہ سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ قرآنی دعوت و تعلیم میں عدل و انصاف کی کتنی اہمیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ سورہ فحل میں جہاں ایمان والوں کو بہت سے اہم اخلاقی احکام دیئے گئے ہیں وہاں سب سے پہلا حکم انصاف ہی کا دیا گیا ہے۔ وہ رکوع شروع ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے:

سماحت و سخاوت

جن اخلاقی نیکیوں پر قرآن مجید میں خاص طور سے زور دیا گیا ہے ان میں سے ایک سماحت و سخاوت بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو جو دولت و قوت اور جو نعمت اس دنیا میں دی ہے وہ اس سے صرف خود ہی فائدہ نہ اٹھائے بلکہ اللہ کے دوسرے بندوں پر بھی اس کو خرچ کرے اور اس سے ان کو فائدہ پہنچائے۔ اس کا دائرہ ظاہر ہے کہ بہت وسیع ہے اور ہندو گان خدا کی خدمت و اعانت کی تمام صورتیں اس عنوان کے تحت آجاتی ہیں۔ دوسرے ضرورت مندوں پر اپنی دولت خرچ کرنا، اپنے علم و فن اور اپنی قابلیت سے ان کی کوئی خدمت کرنا خود تکلیف اٹھانے کے کام کر دینا اور جس مدد کے وہ محتاج ہوں اپنے وسائل سے ان کی وہ مدد کر دینا، یہ سب شکلیں سماحت و سخاوت ہی کی شاخیں ہیں اور قرآن مجید نے اس کو بنیادی نیکی قرار دے کر مختلف عنوانوں سے اس کی ترغیب دی ہے۔ سورہ بقرہ کے پہلے ہی رکوع میں (جس کو قرآن مجید کا تہمدی حصہ کہنا صحیح ہے) قرآنی ہدایت سے فائدہ اٹھا کر فلاح یاب ہونے والے گروہ کے جو بنیادی اوصاف ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

وَمَا زَرَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (البقرہ: ۳)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے (ہماری راہ میں دوسرے بندوں پر بھی) خرچ کرتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ مال و دولت کے علاوہ جو خداداد قوت و طاقت، قابلیت اور محنت وغیرہ اللہ کے بندوں کی نفع رسانی کے لئے خرچ کی جائے، وہ سب بھی اس میں داخل ہے۔ پھر اسی سورہ بقرہ کے آخری حصہ میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمْ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ (البقرہ: ۲۵۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں دوسروں پر بھی) خرچ کرو قبل اس کے کہ (قیامت کا) وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی نہ کسی یار کی یاری اور نہ کسی کی سفارش کام آئے گی۔

اور تین رکوع کے بعد اسی سورہ بقرہ میں راہ خدا میں اپنی دولت و طاقت وغیرہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی نافعیت اور اس کے اجر و ثواب کے بارے میں فرمایا گیا:

غریب کی غربت و ناداری پر ترس کھا کر اس کی بیجا حمایت کرو، انصاف اور سچائی سب سے مقدم ہے، غریبوں کی غربت کو بھی اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ دیکھنے والا ہے اور وہی سب کا حقیقی والی اور کار ساز ہے۔ آخر میں یہ بھی فرمایا کہ کسی ایک فریق کی یادوں فریقوں کی ناراضگی سے بچنے کے لئے بات لگی لپٹی اور اونچ نیچ والی بھی نہ کہی جائے اور فیصلہ اور گواہی سے پہلو تہی بھی نہ کی جائے، یہ دونوں باتیں بھی عدل و انصاف کے خلاف اور گناہ ہیں۔

آخر میں ایک آیت سورہ مائدہ کی اور پڑھ لیجئے جس میں عدل و انصاف کے حکم کے ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی گئی ہے کہ اگر کچھ لوگ تمہارے دشمن اور بدخواہ ہوں تب بھی ان کے ساتھ تم انصاف ہی کرو۔ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَقْسَمِينَ لَكُمْ شُهَدَاءُ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ عَلَىٰ آلَا تَعْدِلُوا إِنْ عَدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (المائدہ: ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہو جاؤ کھڑے ہونے والے، اللہ کے لئے کہنے والے عدل و انصاف کے ساتھ خدا لگتی بات اور لوگوں کی عداوت و بدخواہی تم کو اس گناہ کے ارتکاب پر آمادہ نہ کرے (یعنی کسی کی دشمنی سے متاثر ہو کر تم ایسے نہ ہو جاؤ) کہ ان کے ساتھ بے انصافی کرنے لگو، (تم ہر حال میں) انصاف ہی کرتے رہو، یہی طر ز عمل قرین تقویٰ ہے۔

اوپر کی آیتوں میں یہ تاکید فرمائی گئی تھی کہ اپنے ذاتی نفع و نقصان کے خیال سے یارشتہ اور قربت کی وجہ سے یا کسی کی امیری کے لحاظ سے یا کسی کی غربت پر ترس کھا کر اسے نفع پہنچانے کی نیت سے کوئی بے انصافی اور جانبداری نہ کی جائے اور بات سچی اور خدا لگتی کہی جائے۔

اب سورہ مائدہ کی اس آیت میں یہ فرمایا گیا کہ کسی دشمن کی دشمنی کی وجہ سے بھی اس کے ساتھ بے انصافی نہ کی جائے بلکہ اس کی دشمنی اور بدخواہی کے باوجود معاملات میں اس کے ساتھ پورا انصاف کیا جائے اور کسی معاملہ میں اگر وہ برسر حق ہو تو اس کی حمایت کی جائے اور اس کے حق میں فیصلہ دیا جائے۔ یہ ہے قرآن مجید کی دعوت و تعلیم عدل و انصاف کے باب میں۔

کاش! اگر مسلمانوں میں یہی ایک بات موجود ہوتی تو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کا انتظام آج بھی انہی کے ہاتھوں میں دیتا اور مصیبت زدہ دنیا انہی کو سربراہی کے لئے منتخب کرتی۔

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا (الزلزلہ: ۲۰)

ترجمہ: اور اللہ کو اچھا قرض دو (یعنی چیز بھی اچھی ہو اور نیت بھی اچھی ہو)۔

اور اس سے بھی زیادہ دلکش انداز میں سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً (البقرہ: ۲۴۵)

کون وہ بندہ ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے، پھر اللہ (اس کے بدلہ میں) اس کو بہت گنا بڑھا کر دے۔

اسی طرح سورہ حدید میں فرمایا گیا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ (الحديد: ۱۱)

ترجمہ: کون ایسا بندہ ہے جو اللہ کو قرض حسن دے؟ پھر اللہ اس کو اس کے واسطے بڑھا دے اور اس کے واسطے کریمانہ اجر ہے۔

اور سورہ تغابن میں ارشاد ہوا ہے:

إِنْ تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ (التغابن: ۱۷)

ترجمہ: اگر تم اللہ کو قرض حسن دو گے تو اللہ اس کو تمہارے لئے خوب بڑھائے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑا قادر دان اور صاحبِ حلم ہے۔

اس نیکی کی ترغیب کے لئے یہ ”قرض حسن“ دینے کی تعبیر ظاہر ہے کہ محض بندہ نوازی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو ”غنی عن العالمین“ ہے۔ اس کی پاک ذات قرضہ لینے دینے اور اس قسم کے ہر معاملہ اور کاروبار سے وراء الراء ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک کی ایک ہدایت اور تعلیم یہ بھی ہے کہ اللہ کی راہ میں اس کے بندوں پر اچھی اور مرغوب و محبوب چیز خرچ کی جائے، ایسا نہ ہو کہ جب کوئی چیز اپنے لئے ناقابلِ استعمال، ناکارہ اور بے قیمت ہو جائے تو اس کو اٹھا کر اللہ کی راہ میں دے دیا جائے۔ سورہ بقرہ کے آخر میں جہاں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے وہیں یہ ہدایت بھی فرمائی گئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخَّرْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَتَّبِعُوا الْهَيْبَةَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَكُمْ بِهِ مِغْنٌ بِالْخَيْرِ إِلَّا كُنْ تَعْبَثُوا فِيهِ (البقرہ: ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی کمائی میں سے اور زمین سے ہماری نکالی ہوئی پیداوار

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا تُنْفِسْكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤْتِ الْإِيكَمَ وَأَنْتُمْ لَا تَذْكُرُونَ (البقرہ: ۱۷۲)

ترجمہ: اور جو اچھی چیز تم (اللہ کے بندوں پر) خرچ کرو گے اس کا نفع اور ثواب تم ہی کو پہنچے گا اور تمہارا خرچ کرنا بوجہ اللہ ہی ہونا چاہئے اور جو اچھی چیز تم راہِ خدا میں صرف کرو گے تم کو اس کا پورا پورا صلہ ملے گا اور تمہاری کوئی حق تلفی نہ ہوگی۔

ایک دو آیتوں کے بعد پھر ارشاد ہوا ہے:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْإِثْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ: ۲۷۴)

ترجمہ: جو بندے خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں دوسروں پر) اپنا سرمایہ رات میں اور دن میں، خفیہ اور علانیہ، پس ان کے واسطے ان کے رب کے ہاں (جنت میں) ان کا اجر ہے (جو اس کریم رب کی شان کے لائق ہے) اور (ان کا حال یہ ہو گا کہ) نہ انہیں کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

راہِ خدا میں اللہ کے دوسرے بندوں پر اپنی چیزیں صرف کرنے کی ترغیب کے سلسلہ میں ایک بات قرآن مجید نے یہ بھی کہی ہے کہ اس راہ میں خرچ کرنے والا جتنا خرچ کرے گا اللہ کی طرف سے اس کا سیکڑوں گنا اس کو دیا جائے گا۔ اس لئے اس راہ میں خرچ کرنا گویا ایک انتہائی نفع بخش تجارت اور ایک ایسی کھیتی ہے جس سے ایک ایک دانہ کے عوض سیکڑوں ہزاروں دانے کا شکار کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسی سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

مَثَلُ الَّذِي يُنْفِقْ أَمْوَالَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْكَ سَبْعَ سَبَابِلَ فِي كُلِّ سُبُوءَةٍ مِائَتَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَسِعَ عَرْشُهُ كُلَّ شَيْءٍ (البقرہ: ۲۶۱)

ترجمہ: جو لوگ راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان (کے اس مال) کی مثال اس دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں اُگیں، ان میں سے ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے (اس سے اور زیادہ بھی) بڑھاتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب کے لئے ایک نہایت موثر انداز قرآن مجید میں یہ بھی استعمال کیا گیا ہے کہ اس مد میں خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورہ مزمل میں ارشاد ہوا ہے:

پاکیزگی حاصل ہو اور یہ بات نہیں ہے کہ اس پر کسی کا احسان ہو جس کا بدلہ دیا جائے، بلکہ اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی رضا طلبی ہی کے لئے دیتا ہو۔ اور بلاشبہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں ایک اہم ہدایت قرآن مجید میں یہ بھی دی گئی ہے کہ اللہ کے لئے جس بندہ کو کچھ دیا جائے یا اس کی کچھ خدمت اور مدد کی جائے تو اس پر اس کا احسان ہرگز نہ جتایا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو اس سے وہ نیکی بالکل بے کار ہو جائے گی۔ سورہ بقرہ ہی میں ارشاد ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْهَدْيِ وَالْأَذَى (البقرہ: ۲۶۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت دے کر رائگان نہ کرو۔

یعنی اگر کسی نے کسی بندہ خدا کو کچھ دیا اور اس کی کوئی خدمت اور مدد کی اور پھر کبھی اس پر احسان دھرا، یا طعنہ کے طور پر تذکرہ کر کے اس بیچارے کا دل دکھایا تو گویا اپنی ہی ہوئی نیکی کو بالکل ملیامیٹ کر دیا۔

ایثار

سماحت اور سخاوت ہی کی ایک اعلیٰ شکل یہ ہے کہ آدمی خود ضرورت مند ہوتے ہوئے اپنی چیز دوسروں پر صرف کرے اور دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے، خود بھوکا رہے اور دوسروں کو کھلائے، خود تکلیف اٹھائے اور دوسروں کو آرام پہنچائے۔

قرآن مجید میں انصار مدینہ کی تعریف میں فرمایا گیا ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر: ۹)

ترجمہ: اور وہ مقدم رکھتے ہیں (ضرورت مند مہاجرین کو) خود اپنے پر اگرچہ خود ان کو تکلیف اور تنگی ہو۔

اور ایک دوسری آیت میں اللہ کے نیک اور مقبول جنتی بندوں کی تعریف میں ارشاد فرمایا

گیاہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّاعِمَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الدرہ: ۸)

ترجمہ: اور اللہ کے یہ بندے کھانے کی چاہت اور رغبت کے باوجود کھلا دیتے ہیں وہ کھانا کسی مسکین یا یتیم یا کسی بیچارے قیدی کو۔

میں سے اچھی عمدہ چیزیں (ہماری راہ میں) خرچ کرو اور ایسا نہ ہو کہ بالقصد اور سوچ سمجھ کر دی اور خراب چیزیں اس میں سے (اس راہ میں) خرچ کرو اور حال یہ ہے کہ (اگر تمہیں کوئی ایسی ردی چیز دے تو) نہیں ہو تم اس کو لینے والے، الایہ کہ تم اس میں چشم پوشی سے کام لو۔

اور سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (آل عمران: ۹۲)

ترجمہ: ہرگز تم نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک تم (راہ خدا میں) اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب اور عزیز ہے۔ اور تم جو چیز بھی (اچھی یا بری) خرچ کرو گے تو یقین رکھو کہ اللہ کو اس کا خوب علم ہے۔

اس سلسلہ میں ایک خاص ہدایت یہ بھی دی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں اس کے بندوں پر جو کچھ بھی خرچ کیا جائے اور ان کی جو بھی خدمت اور مدد کی جائے اس کی غایت اور اس کا مقصد بس رضائے الہی ہونا چاہئے۔

سورہ بقرہ کے ۳۰ ویں رکوع کی وہ آیت اوپر نقل ہو چکی ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ (البقرہ: ۲۷۲)

ترجمہ: اور نہیں خرچ کرتے ہو تم (اے اہل ایمان!) مگر صرف رضائے الہی کی طلب میں۔

مطلب یہ ہے کہ مومنین کی شان یہی ہے کہ اس طرح کے کام وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی کے داعیہ ہی سے کریں، اس کے سوا ان کی کوئی غرض نہ ہو۔ اور سورہ لیل میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا جو پرہیزگار بندہ اپنا مال (اس کے دوسرے بندوں پر) صرف اس کی رضا کے لئے خرچ کرتا ہے اور رضائے الہی کے سوا اس سے اس کا کوئی مقصد نہیں ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہو جائے گی اور دوزخ کے عذاب سے بھی وہ بالکل محفوظ رہے گا۔ ارشاد ہے:

وَسَيُجْزِيهَا الْاُتْقَى ۚ الَّذِي يُوْفِّقُ مَالَهُ يَتَزَكَّى ۚ وَمَا لِحَدِّ عِنْدَكَ مِنْ رِعَابٍ تُجْزَى ۚ

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ۚ (اللیل: ۲۱ تا ۲۴)

ترجمہ: اور اس آتش دوزخ سے وہ پرہیزگار بندہ دور رکھا جائے گا جو (اپنا مال اللہ کے لئے اس کے دوسرے بندوں کو) اس لئے دیتا ہے کہ اس عمل کے ذریعہ اس کو

داعی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے (تمہاری وہ دولت) جس کو تم نے اپنے لئے جوڑا اور ذخیرہ کیا تھا، پس مزہ چکھو تم اپنی اس دولت اندوزی کا۔
بخل و کنجوسی کی مذمت اور بدنجامی کے بیان میں اگر قرآن مجید میں صرف یہی ایک آیت ہوتی تو کافی تھی، اس اخلاقی اور روحانی لعنت سے انسانوں کو بچانے کے لئے اس سے زیادہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو ان حقائق کا اذعان و یقین نصیب فرمائے۔

استغناء و قناعت

ساحت و سخاوت کی طرح استغناء و قناعت بھی انسان کے اعلیٰ شریفانہ اخلاق میں سے ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ یہ دونوں نفس انسانی کی ایک ہی پاکیزہ صفت کے دو رخ ہیں۔ استغناء و قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ اپنے جائز ذرائع اور اپنی محنت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے وہ اسی کو اپنا حق و حصہ اور اپنے لئے کافی سمجھے اور دوسروں کی چیزوں پر لچائی ہوئی نگاہیں نہ ڈالے اور نہ مخلوق میں سے کسی کے سامنے احتیاج و طلب کا ہاتھ پھیلائے۔ قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ ہر انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا رحیم و کریم رب ہے۔ لہذا اس کو چاہئے کہ اپنی حاجتوں کے لئے اس کے سوا کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلائے۔ اللہ کے خزانے میں سب کچھ ہے اور اس کی رحمت بندوں کے لئے کافی ہے۔
اس مضمون کی متعدد آیتیں توحید کے بیان میں ذکر کی جا چکی ہیں، ایک آیت یہاں اور بھی پڑھ لیجئے۔ ارشاد ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا (الزمر: ۳۶)

ترجمہ: کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟ (پھر وہ کیوں کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائے)۔

اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو جو کچھ اس دنیا میں دے رکھا ہے اس کی حرص نہ کرنے اور اس کی طرف طمع کی نگاہ سے نہ دیکھنے کا براہ راست حکم دیتے ہوئے ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

لَا تَبْتَغُوا عَيْنَيْكُمْ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ (طہ: ۸۸)

ترجمہ: اور ہرگز آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو ان سامانوں کی طرف جن سے ہم نے ان میں کے مختلف لوگوں کو متمتع کر رکھا ہے۔

اس وصف پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی تعریف و تحسین بلاشبہ دوسرے بندوں کو اس کی بڑی موثر دعوت و ترغیب ہے کہ وہ اپنے میں یہ خلق پیدا کر کے اللہ کے مقبول بندے بنیں۔

بخل

ساحت اور سخاوت کی ضد یعنی اس نیکی کے مقابلے کی برائی کا نام بخل ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے جس طرح ساحت و سخاوت کی ترغیب و تعلیم دی ہے اسی طرح بخل کی ممانعت اور اس کی سخت ترین مذمت فرمائی ہے۔ ایک دو آیتیں اس سلسلہ کی بھی یہیں پڑھ لی جائیں۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَّهُمْ آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۚ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۱۸۰)

ترجمہ: اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے دیا ہے (یعنی جو لوگ اللہ کی بخشی ہوئی دولت و قوت و غیرہ دوسرے بندوں پر خرچ نہیں کرتے، وہ) یہ خیال نہ کریں کہ یہ (طرز عمل) ان کے لئے کچھ اچھا اور نفع مند ہے، (ہرگز ایسا نہیں ہے) بلکہ یہ ان کے لئے نہایت برا ہے، جو دولت ازرہ بخل وہ بچا بچا کر رکھ رہے ہیں یقیناً وہ (قیامت کے دن) اس کے گلے کا طوق بنے گی۔

یہی بات سورہ توبہ میں اور زیادہ واضح اور موثر الفاظ میں اس طرح فرمائی گئی ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَلُونَ عَلَىٰ صُلُوبِهِمْ ۚ ثُمَّ نُفِثُ بِهِمْ ۖ فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَكْنِزُونَ ۝ (التوبہ: ۳۴-۳۵)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی دولت سونا، چاندی (وغیرہ) کو بطور ذخیرہ کے جمع کرتے اور جوڑتے رہتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، پس اے پیغمبر! آپ ان (پرستاران دولت) کو دوزخ کے دردناک عذاب کی ”خوشخبری“ سنا دیجئے۔ (یہ) دردناک عذاب انہیں اس دن ہوگا) جس دن کہ ان کی جمع کردہ دولت کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کے ماتھے، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (الفرقان: ۵۸)

ترجمہ: اور تم بھروسہ کرو اس زندہ جاوید ہستی پر جس کو فنا اور موت نہیں (اور اس کے سوا سب فانی ہیں)۔

ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق: ۳)

ترجمہ: اور جو بندہ توکل کرے اللہ پر تو اللہ اس کے لئے بالکل کافی ہے۔

تواضع

قرآن مجید نے جن اخلاق پر خاص طور سے زیادہ زور دیا ہے ان میں سے ایک تواضع بھی ہے۔ تواضع، تکبر کی ضد ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی دوسروں سے اپنے کو کمتر سمجھے، اس کی روش اللہ کے عاجز بندوں کی سی ہو اور دوسروں کے ساتھ معاملت و برتاؤ نیچا بن کے کرے۔

تواضع کا ظہور رفتار میں بھی ہوتا ہے، گفتار میں بھی اور کردار میں بھی حتیٰ کہ نشست و برخاست میں بھی۔

سورہ فرقان میں جہاں اللہ کے خاص مقبول بندوں کے اوصاف و اطوار بیان فرمائے گئے ہیں وہاں ایک صفت ان کی یہ بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ فروتنی کی چال چلتے ہیں۔ ارشاد ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَتَسَوَّوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (الفرقان: ۶۳)

ترجمہ: اور رب رحمن کے (خاص) بندے تو وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نیچے بن کر۔ اور سورہ بنی اسرائیل میں جہاں اخلاص، توحید اور اعمال اخلاق وغیرہ کے متعلق قریباً دو رکوع میں واضح ہدایات دی گئی ہیں وہاں آخری ہدایت یہ دی گئی ہے۔

وَلَا تَبْسُفْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا

(بنی اسرائیل: ۳۷)

ترجمہ: اور زمین پر اکڑتے اور اٹھتے ہوئے نہ چلو، نہ تو تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو۔

اور سورہ لقمان میں حضرت لقمان کی زبان سے تواضع کے بارے میں یہ جامع نصیحت نقل فرمائی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

ایک دوسری جگہ ہدایت فرمائی گئی ہے:

وَلَا تَسْتَبْشِرُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ (النساء: ۳۲)

ترجمہ: اور مت تمنا اور ہوس کرو اس چیز کی جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر بڑائی اور فوقیت دی ہے۔

مطلب یہی ہے کہ جو چیز اللہ نے اس دنیا میں کسی کو دی اور تمہیں نہیں، تو تم اس کی ہوس مت کرو بلکہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھو، بس اسی کا نام قناعت ہے۔

توکل

استغناء اور قناعت کی جڑ و بنیاد توکل ہے۔ اللہ کے جس بندے کو توکل یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و ربوبیت پر اعتماد اور بھروسہ نصیب ہو اور اس کا دل اس پر مطمئن ہو کہ اللہ تعالیٰ میری ہر ضرورت کے لئے کافی ہے اور وہ میرا رحیم و کریم پروردگار اور کار ساز ہے، اس میں استغناء و قناعت کی صفت کا بدرجہ کمال موجود ہونا بالکل قدرتی بات ہے۔ علاوہ ازیں توکل بذات خود اور بجائے خود اعلیٰ ترین ایمانی صفت ہے۔ جس بندے کو توکل نصیب ہو وہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کی قدرت، اس کے سارے خزانوں اور لشکروں کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھتا اور دیکھتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو توکل کی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کی خاص طور سے تلقین اور تاکید کرتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ ۚ

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (آل عمران: ۱۶۰)

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد سے ہاتھ اٹھالے تو اس کے بعد کون تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل اور بھروسہ کرنا چاہئے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (التغابن: ۱۳)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (صرف وہی مالک و معبود ہے) اور ایمان والوں کو بس اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

پیش آنا غیرت ایمانی کے خلاف ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں تواضع کا حکم صرف اہل ایمان کے لئے دیا گیا ہے۔

تکبر اور غرور

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا تواضع کی ضد تکبر اور غرور ہے، اس لئے تواضع اللہ تعالیٰ کو جس قدر محبوب ہے، غرور اور تکبر اسی قدر مغضوب ہے۔ قرآن مجید میں جا بجا تکبر اور متکبرین کی مغضوبیت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے:

لَا جَرَمَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ (النحل: ۲۳)
ترجمہ: ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، یہ یقینی بات ہے کہ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (النساء: ۳۶)
ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو پسند نہیں کرتا جو متکبر و مغرور اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے والا ہو۔

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ جنت ان ہی بندوں کا گھر بنے گی جو دنیا میں بلند و بالا ہونے کے خواہش مند نہ ہوں اور ان کا مزاج تکبر پسند نہ ہو۔ ارشاد ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا (القصص: ۸۳)

ترجمہ: رہنے کا وہ آخری گھر، (یعنی جنت) ہم اس کو کر دیں گے ان بندوں کے لئے جو نہیں چاہتے دنیا میں اونچا بننا اور فساد کرنا۔

اس آیت کے اشارہ سے معلوم ہوا اور تجربہ بھی بتلاتا ہے کہ دنیا کے سارے فساد بڑائی اور بالاتری کی خواہش ہی سے پیدا ہوتے ہیں، اس لئے تکبر ہی سارے فساد کی جڑ بنیاد ہے۔

تکبر کی ایک بڑی نحوست یہ بھی ہے کہ وہ حق و ہدایت کے قبول کرنے سے بھی مانع ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں کتنے ہی پیغمبروں کے تذکرہ میں بتایا گیا ہے کہ ان کی قوموں کے متکبرین نے صرف غرور اور تکبر کی وجہ سے ان پر ایمان لانے اور ان کا اتباع کرنے سے انکار کیا۔

سورہ نمل میں فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں تو صراحت سے یہاں تک فرمایا گیا

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝۹۱ وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَبِيرِ ۝۹۲ (لقمان: ۱۸ تا ۱۹)

ترجمہ: اور اپنے گال نہ پھلا لوگوں کے لئے (یعنی ان کے ساتھ غرور کے ساتھ پیش نہ آ) اور زمین پر اترتا ہوا اور اکڑ کے نہ چل، اللہ تعالیٰ کسی متکبر اور مغرور کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی رفتار میں اعتدال پیدا کر اور اپنی آواز نیچی رکھ (یعنی متکبروں کی

طرح گرج کر نہ بولا کر،) آوازوں میں سب سے بری گدھوں کی آواز ہے۔

بلاشبہ ان آیتوں میں تواضع کا نہایت ہی جامع اور بڑا ہی مؤثر درس ہے۔ ”فہل من مذکر؟“ قرآن مجید میں تواضع کی تاکید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خاص کو مخاطب بنانے کی گئی ہے تاکہ سمجھ لیا جائے کہ دنیا میں کسی کو خواہ کتنی ہی بڑائی اور عظمت حاصل ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی سے پیش آئے اور ان کے سامنے اپنی بڑائی کا مظاہرہ نہ کرے۔ دنیا میں فضیلت و عظمت کا سب سے بلند مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ تاہم قرآن مجید میں آپ کی ذات پاک کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْبُؤْمَنِينَ (الحجر: ۸۸)

ترجمہ: اور اپنے بازو نیچے کرو ایمان والے بندوں کے لئے (یعنی ان کے ساتھ تواضع کا برتاؤ کرو)۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْبُؤْمَنِينَ (الشعر: ۲۱۵)

ترجمہ: اور جھکا دو اپنے بازو ان اہل ایمان کے لئے جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کی ہے۔

ان دونوں آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تواضع اور فروتنی ان ہی بندوں کا حق ہے جو صاحب ایمان ہوں، ان کے علاوہ جو لوگ ایمان سے محروم اور کفر و شرک کی گندگیوں میں مبتلا ہیں، اگر وہ ہمارے خلاف برسر پیکار اور درپے آزار نہیں ہیں تو ان کے ساتھ رواداری اور حسن اخلاق اور حسب موقع احسان و ترحم کا معاملہ تو کیا جائے گا (جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا حکم دیا گیا ہے) لیکن کفر و شرک کی وجہ سے وہ تواضع کے مستحق نہیں ہیں، ان کے ساتھ تواضع سے

ترجمہ: اس نے حکم ماننے سے انکار کیا اور تکبر کا رویہ اختیار کیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔

تکبر عزرا زیل را خوار کرد
بزدان لعنت گرفتار کرد

حلم اور درگزر

حلم اور درگزر کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی ایذا رسانی اور اشتعال انگیزی کو فراخ صلگی اور عالی ظرفی سے برداشت کر لیا جائے اور انتقام لینے اور سزا دینے کی پوری قدرت رکھنے کے باوجود اس غلط کار اور قصور وار شخص سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور اس کی جہالت اور نا سمجھی کو لائق نظر اندازی سمجھ کر اس کو معاف کر دیا جائے۔ بلاشبہ اخلاق میں اس کا بڑا بلند مقام ہے اور قرآن مجید نے اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔

سورہ آل عمران میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت اور اس کی خاص محبت کے حق دار بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّبِيلِ وَالصَّائِرِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (آل عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: وہ بندے جو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں خوشحالی میں بھی اور تنگی میں بھی جو پی جانے والے ہیں غصہ کو اور معاف کر دینے والے ہیں لوگوں کے قصور اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کار بندوں سے محبت کرتا ہے۔

اور سورہ شوریٰ میں ہر ظلم و زیادتی کا مناسب بدلہ لینے کا قانونی جواز بیان فرمانے کے بعد برداشت کر لینے اور معاف کر دینے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَلَكِنْ صَبْرٌ غَيْرٌ إِنَّ ذَلِكَ لَبَيْنَ عَذْمِ الْأُمُورِ (الشوری: ۴۳)

ترجمہ: اور جو بندے برداشت کر لیں اور معاف کر دیں تو یہ بڑی عزیمت اور بلند ہمتی کی بات ہے۔

اور اسی سورت کے اسی رکوع میں چند آیتیں پہلے، آخرت میں اللہ کے خاص انعامات سے سرفراز ہونے والے اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے، ان کا ایک خاص وصف یہ

ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس اللہ کی جو نشانیاں لے کر آئے انہیں دیکھ کر ان کے دلوں کو اگرچہ اس کا پورا یقین ہو گیا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں اور ان کے لانے والے موسیٰ اللہ کے نبی ہیں، لیکن اپنی متکبرانہ ذہنیت کی وجہ سے انہوں نے زبان سے پھر بھی انکار کیا اور کفر ہی پر قائم رہے اور انجام کار عذاب الہی کا شکار ہوئے۔

وَجَدُوا بِهَا مَا اسْتَفْتَيْنَاهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلُمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (النمل: ۱۴)

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کی ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا (اس دلی یقین کے بعد بھی انہوں نے انکار) صرف ظلم اور غرور و تکبر کی بنا پر کیا، پھر دیکھو کیسا انجام ہوا ان مفسدین کا۔

اور سورہ الصافات میں جہنمیوں کے ایک طبقہ کا حال بیان کرتے ہوئے ان کی بد بختی کا خاص سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَنَارِكُوا إِلَهَتَنَا لَشَاءِ مَجْزُونٍ ۝ (الصفت: ۳۶ تا ۳۵)

ترجمہ: ان لوگوں کا وطیرہ یہ تھا کہ جب ان کو توحید کا پیغام دیا جاتا اور صرف ایک خدا کی پرستش کو کہا جاتا تو وہ ازراہ تکبر ناک بھوں چڑھاتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے دیوتاؤں کو چھوڑنے والے ہیں۔

اور شیطان کی مردودیت کا بنیادی سبب بھی قرآن مجید نے اس غرور ہی کو بتایا ہے۔ قرآن پاک کا بیان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو آدم ﷺ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ:

مَا مَنَعَكَ آلَا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ (الاعراف: ۱۲)

ترجمہ: کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے روکا ہے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟ اس نے کہا:

أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ (الاعراف: ۱۲)

ترجمہ: میں اس سے بہتر ہوں اور وہ مجھ سے گھٹیا ہے (پھر میں اس کو کیوں سجدہ کروں؟)۔

بہر حال شیطان کو اس کے اس غرور اور تکبر ہی نے اس سرکشی اور بغاوت پر آمادہ کیا۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَغْفِرُكَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (البقرہ: ۳۴)

حُبِّ الْعَفْوَ وَأَمْرٌ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (الاعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: (لوگوں کی بیہودہ باتوں اور جاہلانہ حرکتوں سے) آپ درگزر کرنے اور معاف

کردینے کا شیوہ اختیار کیجئے اور نیک کاموں کے لئے کہتے رہئے اور ان جاہلوں، ناسمجھوں (کی جاہلانہ باتوں) کا کچھ خیال نہ کیجئے اور کوئی اثر نہ لیجئے۔

اور سورہ قصص میں اللہ کے خاص فضل اور انعام کے مستحق اہل ایمان کے اوصاف و اخلاق کا بیان کرتے ہوئے ان کی ایک خاص صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے:

وَإِذَا سَبَّحُوا لِلَّهِ لَعَنُوا صُورَاتَهُ وَقَالُوا إِنَّا آَعْبُدُكُمْ أَعْبَادُكُمْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ (القصص: ۵۵)

ترجمہ: اور جب وہ سنتے ہیں (جاہلوں، اوباشوں سے) کوئی بیہودہ بات تو اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ بھائی ہمیں اپنے کیے کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے کئے کا بس ہمارا سلام لو، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

اسی طرح سورہ فرقان میں بھی اللہ کے خاص مقبول بندوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (الفرقان: ۶۳)

ترجمہ: اور جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو وہ (ان سے) الجھتے نہیں بلکہ کہتے ہیں بس بھائی! ہمارا سلام!

اگر قرآن مجید کی اس تعلیم و تلقین پر عمل کیا جائے تو دنیا کے کتنے جھگڑے فساد ختم ہو جائیں اور باغ عالم میں امن و سکون اور الفت و محبت کی کیسی بہار آجائے!

ہاں ایک بات یہاں قابل لحاظ ہے اور وہ یہ ہے کہ حلم و درگزر کی اس قرآنی تعلیم کا تعلق ذاتی اور نجی معاملات و حقوق سے ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص میری ذات کو دکھ پہنچاتا ہے اور میری قصور وار ہے تو میرے لئے بہتر یہی ہے کہ میں اس کو معاف کر دوں۔ قرآن مجید کی تعلیم و ترغیب میرے لئے یہی ہے لیکن اگر کوئی فرد یا گروہ دنیا میں فساد برپا کرتا ہے یا اگر اہی پھیلاتا ہے یا اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو توڑتا ہے اور اس طرح فضا کو خراب کرتا ہے تو وہ ہرگز اس حلم اور درگزر کا مستحق نہیں ہے اور اس کے ساتھ نرمی اور درگزر کا برتاؤ کرنے میں اللہ کی مخلوق کی اور اللہ کے مقرر کئے ہوئے قانون کی حق تلفی ہوگی، اس لئے اس کے شر و فساد کے اسناد کے لئے مناسب کاروائی کرنی ضروری ہوگی۔ قرآن عزیز میں جہاں جہاں

بھی بیان کیا گیا ہے:

وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ (الشوری: ۳۷)

ترجمہ: اور جب (کسی شرارت اور بد تمیزی پر) ان کو غصہ آتا ہے تو وہ (انتقام نہیں لیتے بلکہ) معاف کر دیتے ہیں۔

اور سورہ نور میں اپنے قصور واروں کو معاف کر دینے کی ترغیب کس قدر مؤثر انداز اور کیسے دلنشین پیرایہ میں دی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الشوری: ۲۲)

ترجمہ: اور ایمان والوں کو چاہئے کہ (جس سے ان کے حق میں کوئی زیادتی اور قصور ہو جائے اس کو) وہ معاف اور نظر انداز کر دیا کریں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے اور اللہ بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ جو بندہ یہ چاہے اور اس کی تمنا اور آرزو رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ مہربانی اور بخشش کا معاملہ کریں، اسے چاہئے کہ وہ اپنے قصور واروں کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرے اور ان کو معاف کر دیا کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ بخشش اور رحمت کا معاملہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی یہ بخشش و رحمت اس کی عالی شان کے مطابق ہوگی۔ پھر ترغیب کا ایک دوسرا پہلو اس آیت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو بخشنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہوں، تم بھی اپنے قصور وار بھائیوں کے قصور معاف کر دیا کرو اور اس طرح میرا صفاتی قرب حاصل کر کے میرے رنگ میں رنگ جاؤ۔

قرآن پر اور قرآن نازل فرمانے والے رب رحیم پر ایمان رکھنے والا کون بندہ ہو گا جو اس پیام رحمت سے متاثر نہ ہو۔

قریب قریب یہی مضمون سورہ تغابن میں ان الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَأَنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (التغابن: ۱۴)

ترجمہ: اور اگر تم درگزر کیا کرو اور نظر انداز کر دیا کرو اور معافی دے دیا کرو تو اللہ بھی بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

یہاں تک جو آیتیں درج ہوئیں وہ خطاب عام کی قبیل سے تھیں، اب ایک آیت سورہ اعراف کے آخری رکوع کی پڑھئے جس میں خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے:

کے لئے) سارے لوگ جمع ہوئے ہیں اور انہوں نے بڑا سامان جمع کیا ہے، تم کو ان سے ڈرنا چاہیے تو اس بات نے ان کی ایمانی کیفیت میں اور اضافہ کیا اور انہوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔

اسی طرح غزوہ احزاب میں دشمنوں کی ٹڈی دل فوجوں کو دیکھنے کے بعد اہل ایمان نے جس ایمانی جرأت و ہمت اور شجاعت کا ثبوت دیا تھا، اس کا ذکر بھی قرآن پاک میں بڑی تحسین کے انداز میں کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

وَلَبَّاءُ رَأَوْا الْهُؤُمُونَ الْأَحْزَابُ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا (الاحزاب: ۲۲)

ترجمہ: اور جب دیکھا ایمان والوں نے دشمن کی فوجوں کو، تو ان کی زبان سے نکلا یہ تو وہی ہے جس کی ہم کو اللہ و رسول نے پہلے سے خبر دے دی تھی اور بے شک سچ فرمایا تھا اللہ و رسول نے اور اس سے ان کے ایمان و یقین میں اور ان کی اطاعت کی صفت میں اور ترقی ہوئی۔

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ موت کا خوف یا کسی تکلیف یا نقصان کا اندیشہ ہی وہ چیز ہے جو جرأت و شجاعت کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہے اور آدمی کو بزدل بنا دیتی ہے۔ قرآن مجید نے بزدلی کی اس جڑ ہی کو کاٹ دیا۔ جا بجا فرمایا گیا ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے، اگر وہ وقت آگیا تو کوئی بچا نہیں سکتا اور اگر وہ وقت ابھی نہیں آیا تو کوئی مار نہیں سکتا۔ اسی طرح جا بجا فرمایا گیا ہے کہ کسی تکلیف یا نقصان کا پہنچنا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے۔ جب تک اس کا ارادہ اور حکم نہ ہو ہمیں کوئی گزند اور نقصان کسی طرف سے نہیں پہنچ سکتا اور جب اس کا حکم ہو تو کوئی ہمیں تکلیف اور نقصان سے بچا نہیں سکتا۔ دو تین آیتیں اس سلسلہ میں بھی پڑھ لیجئے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَذَبُوا مَوَدَّةَ آلِ عِمْرَانَ (آل عمران: ۱۴۵)

ترجمہ: اور کسی کو موت آن نہیں سکتی بغیر حکم خدا کے، لکھا جا چکا ہے معین وقت (موت کا)۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے:

إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (يونس: ۳۲)

ترجمہ: جب آوے گا وقت ان کی موت کا تو نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکیں گے اور نہ

مختلف قسم کے مجرموں اور بدکاروں کے حق میں سختی اور شدت کے برتنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ایسے ہی مواقع کے لئے ہے اس فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔

جرأت و شجاعت

قرآن کریم جس طرح تواضع و خاکساری اور درگزر و بردباری کی تعلیم دیتا ہے، اسی طرح وہ اپنے موقع پر بہادری اور جانبازی اور جرأت و اظہار قوت کی بھی تلقین کرتا ہے۔ مثلاً اگر حق و باطل کا معرکہ ہو تو قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ فولادی انسانوں کی طرح پوری بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کریں۔ ایک موقع پر ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا (الانفال: ۴۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ (دشمن کی) کسی فوج سے ہو تو تم ثابت قدم رہو۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا گیا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَتْهُمْ بُنْيَانًا مَرْصُوعًا (الصف: ۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں میں سے ان سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر اور ایسے جم کر جنگ کرتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اس ایمانی قوت اور شجاعت کا ذکر خاص پیار اور تحسین کے انداز میں کیا گیا ہے کہ جب ان کو مرعوب اور دہشت زدہ کرنے کے لئے یہ خبریں پہنچائی گئیں کہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں ختم کرنے کے لئے بڑی تیاریاں کی ہیں اور بہت سامان جنگ جمع کیا ہے تو وہ بالکل مرعوب نہیں ہوئے، بلکہ اس سے ان کی ایمانی قوت میں ترقی ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ہمیں ہمارا اللہ کافی ہے۔ ہم سب دیکھ لیں گے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَبَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (آل عمران: ۷۳)

ترجمہ: ہمارے وہ صاحب ایمان بندے جن سے لوگوں نے کہا کہ (تمہارے مٹانے

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان: ۷۲)

ترجمہ: اور جب ان کا گزر ہوتا ہے لوگوں کی بیہودہ باتوں پر تو وہ باوقار شریفوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

الغرض اپنے ماننے والوں کو قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ ان کا رویہ ایسا ہی خود داری اور وقار کا ہونا چاہئے۔

حیا اور عفت

شرم و حیا اور عفت و پاکدامنی بھی ان اخلاق میں سے ہے جن پر قرآن مجید نے خاص طور سے زور دیا ہے اور اس کی ضد بے حیائی اور اخلاقی آلودگی سے (جس کے لئے جامع لفظ قرآن مجید میں ”فاحشہ“ اور ”الفحشاء“ کا استعمال کیا گیا ہے) بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے بلکہ منہیا ت و محرمات کے بیان میں کئی جگہ پہلے نمبر پر اسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ نحل کی اس آیت میں جو مختصر ہونے کے باوجود قرآن مجید کا ایک جامع ہدایت نامہ ہے (اور اسی وجہ سے جمعہ وغیرہ کے خطبوں کے آخر میں عام طور سے اس کو پڑھا جاتا ہے) ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: ”اللہ

تعالیٰ اپنے بندوں کو عدل و انصاف اور احسان وغیرہ مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے“ اور

وَيَهْدِي عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (النحل: ۹۰)

ترجمہ: منع فرماتا ہے بے حیائی اور عام برائی سے اور ظلم و زیادتی کرنے سے، اللہ تعالیٰ تم کو یہ نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

اسی طرح سورہ اعراف میں جہاں بنیادی محرمات کا ذکر فرمایا گیا ہے وہاں بھی سب سے پہلے نمبر پر ”فواحش“ ہی کا نام لیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (الاعراف: ۳۳)

ترجمہ: (اے رسول!) آپ لوگوں کو فرمائیے کہ میرے رب نے حرام کر دیا ہے سب بے حیائی کی باتوں کو، جو ان میں سے علانیہ ہوں اور جو چھپی ہوں (یعنی بے حیائی کی یہ باتیں علانیہ کرنا بھی حرام ہیں اور پردہ میں بھی) اور اسی طرح اللہ نے حرام کیا ہے گناہ کو اور ناحق ظلم و زیادتی کو اور اس بات کو کہ تم شریک کر داس کے

آگے جاسکیں گے (ٹھیک مقرر وقت اٹھائے جائیں گے)۔

اسی طرح ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (التغابن: ۱۱)

ترجمہ: کوئی مصیبت نہیں آسکتی بدون حکم خدا کے۔

اور سورہ توبہ میں ارشاد ہے:

قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (التوبہ: ۵۱)

ترجمہ: (اے رسول!) آپ فرمادیجئے کہ ہمیں ہر گز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوا

ئے اس کے جو اللہ نے ہمارے لئے مقدر کر دیا ہے۔ وہ ہمارا مالک ہے اور ایمان

والوں کو سب کام اسی اللہ کے سپرد کر دینے چاہئیں۔

غور کیا جائے جس دل میں یہ تعلیم اتر جائے پھر اس میں بزدلی کے لئے کہاں گنجائش رہ سکتی

ہے اور جرأت و شجاعت کی راہ میں اس کے لئے کیا کاروٹ ہو سکتی ہے۔

وقار و خود داری

جرأت و شجاعت سے قریبی مناسبت رکھنے والی ایک اخلاقی صفت یہ بھی ہے جسے ہم اپنی

زبان میں وقار اور خود داری کہتے ہیں۔ قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو اس کی بھی ہدایت کرتا

ہے کہ وہ باوقار اور خود دار ہو کر رہیں ایسا رویہ نہ اختیار کریں کہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل

و خوار ہوں، حتیٰ کہ اگر کسی وقت ناداری اور حالات کی ناسازگاری سے نوبت فقر و فاقہ کی بھی

آجائے تو بھی اپنے اس حال کو جہاں تک ہو سکے دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں سورہ بقرہ میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيَرِهِمْ (البقرہ: ۲۷۳)

ترجمہ: نادانانہ آدمی ان کی بے سوائی کی وجہ سے ان کو آسودہ حال سمجھے گا، تم پہچان

سکتے ہو ان کو ان کے چہرہ کی خاص کیفیت سے۔

اور سورہ فرقان میں جہاں اللہ کے خاص مقبول بندوں کے امتیازی اخلاق و اوصاف کا ذکر

کیا گیا ہے وہاں ان کا ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا گیا ہے:

نیز اسی سورہ احزاب میں جن ایمانی اخلاق و اوصاف رکھنے والے مرد اور عورتوں کو مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت سنائی گئی ہے ان میں سے ایک وصف یہ پاکدامنی بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَالْحَفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَفِظَاتِ وَالَّذِينَ كَثَرُوا لَكَ الْكَرَامَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور اسی طرح کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے مغفرت کا فیصلہ فرما رکھا ہے اور اجر عظیم کا سامان تیار کیا ہے۔

اسی طرح سورہ مومنون اور سورہ معارج میں اللہ کی رحمت اور جنت کے مستحق مومنین کے جن امتیازی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ان کی عفت اور پاکدامنی بھی ہے، دونوں جگہ الفاظ بالکل یکساں ہیں۔ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ (المومنون: ۵، معارج: ۲۹)

ترجمہ: اور وہ بندے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (یعنی وہ جنت کے وارث ہوں گے اور جنت میں ان کا بڑا اعزاز و اکرام ہو گا)۔
بہر حال قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق حیا و عفت بھی ان خاص ایمانی اوصاف میں سے ہیں جن سے انسانوں کی نجات و فلاح کا مسئلہ وابستہ ہے۔

طہارت و پاکیزگی

اخلاق و آداب ہی کے سلسلہ کی قرآن مجید کی ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ ہر قسم کی نجاست اور گندگی سے اپنے کو پاک صاف رکھا جائے۔ سورہ مدثر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَتَيِّبَاكَ فَطَهِّرْ ۖ وَالْحُجْرَةَ فَاهْجُرْ ۖ (المدثر: ۵۳)

ترجمہ: اور اپنے کپڑے (بھی) پاک صاف رکھو اور ہر طرح کی گندگی اور میل کچیل سے

دور رہو۔

اور سورہ توبہ میں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خاص طبقے کی صفائی پسندی اور اس کے خاص

ساتھ کسی بھی ہستی کو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق وہ بات کہو جس کا تمہیں (کسی صحیح ذریعہ سے) علم نہیں ہو۔

ان دونوں آیتوں میں اور ان کے علاوہ بھی جن آیتوں میں بے حیائی کی باتوں (فحشاء یا فاحشہ یا فواحش) کی ممانعت فرمائی گئی ہے تو یہ ممانعت دراصل نہی کی شکل میں حیا اور عفت کا امر و حکم ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید نے ان باتوں سے بھی منع فرمایا ہے جو بذات خود اگرچہ بے حیائی کی باتیں نہیں ہیں لیکن ان سے بے حیائی اور اخلاقی آلودگی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر حکم دیا گیا ہے کہ نامحرم مردوں اور عورتوں کا جب سامنا ہو جائے تو دونوں نگاہیں نیچے کر لیا کریں، ایک دوسرے کی طرف نہ دیکھیں۔ سورہ نور میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلْ لِلنُّسُومِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ قُلْ لِلنُّسُومِ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ (النور: ۱۳ تا ۳۰)

ترجمہ: (اے رسول!) آپ ایمان والوں کو حکم دیجئے کہ (جب نامحرم عورتوں کا سامنا ہو تو) وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اور کریں گے اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور (اسی طرح) ایمان والی ہماری بندیوں کو آپ حکم سنائیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

خود آیت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آنکھوں پر یہ پابندی حیا اور عفت و عصمت کی حفاظت ہی کے لئے لگائی گئی ہے، بلکہ پردہ سے متعلق سارے احکام کی اصل نوعیت یہی ہے کہ وہ حیا اور عفت و عصمت کی حفاظت کے لئے دیئے گئے ہیں۔ سورہ احزاب میں جہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیوں سے جب کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگا کرو۔ (وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۖ) تو وہیں اس کی حکمت اور وجہ یہ بیان فرمادی گئی ہے:

ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ: یہ طرز عمل تمہارے اور ان کے دلوں کو زیادہ پاک رکھنے والا ہے۔

معاملات میں پاکبازی اور اکل حلال

قرآن مجید نے انسانی زندگی کے تزکیہ اور اس کی سیرت کی تعمیر کے سلسلہ میں جو ہدایات اپنے ماننے والوں کو دی ہیں، ان میں سے ایک اہم ہدایت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لین دین کے معاملات میں پورے پاکباز ہوں اور اپنی روزی صرف جائز اور پاک ذریعوں سے حاصل کریں، کسی ناجائز طریقے سے ایک پیسہ بھی نہ کمائیں۔

سورہ بقرہ میں ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت اور ان کے متعلق چند خاص احکام بیان فرمانے کے بعد متصلاً ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَلَا تَكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ: ۱۸۸)

ترجمہ: اور تم ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق اور ناروا طریقوں سے نہ کھاؤ (یعنی حرام و ناجائز روزی سے تم ہمیشہ ہی روزہ رکھو)۔

اور قریب قریب انہی الفاظ میں سورہ نساء میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء: ۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقوں سے ہضم نہ کرو، ہاں اس میں حرج نہیں کہ باہمی رضامندی سے تمہارے درمیان جائز تجارتی لین دین ہو۔

ان دونوں آیتوں میں ناجائز کمائی کی ممانعت کے لئے ایسا وسیع اور عام عنوان اختیار کیا گیا ہے کہ جس میں کمائی کے سارے ہی ناجائز طریقے آجاتے ہیں۔ اس طرح ان آیتوں سے سود، رشوت، جوا، سٹہ، لائری، دھوکہ و فریب کی تجارت اور ان کے علاوہ بھی کمائی کے سارے ناجائز طریقے خواہ وہ پرانے ہوں یا نواں ایجاد، ان آیتوں کی رو سے ممنوع اور حرام ہو گئے۔

پھر سود اور جوئے وغیرہ کی حرمت قرآن مجید میں جا بجا مستقلاً بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ مثلاً سورہ

اہتمام کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ (التوبہ: ۱۰۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو خوب پاک صاف رہتے ہیں اور اس کا اہتمام کرتے ہیں۔

اور سورہ بقرہ میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الشَّوَابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (البقرہ: ۲۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے توبہ کرنے والے اور پاک صاف رہنے والے بندوں سے۔

گویا طہارت و پاکیزگی ان اوصاف میں سے ہے جن کی وجہ سے بندہ اللہ کی محبوبیت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ التَّوَابِينَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ

گنجائش ہو وہ لرز کے رہ جائے اور پھر کبھی بھول کے بھی اس سے یہ بددیانتی سرزد نہ ہو۔ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَيَلْبِسُ ظَفِيرًا ۖ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۖ وَإِذَا كَالَهُمْ أَوْ ذَرَوْهُمْ يُخْسِرُونَ ۖ أَلَا يَتُوبُ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۖ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۖ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ (التغفیر: ۱۲۱)

ترجمہ: بڑی خرابی اور بہت بُرا انجام ہے ناپ تول میں بددیانتی کرنے والوں کے لئے (جن کا طرز عمل یہ ہے کہ) جب لوگوں سے وہ اپنے لئے ناپ کر لیتے ہیں تو بھر پور لیتے ہیں اور جب دوسروں کے لئے وہ کوئی چیز ناپتے یا تولتے ہیں تو کم دیتے ہیں، کیا انہیں اس کا خیال نہیں ہے کہ وہ (مرنے کے بعد حساب اور جزا کے) یوم عظیم کے لئے پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، جس دن کہ سارے انسان جلال اور جبروت والے رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

جو شخص سچے دل سے قرآن مجید کو خدا کی کتاب مانے وہ ان آیتوں کے سننے کے بعد ناپ تول میں بددیانتی کس طرح کر سکتا ہے۔ اگر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں بھی ایسے لوگ کہیں نظر آتے ہیں تو سمجھنا چاہئے کہ ان کے دل حقیقت ایمان سے محروم ہیں۔

حرام خوری کی ایک نہایت ہی لعنتی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص مذہبی و روحانی پیشوائی کا لباس پہن کر یعنی عالم دین یا درویش بن کر حیلوں اور ہتھکنڈوں سے خدا کے سادہ دل بندوں سے نذرانے چڑھاوے وصول کرے۔ ایسے لوگوں کا عام طریقہ یہ ہوتا ہے کہ تحصیل وصول کے اس سلسلہ کو ہمیشہ باقی رکھنے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے بھی محفوظ کرنے کے لئے وہ اس کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ ان کے یہ دام افتادہ عوام دین کی صحیح تعلیم سے کبھی آشنا نہ ہونے پائیں اور اللہ کے مخلص بندوں اور دین حق کے سچے خادموں اور داعیوں سے ہمیشہ دور دور اور الگ تھلگ رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ زیادہ تر یہودیوں میں تھے۔ لیکن ہمارے اس زمانہ میں بد قسمتی سے خود مسلمانوں میں ایسے پیشہ ور مولویوں اور پیروں کا ایک پورا طبقہ موجود ہے جس کا یہی کردار اور کاروبار ہے۔ بہر حال ایسے لوگ خواہ یہودیوں، عیسائیوں میں ہوں یا مسلمانوں میں قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَكُونُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

بقرہ کے اڑتیسویں رکوع میں سود خوروں کی مذمت اور ان کے برے انجام کے ذکر کے ساتھ ”حرم الربوا“ کے صاف صریح الفاظ میں سود کی حرمت کا اعلان فرمایا گیا۔ ”یہی حق اللہ الربوا“ کے الفاظ سے سود کی نحوست اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی مغضوبیت و ملعونیت کو اور زیادہ واضح کیا گیا ہے، پھر جو لوگ یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی سودی کاروبار نہ چھوڑیں ان کو مخاطب کر کے سنایا گیا ہے: ”فاذنوا بحراب من اللہ ورسولہ“ یعنی تمہیں اب خبر دار رہنا چاہئے کہ تم سے اللہ و رسول کی جنگ ہے، تم اب اللہ و رسول کے دشمن ہو اور اللہ و رسول تمہارے دشمن ہیں۔ (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ)

کماٹی اور کھانے پینے ہی کے سلسلہ میں شراب اور جو وغیرہ جو چند ناپاکیاں عربوں کی زندگی کا گویا جز بنی ہوئی تھیں، ان کے بارے میں سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَلْطَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا كَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ (المائدہ: ۹۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! یہ شراب اور جوئے بازی اور یہ استھان (یعنی معبودان باطل کے آستانے اور ان کے چڑھاوے) اور یہ پانے (یعنی پانسوں کے ذریعہ قرعہ اندازی جو جوئے ہی کی ایک خاص شکل ہے) یہ سب گندے ناپاک شیطانی کام ہیں ان سے بچو، تو تمہاری فلاح کی امید ہو سکتی ہے۔

ناپ تول میں کمی بیشی جو بہت پرانی اور بہت عام بددیانتی ہے، اس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطِ الَّتِي كُنْتُمْ تُبْتَغُونَ (بنی اسرائیل: ۳۵)

ترجمہ: اور جب تمہیں کوئی چیز کسی کو ناپ کر دینی ہو تو پیمانہ پورا بھر کر دو اور (جب کسی کو تول کر کچھ دینا ہو تو) ٹھیک ترازو سے تولو (باٹ ترازو میں کوئی پھیر اور بل نہ ہو۔)

اور سورہ رحمن میں ارشاد فرمایا:

وَأَقِيمُوا الزُّنْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْبَيْزَانَ (الرحمن: ۹)

ترجمہ: اور حق و انصاف کے مطابق ٹھیک تولو اور وزن میں کمی نہ کرو (ڈنڈی نہ مارو)۔

قرآن مجید نے ان واضح اور صریح احکام کے علاوہ ناپ تول میں بددیانتی کرنے والوں کو قیامت کے عذاب سے ایسے انداز میں ڈرایا ہے کہ جس دل میں خدا کے خوف اور ڈر کی کچھ بھی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّ كُنتُم لَآتِهِ تَعْبُدُونَ (البقرہ: ۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہم نے جو پاک طیب چیزیں تمہیں بخشی ہیں ان کو بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی بندگی کرنے والے ہو (تو تمہارا طرز عمل یہی ہونا چاہیے)۔

سورہ نحل میں فرمایا گیا:

فَكُلُوا مِن مَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنَّ كُنتُم لَآيَاتِهِ تَعْبُدُونَ (النحل: ۱۱۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو حلال و طیب چیزیں تم کو عطا فرمائی ہیں ان کو بے تکلف کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اور اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو (تو تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے)۔

اور سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَكُلُوا مِن مَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ (المائدہ: ۸۸ تا ۸۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو اپنے لئے حرام مت کرو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز نہ کرو، ایسا کرنے والے اللہ کو سخت ناپسند ہیں اور اللہ نے جو حلال طیب چیزیں تمہیں عطا فرمائی ہیں ان کو بے تکلف کھاؤ پیو اور جس اللہ پر تمہارا ایمان ہے اس سے ڈرو (اور اس کے حدود و احکام کے پابند رہو)۔

وَيَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ (التوبہ: ۳۴)

اے ایمان والو! بہت سے ”عالم مولوی“ اور ”پیر فقیر“ بندگان خدا کا مال ناجائز حیلوں اور ترکیبوں سے کھاتے ہیں (اور بجائے اس کے کہ ان پیچاروں کو کوئی دینی فائدہ پہنچاتے اور خدا کا راستہ بتاتے، لے لے ان کو) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہود کے مذہبی پیشواؤں کا ایک طبقہ تھا جو پہلے آسمانی کتابوں (تورات وغیرہ) کے ان مضامین سے خوب واقف تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کی تصدیق ہوتی تھی لیکن وہ اپنے عوام کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ بلکہ تحریف و تاویل کے پردے ڈال کر اس کو چھپانا چاہتا تھا۔ تاکہ یہ پیچارے عوام اسی طرح ان کے جال میں پھنسے رہیں اور نذرانوں، چڑھاؤں کے سلسلے میں کوئی فرق نہ پڑے۔ قرآن مجید میں سورہ بقرہ میں ان لوگوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے۔ فرمایا گیا:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيُسْتَتُونَ بِهِ شَيْئًا قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا يَتَكُونُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرہ: ۱۷۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل کیں، جو لوگ ان کے مضامین کو لوگوں سے چھپاتے ہیں اور اس حق پوشی کے ذریعہ تھوڑے سے پیسے (نذرانے، چڑھاوے) حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ صرف آگ سے بھر رہے ہیں، (وہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہاں خدا رسیدہ اور اللہ والے بنے ہوئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بہرہ و پیوں سے سخت ناراض اور بیزار ہے) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہیں کرے گا اور ان کو (بخش کر) گناہوں سے پاک بھی نہیں کرے گا اور ان کے لئے وہاں صرف دردناک عذاب ہے۔

قرآن مجید نے ایک طرف تو کمائی کے ناجائز طریقوں اور حرام غذاؤں کو ممنوع قرار دیا ہے اور ان پر سخت وعیدیں سنائیں ہیں اور دوسری طرف اس کی بھی ترغیب دی ہے کہ اللہ نے جن چیزوں اور جن کمائیوں کو حلال و طیب قرار دیا ہے (جن کا دائرہ بہت وسیع ہے) ان کو اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کے حکم کے مطابق آزادی سے استعمال کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے، اپنے کو خواہ مخواہ تنگی میں نہ ڈالا جائے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اس غلط فہمی کی تردید ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاح و سعادت کے حق دار صرف وہی لوگ ہوں گے جو اس کام کو انجام دیں اور جس عمل پر فلاح و سعادت کا حصول موقوف ہو ظاہر ہے کہ اس کا مطالبہ صرف کسی خاص طبقہ سے نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کی دعوت پوری امت کو دی جانی ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت سے ۴، ۵ آیتوں کے بعد قرآن نے اس مطالبہ کو پھر ان الفاظ میں دہرایا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: (اے پیروان محمد!) تم تمام امتوں میں بہترین امت ہو، جو لوگوں (کی اصلاح و ہدایت) کے لئے ظہور میں لائی گئی ہے، تمہارا کام یہ ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں اس امت کے وجود و ظہور کی غرض و غایت ہی یہ بتائی گئی ہے کہ اس کو ایمان باللہ کے ساتھ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی خدمت انجام دینی ہے۔

الغرض اس آیت سے یہ بات بھی بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ امت کا کوئی خاص طبقہ اس کا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ پوری امت سے اس کا مطالبہ ہے۔ ہاں اس کام کی خاص نوعیت ایسی ہے کہ اکثر حالات میں امت کے ہر فرد کا اس میں لگنا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ اس کی اہلیت و صلاحیت رکھنے والے افراد اگر بقدر کفایت اس کام میں لگے رہیں اور دوسروں کا تعاون انہیں حاصل رہے تو بھی کام پورا ہوتا رہتا ہے۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ غالباً اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے پہلی آیت میں لفظ ”منکم“ لایا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور سورہ لہم سجدہ میں فرمایا گیا!

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (لہم سجدہ: ۳۳)

ترجمہ: اور کون زیادہ اچھا ہو سکتا ہے اس شخص سے بات میں جس نے بلایا اللہ کی طرف اور خود بھی نیک کرداری اختیار کی اور کہا کہ میں اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں؟

یعنی سب سے اچھی بات اس بندے کی ہے جو ایمان و عمل صالح کا ذاتی سرمایہ رکھنے کے ساتھ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اس کی طرف بلاتا ہو اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا ہو اور اس راہ میں جان کھپاتا ہو۔

حق اور نیکی کو پھیلانے اور عام کرنے کی جدوجہد اور اس راہ میں جانبازی

عقائد اور اعمال، اخلاق اور معاملات وغیرہ زندگی کے مختلف شعبوں میں قرآن مجید نے جو ہدایات دی ہیں، (جو کسی قدر تفصیل سے گزشتہ اوراق میں ذکر کی جا چکی ہیں) کوئی عقل سلیم والا اس میں شک نہیں کر سکتا کہ یہ سب حق اور نیکی کی ہدایات ہیں۔ قرآن مجید ان ہدایات پر عمل کرنے کے مطالبے کے ساتھ اپنے ماننے والوں سے اس کا بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس حق اور نیکی کو دوسروں میں پھیلانے اور عام کرنے کی بھی جدوجہد کریں۔ یعنی اس کی پوری کوشش کریں کہ اللہ کے زیادہ سے زیادہ بندے حق اور نیکی کے اس راستے کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت اور آخرت میں جنت کے حق دار بنیں۔

حالات کے مطابق اس کوشش کی شکلیں اور اس کے درجے مختلف ہوتے ہیں۔ دعوت الی الخیر، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، ان مختلف شکلوں کے عنوانات ہیں۔ یہ ناچیز اس موضوع پر تفصیلی کلام اپنی کتاب ”دین و شریعت“ میں کر چکا ہے، یہاں صرف یہی بتانا مقصود ہے کہ قرآن مجید کا مطالبہ اور اس کی دعوت و ہدایت اس بارے میں کیا ہے اس لئے یہاں اس سلسلہ کی صرف چند آیات درج کی جاتی ہیں۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: اور ضروری ہے کہ تم میں ایک ایسی امت ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف دعوت دے، نیکی کے لئے لوگوں سے کہے اور برائی سے روکے اور یہ کام کرنے والے ہی فلاح یاب ہوں گے۔

اس آیت کے لفظ ”منکم“ سے لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ اس کام کا مطالبہ اس آیت میں قرآن کی ماننے والی پوری امت سے نہیں کیا گیا ہے، بلکہ یہ اس کے کسی خاص طبقہ کی ذمہ داری ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس آیت ہی کے آخری جملہ ”وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ سے

پس قرآن مجید میں جہاں جہاں اہل ایمان سے جہاد فی سبیل اللہ کا مطالبہ کیا گیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ والا بنانے کے لئے اور شیطان و نفس اور مجبورات باطل کی غلامی سے نجات دلا کر ان کو اللہ کی بندگی میں لانے کے لئے اور ان کی زندگی کو پاکیزہ اور نورانی بنا کر ان کو خدا کی رحمت اور جنت کا مستحق بنانے کے لئے جو کوشش اور قربانی تم کر سکتے ہو اس میں درغ نہ کرو۔ قرآن مجید میں اس کام کو اتنی عظمت دی گئی ہے کہ اس کو خود اللہ کی نصرت اور اس کے کرنے والوں کو انصار اللہ یعنی اللہ کے مددگار کہا گیا ہے اور ان کے لئے دنیا اور آخرت کی بڑی سے بڑی سرفرازیوں اور سر بلندیوں کے وعدے کئے گئے ہیں۔ سورہ

صف کی یہ چند آیتیں پڑھئے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ تُوَمِّنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلُكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۖ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُجْزَوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۖ وَبَشِيرٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِّلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ (الصف: ۱۰ تا ۱۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسا کاروبار بتا دوں جو دردناک عذاب سے تمہیں نجات دلا دے؟ (سنو! وہ یہ ہے) ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر (اور اس ایمان کے تقاضوں کو پورا کر کے اپنے حقیقی مومن ہونے کا ثبوت دو) اور اپنے جان و مال سے اللہ کے راستہ میں اور اس کے دین کے لئے جدوجہد کرو، اس میں تمہارے لئے سراسر بہتری ہے اگر تم کو حقیقت کا علم ہو۔ (تم نے اگر ایسا کیا) تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو بہشت کے ان باغات میں پہنچا دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور سدا بہار جنتوں کے نہایت ہی نفیس محلوں میں تمہیں بسائے گا۔ یہی عظیم الشان کامیابی ہے (اور آخرت کی اس جنت اور کامیابی کے علاوہ اور اس سے پہلے) ایک دوسری نعمت بھی تم کو عطا کرے گا جس کی تمہیں چاہت ہے (اور وہ ہے) دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ کی مدد اور قریبی فتح اور اے پیغمبر! آپ ایمان والے بندوں کو اس کی خوشخبری سنا دیجئے۔ اے ایمان والو! ہو جاؤ اللہ کے مددگار جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ کون ہیں میری مدد کرنے والے اللہ کے راستہ میں؟ تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے انصار اور اس کے راستہ میں آپ کے مددگار۔

اور سورہ العصر میں فرمایا گیا:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكْفٍ خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر: ۱ تا ۴)

ترجمہ: زمانہ کی گردش کی قسم! سارے انسان خسارہ میں ہیں، خسارہ سے بچنے والے اور فلاح پا نے والے صرف وہ بند گان خدا ہیں جو ایمان لائیں، نیک اعمال کریں اور راہ حق پر چلنے کی اور نفس کو بری خواہشوں سے تھامے رکھنے کی ایک دوسرے کو وصیت و نصیحت بھی کریں۔

اس صورت میں خسارہ سے بچنے اور فلاح پانے کے لئے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ”تواصو بالحق“ اور ”تواصو بالصبر“ کی بھی شرط لگائی گئی ہے۔ اس ”تواصو بالحق“ کا مطلب ظاہر ہے کہ یہی ہے کہ عقائد میں، ایمان میں، اخلاق میں، معاملات میں، (خواہ وہ معاملات انفرادی ہوں یا اجتماعی، شخصی ہوں یا قومی یا بین الاقوامی ہوں، انہوں کے ساتھ ہوں یا غیروں کے ساتھ) غرض زندگی کے ہر معاملہ اور ہر شعبہ میں حق پر چلنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی جائے۔ اسی طرح ”تواصو بالصبر“ کا مطلب یہ ہے کہ غلط راہوں پر چلنے اور غلط کام کرنے کی جو خواہشیں مختلف محرکات کی وجہ سے نفس میں پیدا ہوتی ہیں ان سے باز رہنے اور نفس کو قابو میں رکھ کر حق و ہدایت کا پابند رکھنے کی بھی دوسروں کو دعوت دی جائے اور وصیت و نصیحت کی جائے۔ بہر حال اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ ایمان اور عمل صالح کی طرح یہ کام بھی ہمارے ان بنیادی فرائض میں سے ہے جن کو ادا کئے بغیر ہم فلاح و سعادت سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔

اس کام کا ایک جامع اور وسیع تر عنوان جیسا کہ عرض کیا گیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے، جس کا اصل مطلب ہے اللہ کے راستہ میں پوری محنت اور کوشش کرنا، یعنی اللہ کے بندوں کو اللہ کے راستہ پر لگانے اور اس کی رضا اور رحمت کا مستحق بنانے کے لئے جس وقت جس محنت و کوشش اور جس قربانی کی ضرورت ہو اور جو اپنے امکان میں ہو وہ کر گزرنے۔ جہاد کے اصل معنی یہی ہیں، ہاں اس کی شکلیں جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے بارہ تیرہ سالوں میں جس طرح یہ کام کرتے رہے وہ جہاد کی ایک شکل تھی، پھر مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور میں آپ نے اور آپ کی رہنمائی میں آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے جو دعوتی اور تبلیغی کوششیں فرمائیں اور جو محنتیں اور مشقتیں اس سلسلہ میں اٹھائیں وہ بھی جہاد کی ایک شکل تھی اور اس کے بعد بدر واحد اور دوسرے غزوات میں جنگ و قتال کے جو معرکے ہوئے وہ بھی جہاد ہی کی ایک شکل تھی۔

اور سورہ مائدہ میں فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ: ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور اس کے (قرب و رضا) کا راستہ تلاش کرو (یعنی ایسے عمل کرو جن سے اس کی رضا اور قرب حاصل ہو، اس سلسلہ کا خاص الخاص عمل یہ ہے کہ) اس کے دین کی راہ میں (یعنی اس کے بندوں کو اس کی راہ پر لگانے کے لئے) بھرپور کوشش کرو، تاکہ تم فلاح پاسکو۔

اور سورہ حج کے خاتمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادٍ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اور جدوجہد کرو اللہ کی راہ میں (یعنی اس کے بندوں کو اس کے راستہ پر لگانے کے لئے پوری محنت اور کوشش کرو) جیسی محنت اور کوشش کا اس کا حق ہے۔ (اے امت محمد! اب) اللہ نے تم کو اس خدمت کے لئے چنا ہے، تمہارے لئے دین میں کسی طرح تنگی نہیں رکھی طریقہ ہے تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا، اس نے تمہارا (کیسا اچھا) نام ”مسلم“ رکھا ہے، اس کتاب (قرآن مجید) میں اور اس سے پہلے (والی کتابوں میں) تو ایسا ہو کہ رسول تو تمہیں بتانے والا ہو اور تم باقی دنیا کے بتانے والے بنو۔

اور سورہ حجرات میں اس جہاد فی سبیل اللہ یعنی دین کے لئے محنت و قربانی کو لازمہ ایمان بتایا گیا ہے اور صاف فرمایا گیا ہے کہ سچے مومن بس وہی ہیں جن کو اللہ و رسول پر اور ان کی باتوں پر یقین ہو، دل میں کسی شک و شبہ کا گزرنہ ہو اور وہ اللہ کی راہ میں جدوجہد اور قربانی بھی کرتے ہوں۔ ارشاد ہوا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات: ۱۵)

ترجمہ: اصلی مومن تو بس وہی بندے ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر وہ کسی شک و شبہ میں گرفتار نہیں ہوئے اور انہوں نے خوب کوشش کی اور

قربانی دی اپنے جان و مال کی اللہ کے راستہ میں، بس وہی بندے (ایمان کے دعوے میں) صادق اور سچے ہیں۔

آخر میں سورہ توبہ کی ایک آیت اور پڑھ لی جائے جس میں بتایا گیا ہے کہ اہل ایمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ انہیں دنیا کی ہر محبوب اور پسندیدہ چیز حتیٰ کہ اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں سے بھی زیادہ اللہ اور رسول کی محبت اور اللہ کی راہ میں جدوجہد اور جانبازی محبوب ہو۔ اگر کسی کا یہ حال نہ ہو تو وہ خدا کی رحمت و عنایت کا نہیں بلکہ سزا کا مستحق ہے، العیاذ باللہ۔ سورہ توبہ میں فرمایا گیا:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنََهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (التوبہ: ۲۴)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) مسلمانوں سے کہئے کہ اگر تمہارے ماں باپ اور تمہاری اولاد اور تمہارے بھائی بند اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ و قبیلہ اور تمہاری کمائی ہوئی دولت اور تمہاری وہ تجارت جس کے ٹھپ ہو جانے کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں عزیز ہیں (تو اگر یہ چیزیں) زیادہ پیاری ہیں تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں محنت و جانبازی سے تو منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ کر دے (اور تم کو اس کی سزا مل جائے) اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ نافرمانوں کو ہدایت کی نعمت عطا نہیں فرماتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کی اصل شان یہ ہے کہ راہ خدا میں جانبازی اور دین کے لئے جدوجہد اس کو دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب و مرغوب ہو۔ گویا صرف یہ عمل ہی نہیں بلکہ اس عمل سے عشق ہونا چاہئے، بیشک عشق ہی کی طاقت سے اس راستہ کی مشکلات کو عبور کیا جاسکتا ہے۔

بتلا کرینگے (کیونکہ حق پر چلنے والوں اور حق کی دعوت دینے والوں کے لئے ان منزلوں سے گزرنا ضروری ہے) اور اے پیغمبر! فلاح و کامرانی کی بشارت دیجئے ان صابر بندوں کو جن کا حال یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ (دل و زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کے لئے ہیں اور (یہاں کی یہ چند روزہ زندگی ختم کر کے) ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، یہ وہ بندے ہیں جن پر ان کے پروردگار کی خاص عنایتیں اور رحمتیں ہیں اور یہی ہدایت یاب ہیں۔

مصیبتوں اور آزمائشوں کے وقت کے لئے ان آیتوں میں اہل ایمان کی تسلی اور رہنمائی کا کتنا کافی سامان ہے۔ صبر کی صفت اپنے اندر پیدا کرنا اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنا اور اس حقیقت کا استحضار اور مراقبہ کہ ہم اور ہمارا سب کچھ اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے اور ہم کو پلٹ کر اسی کے حضور میں جانا ہے، یہ تینوں طاقت کے وہ خزانے ہیں جن کے اپنے پاس ہوتے ہوئے کوئی صاحب ایمان اپنے کو کبھی کمزور نہیں محسوس کر سکتا۔

بندوں کو ان کے مالک کا بلا و اجنت اور رحمت کی طرف

سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۶۰﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۶۱﴾ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظَّيْنِ وَالْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۶۲﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۶۳﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُمْ مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنَعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران: ۱۳۲ تا ۱۳۶)

ترجمہ: اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی تاکہ تم رحمت کے مستحق ہو جاؤ (اللہ در رسول کے فرمانبردار بندے ہی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں) اور تیزی سے بڑھو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت تمام آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے جو اہل تقویٰ کے لئے تیار اور آراستہ کی گئی ہے۔ (جن کا طریقہ یہ ہے کہ) وہ (نیکی کی راہوں میں) خرچ کرتے ہیں فراغت و خوشحالی میں بھی اور تکلیف و تنگدستی کی حالت میں بھی اور وہ پی جانیے والے ہیں غصہ کو اور معاف کر دینے والے ہیں لوگوں کے قصور

قرآنی خطبات و مواعظ

یوں تو سارا قرآن ہی نصیحت و موعظت ہے اور مختلف عنوانات کے تحت جو کئی سو آیتیں ہم نے یہاں تک اس کتاب میں درج کی ہیں وہ سب ہی کسی نہ کسی نصیحت و موعظت کی حامل ہیں، لیکن قرآن پاک میں بہت سے مقامات ایسے بھی ہیں جن کی حیثیت مستقل خطبات و مواعظ کی ہے اور گزشتہ عنوانوں میں سے کسی کے تحت ہم نے ان کو درج بھی نہیں کیا۔ اب اس عنوان کے تحت ہم ان ہی کو درج کرنا چاہتے ہیں۔

اگرچہ قرآن مجید میں ایسے مقامات پچاسوں کی بلکہ سینکڑوں ہیں لیکن یہاں ہم صرف دس مقامات کی چند چند آیتیں قرآن مجید کی ترتیب ہی کے لحاظ سے درج کرنے پر اکتفا کریں گے، یہی ہماری اس کتاب کا آخری عنوان اور گویا خاتمہ الکتاب ہے۔

وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (البقرہ: ۲۱۳)

ترجمہ: آزمائشوں کے دور میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کی جائے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۹﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ﴿۱۶۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالشَّمَلِ ۚ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿۱۶۱﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۶۲﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۶۳﴾ (البقرہ: ۱۵۳ تا ۱۵۷)

اے ایمان والو! (مشکلات و مصائب کے مقابلہ کے لئے) صبر اور نماز سے مدد لو، اللہ (کی نصرت) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (اور نماز کے ذریعہ بندہ اپنے رب سے خاص رابطہ پیدا کرتا ہے اور اس کے حضور میں پہنچ جاتا ہے) اور (اے اہل ایمان! تم میں سے) جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیئے جائیں ان کے بارے میں نہ (تو ایسا خیال کرو اور نہ زبان سے) کہو کہ وہ مردے ہیں، (وہ مرے نہیں ہیں) بلکہ ایک خاص حیات کے ساتھ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی اس خاص زندگی کا شعور نہیں رکھتے ہو۔ اور ہم ضرور تمہیں آزمائشوں کی بھٹی میں ڈالیں گے اور خوف و خطر اور فاقہ کشی اور جان و مال کے نقصانات اور پیداوار کی کمی میں تم کو ہم

قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، مگر یہ کہ کسی حق کی بنا پر کسی کو قتل کیا جائے (جیسے مثلاً قصاص میں قاتل کو قتل کیا جاتا ہے۔) یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے شاید کہ تم سمجھ بوجھ کا رویہ اختیار کرو اور (اس کا حکم ہے کہ) یتیموں کے مال کے قریب نہ جاؤ (اور ان کے مال کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ) الا (یہ کہ ان کے فائدے کے لئے ان کے مال میں کوئی تصرف کرنا ضروری ہو تو) اچھے طریقے سے کر سکتے ہو، (وہ بھی) اس وقت تک کہ یتیم اپنے سن رشد کو پہنچ جائے اور انصاف و دیانت کے ساتھ ناپ تول پورا کیا کرو۔ ہم آدمی پر اتنی ہی ذمہ داری ڈالتے ہیں جتنی اس کے امکان میں ہو۔ اور جب بات کہو تو انصاف کی اور خدا لگتی کہو، اگرچہ فریق معاملہ تمہارا کوئی عزیز و قریب ہی ہو۔ اور اللہ (کے احکام) کی پوری پوری فرمانبرداری کر کے اس کے عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں خاص طور پر حکم دیا ہے، امید ہے کہ تم نصیحت پکڑو گے۔

اللہ کی بات ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام

سورہ رعد کی یہ آیتیں پڑھئے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کس راستہ پر چلنا ہے اور مذکورہ ذیل دو فریقوں میں سے کس فریق کے ساتھ اپنے کو شامل کرنا ہے:

لِّلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ الْحُسْنَىٰ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۖ وَمَا وَّلَهُمْ جَهَنَّمَ وِبٰٓسُ الْبِهَادِ ۙ اَقْمَنُ يَعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنَ رَّبِّكَ الْحَقُّ ۚ كَمَنْ هُوَ اَعْلٰى اَلْمَآئِنَةِ كَرُّ اُولٰٓئِكَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْفَوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يُنْقِضُوْنَ الْمِيثَاقَ ۙ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوءَ الْحِسَابِ ۙ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا اِتِّبَعًا وَجِهَ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَعَلٰنِيَةً وَبِدْرَعُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَقِبٰى الدَّارِ ۙ جَلَّتْ عَدُوُّ يَدْ خُلُوْنَهَا وَمَنْ صَدَقَ مِنْ اِبْرَآئِهِمْ وَ اٰزَوٰجِهِمْ وَ ذُرِّيَّتِهِمْ وَ النَّسْلُ يَكُوْنُ خُلُوْنًا عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۙ سَلَامٌ عَلَيْهِمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۖ فَنِعْمَ عُقْبٰى الدَّارِ ۙ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۙ (الرعد: ۲۵ تا ۲۸)

ترجمہ: جن بندوں نے اپنے پروردگار کی بات مانی اور دعوت ایمانی اور پیغام ربانی کو قبول کیا ان کے لئے بڑی خوش انجامی ہے اور جنہوں نے قبول نہیں کیا (ان کے لئے بڑا برا انجام ہے، ان کا

اور اللہ محبت کرتا ہے ایسے نیکوکاروں سے اور (وہ بندے بھی مغفرت و جنت کے مستحق ہیں) جن کا حال یہ ہے کہ جب کوئی بری اور بے حیائی کی حرکت ان سے سرزد ہو جاتی ہے یا کوئی گناہ کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً اللہ ان کو یاد آ جاتا ہے، پھر وہ اپنے اس مالک سے اپنے گناہوں کی معافی اور بخشش چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخش سکے۔ اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے ان اعمال بد پر اصرار نہیں کرتے، یہ سب بندے وہ ہیں کہ ان کی جزا اور ان کا صلہ بخشش ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور بہشتی باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ اچھا بدلہ ہے ان عمل کرنے والوں کے لئے۔

گو یا ہمارے مالک اور پروردگار کا اعلان ہے کہ میری رحمت اور جنت کا دروازہ ان گنہگار بندوں کے لئے بھی کھلا ہوا ہے جنہیں اپنے گناہ پر اصرار نہ ہو اور وہ گناہ کے بعد توبہ کر کے اور بخشش کے طالب بن کے میری طرف رجوع کریں۔

اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ التَّوْبَةَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ

دین کے بنیادی احکام اور نصائح

سورہ انعام میں ارشاد ہے:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا ۚ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ ۚ مِنْ اِمْلَاقٍ ۚ نَحْنُ نَزَرُكُمْ وَاِیَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطْنٌ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذٰلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوا مَالَ الْیَتٰمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیْ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشَدُّ ۙ وَ اَوْفُوا الْکَيْلَ وَ الْبِیْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تَکْثِفْ نَفْسًا اِلَّا وَ سَعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ۙ وَ بَعِہِ اللّٰهُ اَوْ فُوتًا ۙ ذٰلِكُمْ وَصَّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۙ (الانعام: ۱۵۱ تا ۱۵۲)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ان سے کہئے کہ تمہیں سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے کیا کیا تم پر حرام کیا ہے (اور اس نے کیا کیا خاص پابندیاں تم پر لگائی ہیں۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم حکم اس کا یہ ہے) کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، (ہر قسم کے شرک سے بچو) اور (اس کے بعد دوسرا حکم اس کا یہ ہے کہ) ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور افلاس کی وجہ سے اپنے پیدا ہونے والے بچوں کو ہلاک نہ کر ڈالو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے۔ اور بے شرمی اور بے حیائی کی باتوں کے پاس نہ جاؤ خواہ وہ خفیہ ہوں یا علانیہ۔ اور کسی ایسی جان کو

مُفْعِلِي رُعُوسِهِمْ لَا يَرِيحُهُمْ طَرَفُهُمْ ۖ وَأَقْدَبَتْهُمْ هَوَاطُ ۖ وَأَنْدَرِ النَّاسِ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا آخِرْنَا إِلَىٰ آجَلٍ قَرِيبٍ نُّحِبُّ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعُ الرَّسُولَ أَوْكَمَ تَكُونُوا أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلِ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ ۖ وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِينِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُم كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْآمَثَالَ ۖ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لَيَنْزُولُ مِنْهُ الْجِبَالُ ۖ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفًا وَعْدَهُ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۖ يَوْمَ تَبْدَأُ الْأَرْضُ غَيْرُ الْأَرْضِ وَالسَّيْلُوتُ وَبَرُّوْا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۖ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۖ سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قِطْرٍ ۖ وَتَغْشَىٰ وُجُوهُهُمُ النَّارُ ۖ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۖ هَذَا بَلَدٌ لِّلنَّاسِ وَلَيُنْذَرُوا بِهِ وَلَيَعْلَمُوا أَنَّهُ هُوَ إِلَهُ الْوَاحِدِ وَلَيُنْذَرُنَّ كَرُّ أُولَ الْأَنْبِيَاءِ ۖ (ابراہیم: ۵۲ تا ۵۴)

ترجمہ: اور ہر گز ایسا مت خیال کرو کہ اللہ ظالموں کی بدکرداریوں سے بے خبر ہے (ایسا نہیں ہے، اسے سب خبر ہے، ان کے سارے کرمات اس کی نظر میں ہیں، وہاں) ان کے جزا و سزا کے معاملہ کو اس نے اس ”یوم عظیم“ کے لئے مؤخر اور ملتوی کیا ہے جس دن (کی ہولناکیوں کو دیکھ کر) ان مجرموں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (وہ اونٹ کی طرح) سر آسمان کی طرف اٹھائے (ہانپتے کانپتے) دوڑے چلے جا رہے ہوں گے۔ (ان کی دہشت و گھبراہٹ اور بدحواسی کا یہ عالم ہو گا کہ اوپر ہی کی جانب اٹھی رہیں گی ان کی) نگاہیں خود ان کی طرف لوٹ کے نہ آئیں گی (یعنی آنکھیں اپنے کو دیکھنا ہی بھول جائیں گی) اور ان کے دل بالکل خالی ہوں گے (صبر و قرار اور فکر و فہم کی صلاحیت سے) اور اے پیغمبر! لوگوں کو اس دن کی آمد سے خبردار کر دو جس دن کہ اللہ کا عذاب بالکل ان کے سامنے آجائے گا تو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے کو تباہ و برباد کیا ہے وہ کہیں گے ہمارے مالک و مولا ہمیں تھوڑی سی مدت کے لئے اور مہلت دیدے (اور اپنی حالت کے درست کرنے کا ذرا موقع دیدے) ہم تیرے پیام اور تیری دعوت کو قبول کریں گے (یعنی ایمان لائیں گے) اور رسولوں کی پیروی کریں گے۔ (انہیں جواب ملے گا آج جب عذاب تمہارے سامنے آگیا ہے تو یہ باتیں کرتے ہو) کیا تم ہی نہ تھے کہ (قیامت اور آخرت کی جزا و سزا کا انکار کرتے ہوئے) تم نے اس سے قبل قسمیں کھا کھا کر کہا تھا کہ تمہیں کبھی کسی طرح کا زوال نہ ہو گا (اور کبھی تم کسی عذاب میں مبتلا نہیں کئے جاؤ گے) حالانکہ تم اگلے زمانہ کے ان لوگوں کی بستیوں ہی میں بے تھے جنہوں نے (پہلے شرک و کفر کر کے تمہاری ہی طرح) اپنے نفسوں کو تباہ و برباد کیا تھا اور تم پر اچھی طرح واضح ہو

حال وہاں یہ ہو گا کہ) اگر بالفرض ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو ساری دنیا میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اپنی خلاصی کے لئے بطور فدیہ کے اس سب کو دے ڈالیں گے، ان کے واسطے بڑا ہی سخت حساب ہے اور دوزخ ان کا (آخری اور دائمی) ٹھکانہ ہے اور وہ بڑی بری قرار گا ہے۔ (اے پیغمبر!) جس (خوش نصیب بندہ) کو اس حقیقت کا علم و یقین نصیب ہے کہ جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے، کیا وہ اس (بد بخت شخص) کی طرح اور (انجام میں) اس جیسا ہو سکتا ہے جو اس حقیقت سے اندھا ہے؟ (ظاہر ہے کہ ان دونوں کا انجام ایک نہیں ہو سکتا) نصیحت تو بس صحیح عقل و بصیرت رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں، جو بندے اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے اور جو ان روابط اور تعلقات کو جوڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے مالک سے ڈرتے ہیں اور حساب و انجام کی برائی کا اندیشہ رکھتے ہیں اور جو بندے اپنے مالک کی رضا جوئی میں اپنے نفسوں کو قابو میں رکھتے ہیں اور نماز اہتمام سے ادا کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے وہ (نیکی کی راہوں میں) اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں اور (جن کا طریقہ یہ ہے کہ) برائی کا جواب بھی وہ نیکی سے دیتے ہیں، بس یہ وہ بندے ہیں جن کے لئے دار آخرت کی خوش انجامی ہے (یعنی) سد ابھار جنتیں ہیں جن میں داخل کئے جائیں گے اور ان کے (ساتھ ان کے) وہاں باپ اور بیوی بچے بھی جن میں کچھ صلاح اور نیکی ہوگی اور ملائکہ ہر دروازے سے ان کے پاس پہنچیں گے (اور ان کو اس طرح سلامی دیں گے:) ”سلا م علیکم ہما صبرتم فنعم عقبی الدار“ (یعنی سلام آپ لوگوں پر بہ سبب اس کے کہ آپ لوگ مضبوطی سے جتے رہے حق اور نیکی کے راستے پر) پس بہت اچھا ہے آپ لوگوں کا اخروی انجام اور اس کے برعکس جن لوگوں کی سیرت یہ ہے کہ وہ اللہ کے عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جن روابط و علاقے کے جوڑنے کا حکم دیا گیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور اللہ کی زمین میں فساد اور گمراہی پھیلاتے ہیں ان کے لئے اللہ کی لعنت ہے اور دار آخرت کا برا انجام ہے۔

سرکش مجرموں کو سخت انتباہ اور قیامت میں ان کا انجام

سورہ ابراہیم کا یہ پورا آخری رکوع پڑھئے! کیسا لرزہ خیز انتباہ ہے۔ اللھم احفظنا۔ ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۖ مُهْطِعِينَ

مَنْ رَبِّكَ تَرْجُو مَا قُتِلَ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعْقِدُ ۚ إِنَّهُ كَانَ يِعْبَادُهُ خَبِيرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ ذَكْرًا خَشِيَةً ۚ إِمَّا لِيُنْكَحَ نِسْوَتُكُمْ ۚ وَإِيَّائَكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ الَّذِي كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوِجِهِ سُلْطَانًا فَلَا يُمْسِكُ الْقَتْلَ ۚ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ ۚ إِذَا كَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ وَلَا تَنْهَسْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۝ ذَٰلِكَ مِمَّا آوَتْ إِلَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۚ وَلَا تَجْعَلْ لِلْهَادِ الْأَخْرِ فِتْنَةً فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّذْهُورًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۹ تا ۲۳۳)

ترجمہ: اور تمہارے مالک کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو اور (اس تو حید خالص کے حکم کے بعد دوسرا حکم اس کا یہ ہے کہ) اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے ہوتے ہوئے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں (اور ان کا بوجھ تمہیں اٹھانا پڑے) تو بھی ان کی شان میں کوئی نامناسب اور ان کو آزر دہ کرنے والا کلمہ نہ کہو بلکہ ان سے ادب و احترام والی بات ہی کہو اور درد مندی سے ان کے سامنے انکساری کے ساتھ نیچے بنے رہو اور ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہو کہ: اے پروردگار! میرے ان ماں باپ پر رحمت فرما (ان کو دنیا اور آخرت میں راحت اور عافیت دے) جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن کی حالت میں پالا (اور میری راحت و عافیت کی فکر کی۔) تمہارا رب تمہارے دلوں کی بات خوب جانتا ہے پس اگر تم ہو گئے لائق اور سعادت مند (اور دل سے ماں باپ کی خدمت اور ان کے ادب و احترام کا ارادہ رکھنے والے) لیکن اس کے باوجود تم سے ان کے ادب اور حسن سلوک کے بارے میں کوئی قصور ہو گیا اور تم نے اس کے بعد توبہ و تلافی کی) تو تمہارا پروردگار توبہ کرنے والوں کو بخش دینے والا ہے اور (ماں باپ کے علاوہ بھی) اپنے سب قرابت داروں کا حق ادا کرو اور (قرابت کے دائرہ سے باہر بھی) عام حاجت مندوں اور (مدد کے مستحق) مسافروں کو بھی دیتے رہو اور (اللہ کے دیئے مال کو) بچانہ اڑاؤ اور بیجا اڑانے والے

گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ (اور ان کا کیسا انجام ہوا) اور (اس کے علاوہ ہم نے تمہارا رے لئے) (اپنے پیغمبروں کے ذریعہ تاریخی) مثالیں بیان کی تھیں (لیکن تم نے ان میں سے کسی بات سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور انکار و بغاوت ہی پر قائم رہے) اور (حق کا راستہ روکنے کے لئے) انہوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں اور ان کی ساری چالیں خدا کے سامنے ہیں اور یقیناً ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں (لیکن ارادۃ الہی کے مقابلہ میں ان کی کوئی چال بھی کامیاب نہیں ہو سکی) پس ایسا خیال نہ کرو کہ اللہ جو وعدہ اپنے رسولوں سے کر چکا ہے، (مثلاً یہ سرکش مجرموں کو وہ ضرور سزا دے گا) وہ اس کے خلاف کرنے والا ہو جائے گا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا اور باغیوں اور مجرموں کو سزا دینے سے کوئی اس کو نہیں روک سکتا) یقیناً اللہ زبردست اور سب پر غالب ہے (مجرموں کو ان کے اعمال بد کی) سزا دینے والا ہے۔ (یہ سب کچھ اس دن ظہور میں آجائے گا) جس دن یہ زمین بدل کر ایک دوسری ہی زمین ہو جائے گی اور آسمان بھی بدل جائے گا اور سارے آدمی اللہ واحد قہار کے سامنے پیش ہونگے اور تم دیکھو گے کہ اس دن (خدا کے باغیوں) مجرموں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے، ان کے گرتے گرتے طہران تیل کے ہوں گے (جو گندھک کی طرح آگ لیتا ہے اور بہت تیزی سے جلتا ہے) اور آگ کی لپٹیں ان کے چہرے کا نقاب ہو گئی، یہ سب اس لئے ہو گا کہ اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کے مطابق بدلہ دے، اللہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے۔ یہ خداوندی پیغام و اعلان ہے سب لوگوں کے لئے اور مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے ذریعہ آگاہ ہوں اور انہیں معلوم ہو کہ (ان کا اور سب کا) معبود برحق بس ایک ہی معبود ہے اور جو لوگ عقل و خرد سے محروم نہیں ہیں وہ نصیحت پکڑیں۔

دین کی بنیادی ہدایتیں اور خداوندی احکام

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِلَٰهًا ۚ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَنْتَلِعَنَّ عَنْ ذَاكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَهِمَا وَتُكْلِ لُهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَخَفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۝ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۚ إِنَّ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا ۝ وَاتَّخَذَ الْفُتَيَّا حَقَّهُ وَالْبُسُكَيْنِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَلَا تَبْذُرْ تَبَذُّرًا ۚ إِنَّ الْهَبْذَرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ ۚ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝ وَإِنَّمَا تَعْرِضُ عَنْهُمْ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ

کی ضرورت باز پرس ہوگی۔ اور جب کسی کو تم کوئی چیز ناپ کر دو تو پورا ناپو اور (جب کوئی چیز تول کر کسی کو دینی ہو تو) ٹھیک ترازو سے تولو (لین دین میں دھوکے دھڑی کی کوئی بات نہ ہو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام زیادہ اچھا ہے۔ اور جس بات کا تمہیں تحقیقی علم نہ ہو اس پر نہ چلو، (یعنی توہمات اور بے تحقیق باتوں کی پیروی نہ کرو اور ان کو بنیاد کار نہ بناؤ، اللہ تعالیٰ نے علم و تحقیق کے جو ذریعے سب انسانوں کو دیئے ہیں یعنی) کان اور آنکھیں اور دل یقیناً (قیا مت کے دن) ان سب کی بابت پوچھا جائے گا (کہ تم نے حق شناسی کی راہ میں ان سے کتنا کام لیا) اور زمین پر (متکبروں کی طرح) اتراتے اور اُکڑتے نہ چلو (اپنی حقیقت کو نہ بھولو) نہ تو تم (اپنے زور قدم سے) زمین کو چیر پھاڑ سکتے ہو اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو یہ سارے برے کام تمہارے مالک کو ناپسند ہیں۔ اے پیغمبر! یہ باتیں اس دفتر حکمت میں سے ہیں جو تمہارے رب نے تمہاری طرف وحی کیا ہے اور (اے انسانو! آخر میں پھر مکرر تاکید کی جاتی ہے کہ) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ، (شرک وہ گناہ عظیم ہے کہ اگر اس سے تم آلودہ ہوئے) تو پس جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے اور پھر تم پر (ہر طرف سے) لعنت و ملامت اور دھتکار ہوگی۔

سبحان اللہ! قرآن مجید کا یہ خطبہ احکام و ہدایات کو کس قدر جامع ہے اور پھر طرز بیان کتنا سادہ اور اسی کے ساتھ کس قدر موثر ہے۔ بلاشبہ اگر ذوق سلیم نصیب ہو تو اس کی ہر آیت پڑھ کر دل گواہی دے گا کہ بے شک یہ مالک الملک اور احکم الحاکمین ہی کا ہدایت نامہ ہے۔

امت مسلمہ کے خاص فرائض اور اس کا نصب العین

سورۃ الحج کے آخر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادٍ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِ هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝ (الحج: ۷۷ تا ۷۸)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جنہوں نے دعوت ایمانی کو قبول کر لیا (اب تمہارے فرائض اور تمہارے کرنے کے خاص کام یہ ہیں کہ اپنے پروردگار کے لئے) رکوع و سجد کرو، اور (ہر طرح سے) اپنے رب کی عبادت و بندگی کرو اور (اس کی مخلوق کے ساتھ) بھلائی کرو، تاکہ تم فلاح یا

لوگ شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے (لہذا تم ایسے نہ بنو) اور اگر (کبھی ایسی صورت ہو کہ تمہارا ہاتھ خالی ہو اور ان کی خدمت سے مجبوری ہو اور اس کی وجہ سے) تمہیں ان سے روگردانی کرنی پڑے اور اللہ کے کرم اور اس کی رحمت کی تمہیں امید اور جستجو ہو تو (معذرت کے طور پر) ان سے نرم اور خوشگوار بات کہدو۔ ایسی بات اس وقت بھی نہ کہو جس سے ان کا دل دکھے۔ اور نہ تو ایسا کرو کہ اپنا ہاتھ (بالکل) اپنی گردن سے باندھ لو (کہ کسی کو کچھ دینے کے لئے ہاتھ بڑھ ہی نہ سکے جو بخیلوں اور کنجوسوں کا طریقہ ہے) اور نہ ایسا کرو کہ (فضول اڑانے والے ناعاقبت اندیشوں کی طرح) اپنا ہاتھ بالکل کھول ہی دو۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہو کہ تم بیٹھ جاؤ بالکل درماندہ ہو کر جس کو ہر طرف سے ملامت کی جائے۔ (بہر حال افراط و تفریط سے بچو اور اعتدال و میانہ روی کو اپنا اصول و دستور بناؤ) تمہارا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے روزی میں وسعت دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے، وہ اپنے سب بندوں کی پوری خبر رکھنے والا اور سب کو پوری طرح دیکھنے والا ہے۔ (رزق کی کنجیاں تمہا رے یا کسی دوسری مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہیں بلکہ اس کے ہاتھ میں ہیں، وہی سب کی روزی کا کفیل ہے) اور تم پیدا ہونے والے اپنے بچوں کو افلاس و ناداری کے خطرہ سے ہلاک نہ کر ڈالو، ہم ان کو بھی روزی دیں گے اور تم کو بھی۔ (اگر تم سمجھتے ہو کہ روزی کا مسئلہ تمہارے ہاتھ میں ہے تو تمہارا یہ خیال نہایت جاہلانہ اور بالکل کافرانہ ہے، بہر حال افلاس اور تنگی کے خطرہ سے اپنے بچوں کو ہلاک کر ڈالنا بہت ہی بڑا گناہ ہے اور دیکھو زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، وہ بڑی بے حیائی کی اور گندی بات ہے اور بری راہ ہے اور مت قتل کرو کسی ایسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق کی بنا پر (مثلاً قصاص میں یا کسی اور ایسے سنگین جرم کی پاداش میں جس کی سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قتل ہی مقرر ہے) اور جو کوئی ناحق مار ڈالا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قصاص میں قاتل کی جان لینے کا) حق دیا ہے، پس اس کو قتل کے بارے میں حد شرعی سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے، بے شک وہ ہمدردی اور مدد کا مستحق ہے (لیکن اس کو اس کی اجازت ہر گز نہیں ہے کہ وہ جوش انتقام میں قصاص کی مقرر حد سے آگے بڑھے) اور یتیموں کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ (اور ان کے مال کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ) (اللہ یہ کہ) ان کے فائدے کے لئے ان کے مال میں کوئی تصرف کرنا ضروری ہو جائے تو) اچھے طریقے سے (کر سکتے ہو اور وہ بھی صرف) اس وقت تک کہ یتیم اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔ اور اپنے عہد پورے کرو، عہد

مُسَوِّدَةً ۖ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۝ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۚ لَا يَكْسِبُهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَلُوتِ وَ الْأَرْضِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ قُلْ أَغْفِرُ اللَّهُ تَآمُرُوتِي ۖ أَعْبُدُوا إِلَٰهًا إِلَٰهَهُلُونَ ۝ وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ أَكْفَرْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۖ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَ السَّمَلُوتُ مَطْوِيَةً بِيَمِينِهِ ۖ سُبْحَنَهُ وَ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَلُوتِ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۖ ثُمَّ نَفَخْنَا فِيهِ أَصْحَابِ الْأَرْضِ فَأَنزَلْنَاهُمْ فِيهَا رِجَالًا ۖ وَضَعْنَا الْكُتُبَ وَجَاءَ بِالْحَقِّ وَ السُّهْدَاءِ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَوَقِيتُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ (الزمر: ۷۰-۷۳)

ترجمہ: (اے پیغمبر! آپ میری طرف سے میرے بندوں سے) کہئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے! خدا کی رحمت سے تم (بھی) ناامید مت ہو) اور یہ خیال مت کرو کہ تمہاری بخشش نہیں ہو سکتی، اگر تم شرک و کفر اور بغاوت کی زندگی سے نکل آؤ اور توبہ کر لو تو بخشش کا دروازہ تمہارے لئے بھی کھلا ہوا ہے) اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دیتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا اور بہت مہربان ہے (پس اگر اللہ کی بخشش چاہتے ہو تو توبہ کر لو) اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی فرمانبرداری اختیار کر لو قبل اس کے کہ (کفر و شرک کی پاداش میں) تم پر عذاب آجائے اور پھر کسی طرف سے تم کو کوئی مدد نہ مل سکے اور (بغاوت و معصیت کی زندگی چھوڑ کے) پیروی اختیار کر لو اس بہترین شریعت کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے قبل اس کے کہ اچانک تم پر عذاب آپڑے اور تمہیں اس کا خیال بھی نہ ہو۔ اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ (کل قیامت میں تم میں سے) کوئی شخص (حسرت سے) کہے کہ ہا اے افسوس! میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور میں تو ہنسی مذاق ہی کرتا رہا۔ یا کوئی یوں کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی متقیوں میں سے ہوتا، یا کوئی شخص (اس دن) عذاب الہی دیکھ کر کہنے لگے کاش! دنیا میں پھر مجھے ایک دفعہ جانا مل جاتا تو میں بڑے نیک بندوں میں سے ہو جاتا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا) ہاں بیشک میری آیتیں تیرے پاس پہنچی تھیں تو تو نے ان کی تکذیب کی اور استکبار و غرور کا

ب اور با مراد ہو جاؤ! اور اللہ کی راہ میں خوب کوشش کرو، اور جان لڑاؤ جیسا کہ اس کی راہ میں کوشش اور جانبازی کا حق ہے، اس نے (اپنی خاص بندگی اور اپنی راہ کی جدوجہد کے لئے) تمہارا انتخاب کیا ہے اور دین میں تمہارے لئے اس نے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے (بلکہ بڑی وسعت اور کشادگی والا یہ دین ہے جو محمد رسول اللہ کے ذریعہ تم کو عطا کیا گیا ہے) وہی طریقہ تمہارے باپ ابراہیم کا، اس نے تمہارا نام رکھا ”مسلمین“ پہلے بھی اور اس (آخری کتاب قرآن) میں بھی، تاکہ رسول بتانے والا ہو تم کو، اور تم بتانے والے ہو (دنیا کے) اور سب لوگوں کو پس اے اہل ایمان! (ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے) تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو (اور اس کی کار سازی اور مدد گاری پر بھروسہ کر کے جدوجہد کے میدان میں کود پڑو) وہ تمہارا اولیٰ اور کار ساز ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے۔

سبحان اللہ! چھوٹی چھوٹی ان دو تین آیتوں میں امت مسلمہ کے نصب العین، اس کے مقصد وجود، اس کے منصب اور اس کے فرائض کو کیسی جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ صرف یہ دو آیتیں بھی امت کی اصولی رہنمائی کے لئے بالکل کافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ قرآن مجید کے اس طرح کے ارشادات کی روشنی میں اپنے مقصد و نصب العین اور اپنے منصبی فرائض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کو ان ہدایات کے مطابق بنا کے اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کے مستحق ہوں، یہی ہے انسانوں کی حقیقی معراج۔

اپنے گناہگار بندوں کو اللہ کا بلاوا اور نہ ماننے والوں کا انجام

سورہ زمر میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

قُلْ لِّلْعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَ اَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلُبُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَ اَتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اَنْزَلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَبِّکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاتِیَکُمُ الْعَذَابُ بُغْیَةً ۚ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یُّحْسِنُ عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِی جَنْبِ اللّٰهِ وَ اِنْ کُنْتُ لَسِنَ السُّخْرِیْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدَانِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حَیْنَ تَرٰی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ کَرْۢهًا فَاَکُوْنُ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ بَلٰی قَدْ جَاءَتْکَ الْبَیِّنٰتُ فَکَذَّبْتَ بِهَا وَ اَسْتَکْبَرْتَ وَ کُنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝ وَ یَوْمَ الْقِیَمَةِ تَرٰی الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا عَلٰی اللّٰهِ وَ وُجُوْهُهُمْ

اللہ کی بات ماننے والوں اور اس کی راہ پر چلنے والوں کو بشارت

سورہ لحم سجدہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أُولَئِكَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نَزَّلًا مِّنْ غُفُورٍ رَّحِيمٍ ۝ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ۝ وَإِذَا يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (لحم سجدہ: ۳۰ تا ۳۶)

ترجمہ: جن بندوں نے (دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا رب بس اللہ ہے (اور ہم اس کی بندگی والی زندگی گزاریں گے) پھر وہ اس پر پوری طرح قائم رہے، نازل ہونگے ان پر فرشتے (یہ پیام لے کر) کہ نہ کوئی اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو، (بلکہ مطمئن) اور خوش رہو اس جنت کے ملنے پر جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے رفیق اور سرپرست ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں اور اس آخرت میں تمہارے لئے وہ سب ہے جس کو تمہارے جی چاہیں گے اور وہاں تمہارے واسطے وہ سب کچھ مہیا ہے جو تم مانگو گے، خداوند غفور رحیم کی طرف سے یہ تمہاری مہمانی ہوگی۔ اور اس بندہ سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (اللہ کے بندوں کو) اللہ کی طرف بلاوے اور خود بھی نیکو کار اور خوش کردار ہو اور اعلان کرتا ہو کہ میں اللہ کے فرمانبردار بندوں میں شامل ہوں۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی (بلکہ ہر ایک کا اثر اور انجام جدا ہے، اس لئے آپ کو اور آپ کے متبعین کو ہدایت اور نصیحت کی جاتی ہے کہ دشمنوں کی دشمنی اور شرارت کا) آپ جو جواب دیجئے اپنے اچھے برتاؤ سے پس (اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ) تمہارے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہوگی (تمہارے اچھے برتاؤ سے متاثر ہو کر) وہ ایسا ہو جائے گا گویا کہ تمہارا دلی دوست ہے اور یہ بات ان ہی بندوں کو نصیب ہو سکتی ہے جن میں صبر کی صفت ہے اور اس کی توفیق بس ان ہی کو مل سکتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں اور اگر (ایسے وقت میں) شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی وسوسہ آنے لگے (مثلاً دل میں اشتعال اور انتقام کا جذبہ پیدا ہو نے لگے) تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ خوب سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے، (اس کی طرف سے تمہارا

رویہ اختیار کیا اور تو کافروں میں ہی رہا۔ اور تم دیکھو گے قیامت کے دن ان لوگوں کے چہرے بالکل سیاہ (ہوں گے) جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ پر (مثلاً جنہوں نے اپنے مشرکانہ عقائد و اعمال یا دوسرے جاہلانہ رسوم و خرافات کے بارہ میں کہا کہ ہمیں اللہ نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا ہے تو ایسے سب مفتریوں کے چہرے قیامت کے دن بالکل کالے ہوں گے اور ان پر لعنت برستی ہوگی) کیا ان متکبرین کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے اور جن بندوں نے (کفر و معصیت کی زندگی چھوڑ کے) تقویٰ کو اپنا شعار بنایا، اللہ تعالیٰ ان کو پوری کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا، ان کو (ذرا بھی) تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ رنج و غم میں مبتلا ہونگے۔ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اسی کے سپرد ہے، زمین و آسمان کی کنجیاں اسی کے اختیار میں ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کی باتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارے میں رہیں گے۔ اے پیغمبر! آپ (ان مشرکوں سے) کہئے اے جاہلو! حقیقت ناشناسو! کیا تم مجھ سے فرمائش کرتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی بھی عبادت کروں؟ اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے جو پیغمبر بھیجے گئے ان سب کی طرف بھی وحی کے ذریعہ یہ پیغام ہدایت بھیجا جا چکا ہے کہ اے انسان! اگر تو نے شرک کیا تو تیرا سب کیا کر یا غارت ہو جائے گا اور تو بڑے خسارہ والوں میں سے ہو جائے گا (پس ہر گز شرک کے پاس نہ جاؤ) بلکہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔ اور (افسوس!) انہوں نے خدا کی ویسی عظمت نہ کی جیسی عظمت اس کی کرنی چاہئے تھی، حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین (مشرق سے مغرب تک) قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان لپٹے لپٹائے اس کے خاص دست قدرت میں ہونگے، وہ پاک ہے اور برتر ہے ان کے شرک سے اور جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق کے ہوش اڑ جائیں گے (ہاں) مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا (ہوش میں رکھنا تو وہ ہوش کی حالت میں رہے گا) پھر (جب دوسری دفعہ (مردوں کے جلانے کے لئے) صور پھونکا جائے گا تو دفعۃً سب کے سب (جی کے) اٹھ کھڑے ہوں گے) اور آنکھ پھاڑ پھاڑ کے حیرت سے ہر طرف) دیکھتے ہونگے اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا جائے گی اور سب کا نامہ اعمال (سامنے) رکھ دیا جائے گا۔ اور پیغمبر اور گواہ (دربار الہی میں) حاضر کئے جائیں گے اور سب کے مابین ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جاوے گا اور ان پر ظلم بالکل نہ ہو گا اور جس نے جو کچھ کیا ہو گا اس کو اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور وہ اعظم الحاکمین بندوں کے سارے اعمال و افعال کو خوب جانتا ہے۔

میں پچاسوں مقامات ایسے ہیں جن میں ان انسانوں کے لئے جن کے دل پتھر کے نہیں ہیں، موعظت و نصیحت کا پورا پورا سامان ہے خاص کر قرآن مجید کا آخری چوتھا حصہ (یعنی سورہ سب سے لے کر آخر تک) تو موعظ و خطبات ہی سے بھرا ہوا ہے اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ اگر آدمی کی فطرت سلیم ہو اور اس کو عربی زبان کا کچھ بھی ذوق ہو تو قرآن پاک کے خاص کر اس آخری تذکیری حصہ کے ہر ورق اور ہر صفحے کی تلاوت کے وقت اس کو اس تاثیر اور اس کیفیت کا تجربہ ہو گا جس کو قرآن مجید نے خود ہی ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (الزمر: ۲۳)

ترجمہ: جن بندوں میں کچھ خوف ہے، اس قرآن مجید (کے پڑھنے یا سننے) سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے قلوب (یعنی سارا ظاہر و باطن) نرم پڑ کر اللہ کی نصیحت اور اس کے پیغام کا تابع ہو جاتا ہے۔

جی چاہتا تھا کہ اس آخری عنوان کے تحت قرآن مجید کا کافی حصہ نقل کیا جائے لیکن اب کتاب کی ضخامت بہت کافی بڑھ چکی ہے اور یقین ہے کہ ایسے ایسے دس بیس مقامات اور نقل کرنے کے بعد بھی یہ خواہش باقی ہی رہے گی، اس لئے بس اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آخری گزارش یہ ہے کہ ناظرین کرام اس پوری کتاب کو قرآن مجید کی دعوت و تعلیم اور موعظت و نصیحت کا بس ایک نمونہ اور مختصر تعارف ہی سمجھیں، میں خدا کو گواہ بنا کے بہ قسم عرض کرتا ہوں (و کفی بہ شہیداً) کہ میرا صرف عقیدہ تمندانہ نہیں بلکہ بالکل حقیقت پسندانہ احساس و اعتراف یہ ہے کہ ڈھائی سو صفحات کی اس کتاب میں قرآن مجید کی دعوت و تعلیم کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو اصل قرآن پاک سے قطرہ اور دریای کی بھی نسبت نہیں ہے۔ پس چاہئے کہ اس قسم کی کوششوں کے ذریعہ قرآن پاک کی دعوت و تعلیم سے مناسبت پیدا کر کے آدمی اصل قرآن ہی سے وابستگی پیدا کرے، بلاشبہ قرآن پاک سے وابستگی اللہ تعالیٰ سے وابستگی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہم سب کے سینے کھول دے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوَّلًا وَآخِرًا

اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور سچی توبہ کر کے آخرت کی سرخروئی اور جنت حاصل کرو

سورہ تحریم میں ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّا تَجَوَّزُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَلَىٰ رُءُوسِكُمْ أَنْ تُكْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتَيْتُمُ لَنَا نُورًا وَغُفْرَانًا ۝ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (التحریم: ۸۲-۸۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! خود اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اس پر (خدا کی طرف سے وہ) فرشتے متعین ہیں جو بڑے سخت مزاج اور طاقتور ہیں، جو حکم اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے وہ اس کی بالکل نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم ملتا ہے۔ (قیامت کے اس دن میں کافروں، منکروں سے کہا جائے گا کہ) اے کافرو! منکرو! آج تم کوئی عذر و معذرت پیش نہ کرو، آج تم کو تمہارے اعمال ہی کا بدلہ دیا جائے گا (لہذا) جس کو اس انجام و عذاب سے بچنا ہو اس کو چاہئے کہ اس دنیا ہی میں کفر سے باز آجائے اور ایمان والی زندگی اختیار کرے) اے اہل ایمان! تم اللہ کے آگے توبہ کرو پوری مخلصانہ توبہ، امید رکھو کہ (گنجی پر خلوص توبہ کے بعد) تمہارا پروردگار (تم پر خاص لطف و کرم فرمائے گا) تمہارے گناہ مٹا دیگا (یعنی معاف فرمادے گا) اور تم کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جا رہی ہیں (اور یہ اس دن ہو گا) جس دن کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اور ان کے ساتھ والے اہل ایمان کو (پوری پوری سرخروئی عطا کرے گا اور بالکل) رسوا نہ کرے گا (وہاں ان کی شان یہ ہو گی کہ) ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہو گا اور ان کی زبانوں پر یہ (الہامی) دعا ہو گی:

”رَبَّنَا آتِنَا نُورًا وَغُفْرَانًا ۝ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ“ (التحریم: ۸)

اس آخری عنوان ”قرآنی خطبات و موعظ“ کے تحت ہم نے دس مقامات کی جو آیات درج کی ہیں ان کی حیثیت بس ”مشتہ نمونہ از خبر دارے“ کی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک